

# متعہ اور اسلام

اشرف العلماء ابوالحسنات  
مولا نا علامہ محمد اشرف سیالوی



ALAHAZRAT NETWORK  
اعلحضرت نیٹ ورک

[www.alahazratnetwork.org](http://www.alahazratnetwork.org)

# ☆ فہرست ☆

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
1	ابا بعد	1
2	گناہ طلاق اور خلع	2
4	مصالحی کوشش	3
4	عورت کی طرف سے نشوز	4
5	طلاق رجعی کے بعد	5
5	منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی	6
8	متعہ اسلام، قرآن مجید اور سنت رسول کی روح کے خلاف ہے	7
9	متعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید	8
9	شیعی ترجمہ مقبول	9
9	وجہ استدلال	10
10	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	11
12	شیعی ترجمہ مقبول، وجہ استدلال	12
20	قرآن کریم صرف تو اتر سے ثابت ہے	13
23	علامہ کاشانی کا انحراف اول	14
23	علامہ کاشانی کا انحراف دوم	15
24	علامہ ڈھکو کا انوکھا استدلال	16
24	مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے	17



26	علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد	18
27	شیعہ ترجمہ مقبول	19
28	وجہ استدلال	20
32	عقد متعہ کے احکام قرآن حکیم میں مذکور نہیں	21
33	متعہ اور نکاح میں وجوہ فرق	22
39	ممتو عورت لونڈیوں کی مثل ہے	23
40	مضحکہ خیز دعویٰ اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش	24
42	حرم متعہ از روئے احادیث رسول و اقوال صحابہ و ائمہ اہلبیت	25
48	شیعہ کی عجیب و غریب منطق	26
49	فریب کاری کی انتہا	27
51	روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب	28
53	شیعی علامہ ڈھکو کی پھبتی	29
58	حضرت عبداللہ بن عباس کا نظریہ	30
65	حضرت عمران بن حصین کا نظریہ	31
67	حضرت جابر بن عبداللہ کا نظریہ	32
68	مضحکہ خیز اضافہ	33
69	حضرت علی کا نظریہ	34
71	اعتذار شیعہ اور اس کی لغویت	35
72	اجماع اہل بیت کے دعویٰ کی لغویت	36

73	شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد	37
75	اعتراف جرم کس کا	38
78	متعہ کو حرام کرنے والا کون؟	39
80	عجیبہ	40
81	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اعلان اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید	41
84	قول فیصل	42
85	کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟	43
87	حضرت اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی	44
94	حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام کے متعلق شیعہ نظریہ	45
100	متعہ کی ممانعت کتب شیعہ سے	46
103	شیعہ تاویلات اور ان کی لغویت	47
103	حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء	48
105	کیا اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں	49
108	ثواب متعہ والی روایات کا بطلان	50
108	ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی	51
112	امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لا جواب ہونا	52
113	دریافت طلب امر	53
113	علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب	54
117	کثرت متعہ کی ممانعت	55

156	دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ	75
158	عقہ متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ	76
160	متعہ صرف غفیفہ عورتوں سے درست ہے	77
160	غفیفہ ہونے کی سند	78
161	اتنی نہ بڑھاپا کی داماں کی حکایت،	79
162	بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت	80
163	کہ مستحق کرامت گناہگار اند	81
163	ممتوعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ	82
164	آئندہ احتیاط	83
165	متعہ میں مدت کی تعیین کس حد تک ہو سکتی ہے	84
167	متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لیے خصوصی رعایت	85
168	قاضی نور اللہ شومتری کی فریاد اور متعہ دوری کا اعتراف	86
169	متعہ دوریہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف	87
169	متعہ دوریہ والے اعتراض کا جواب	88
171	اعتراض کس پر	89
171	کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے	90
173	عدت کا شرعی حکم	91
178	قاضی نور اللہ کی خیانت اور غیر جائزہ کا متعہ دوریہ	92
178	مگر بد قسمت صرف وہ ہے	93



179	محرومی کا تدارک	94
180	عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی	95
183	متعہ کی اجرت	96
185	متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے	97
187	شیعی تاویل و توجیہ	98
187	متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے	99
189	متعہ کے لیے ایڈوانس بکنگ	100
189	تبصرہ بیک وقت دوسروں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز	101
190	فما استمتعتم به منهن اور شیعہ استدلال کا بطلان	102
191	قراءت شاذہ الی اجل مسمى کا حقیقی مفہوم	103
192	فائدہ ضروریہ	104
193	شیعہ کا متعہات کا ساتھ سلوک اور اجرت واپس لینے بلکہ نفع	105
	کمانے کا حیلہ	106
199	عقد متعہ کی صورت میں عدت	107
203	انوکھا عقد متعہ	108
204	تحلیل لواطت کی مصلحت	109
205	متعہ خلاف فطرت ہے	110
205	اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا	111
210	حنفی مذہب کیا ہے	112

211	متعہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات	113
225	متعہ کا منکر کافر ہے	114
225	اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم	115
227	شیعی تاویلات	116
236	الزمی جواب	117
238	لطیفہ	118
238	کہیں ناک کان کٹنے کا بھی ذکر ہے	119
239	کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے	120
240	<b>باب دوم</b>	121
240	عاریتہ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے بغرض جماع مانگ لینا	122
242	اگر کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لیے مباح ٹھہرانا	123
242	دو تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی احلت	124
243	کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے معافی لے لینے	125
	پر مژدہ بخشش	126
244	مقام غور	127
245	زنا کار لونڈی کا دودھ پاک کرنے کی ترکیب اور حیلہ	128
247	شیعہ حضرات کے لیے عجیب سہولت	129
248	استبراء سے آزادی اور چھٹکارا	130
249	خریدی ہوئی لونڈی کے ساتھ محل کے بوجود جماع جائز	131

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الْكَامِلِينَ

وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِالْإِحْسَانِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ﴾

﴿أَمَّا بَعْدُ﴾

﴿فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ "هُوَ الَّذِي

(الفرقان ۵۴)

خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا﴾

اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام کو پیدا فرمانے کے بعد نسل انسانی کا اجراء فرمایا اور خاوند بیوی کے درمیان ایسا مقدس رشتہ قائم فرمایا جس نے ان دونوں کو ہستی واحد ایک جان دو قالب کی طرح بنایا جس کے بعد خاوند کے ماں باپ بیوی کے ماں باپ کی مثل قرار پائے اور بیوی کے ماں باپ خاوند کے لئے مثل ماں باپ کے ٹھہرائے گئے بیوی کی اولاد خاوند پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی اور خاوند کی اولاد بیوی پر مثل اپنی اولاد کے ٹھہرائی جیسے کہ کلام مجید کے واضح ارشادات اس پر دلالت کرتے ہیں بیوی کی والدہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۳)

﴿وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ﴾

اور بیوی کی بچیوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۳)

﴿وَزَوَّجْنَاكُمْ اللَّاهِي فِي حُجُورِكُمْ﴾

اولاد پر باپ کی منکوحہ کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۴)

﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾

اور باپ پر بیٹی کی بیوی اور بہو کی حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

(النساء ۲۳)

﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ﴾

الغرض مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ ازدواجی تعلق کا دار و مدار محض شہوت رانی پر نہیں بلکہ یہ



مقدس رشتہ اور تعلق ہے اور دور رس نتائج کا حامل ہے ایک دفعہ نکاح منعقد ہو جائے تو حتی الامکان اس تعلق کو برقرار رکھنا ضروری ہے بلا وجہ مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع کرنا نگاہ شرع میں سخت ناپسندیدہ ہے۔

## گناہ طلاق اور خلع

”فروع کافی جلد دوم“ میں علامہ کلینی نے متعدد روایات ایسی درج کی ہیں جن سے طلاق کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ہاں انتہائی مبغوض ہونا اور موجب لعنت ہونا واضح ہوتا ہے۔

(۱) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان اللہ عز وجل یحب البیت الذی فیہ العروس ویبغض البیت الذی فیہ الطلاق وما من شیء ابغض الی اللہ عز وجل من الطلاق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اس گھر کو پسند فرماتا ہے جس میں شادی شدہ عورت نکاح کر کے لائی گئی ہو اور اس گھر کو ناپسند فرماتا ہے اور اس سے بغض رکھتا ہے جس میں طلاق ہو اور کوئی بھی چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں طلاق سے زیادہ مبغوض اور قابل نفرت نہیں ہے۔

(۲) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سمعت ابی یقول ان اللہ تعالیٰ یبغض مطلق﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد گرامی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو مبغوض رکھتا ہے جو بکثرت طلاق دینے والا ہے۔

(۳) ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ما من شیء مما احلہ اللہ ابغض الیہ﴾

من الطلاق وان الله يبغض المطلق المذواق ﴿﴾

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں حلال فرمودہ اشیاء میں سے کوئی چیز طلاق سے بڑھ کر مبغوض اور ناپسندیدہ نہیں ہے اور یقیناً اللہ تعالیٰ طلاقیں اپنے والے شخص اور ذائقے بدلنے والے شخص کو ناپسند فرماتا ہے (۳) امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

﴿فقال رسول الله ﷺ ان الله يبغض او يلعن كل ذواق من الرجال

او ذواقه من النساء﴾

تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ بغض رکھتا ہے یا لعنت فرماتا ہے اس مرد پر جو طلاق حاصل کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دیتا ہے اور اس عورت پر جو نئے خاوند سے لذت حاصل کرنے کے لئے پہلے خاوند سے علیحدگی اختیار کرتی ہے (خلع یا مبارات وغیرہ اختیار کرتی ہے) (فروع کافی جلد دوم صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

اسی مضمون کی روایات کتب اہل سنت والجماعت میں بھی بکثرت موجود ہیں صرف ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

﴿ایما امرأة سئالت زوجها طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیها

والعنة الجنة﴾

(مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق ۲۸۳ بحوالہ ترمذی ج ۱ ص ۱۴۲، ومسند احمد ج ۲ ص ۲۱۸، وابوداؤد ج ۱

ص ۲۴۱، وابن ماجہ ص ۱۴۸، والدارمی ج ۲ ص ۱۶۲)

جو عورت اپنے خاوند سے بلا ضرورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے اس پر جنت کی خوشبو (۴) امام ہے الغرض فریقین کی روایات سے یہ بات قطعی طور پر محقق ہے کہ طلاق اور خلع بلا ضرورت

خفت ناپسند دیدہ ہے۔

کلام مجید نے ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا يَقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾ (البقرة ۲۲۹) میں اس شرط کے ساتھ خلع کو مشروع ٹھہرایا کہ اگر زوجین کو یہ خطرہ لاحق ہو کہ وہ دونوں حدود اور احکام خداوند تعالیٰ پر قائم نہ رہ سکیں گے تب عورت کچھ فدیہ دے دے تو اس میں حرج نہیں یہ واضح کر دیا کہ اس قسم کے خطرہ کے اندیشہ کے بغیر خلع اور فدیہ دینا حرج سے خالی نہیں ہے اختلافات پیدا ہو جانے پر وقوع طلاق سے قبل حتی المقدور مصالحت کا ذکر کر کے بھی کلام مجید نے طلاق کے مبغوض اور ناپسندیدہ ہونے کو واضح کر دیا ہے ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

## مصالحی کوشش

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللَّهُ بَيْنَهُمَا﴾  
(النساء ۳۵)

اگر تم (اے حکام) خاوند اور بیوی کے درمیان اختلاف اور ازدواجی تعلقات کے بگڑنے کا خطرہ محسوس کرو تو ایک حکم اور ثالث خاوند کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے اور دوسرا عورت کی طرف سے اور اس کے اہل کی طرف سے مقرر کرو، اگر وہ دونوں اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا فرمادے گا۔

## عورت کی طرف سے نشوز

اور عدم موافقت کا خطرہ درپیش ہو تو فوراً طلاق دینے اور فارغ کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔

﴿وَاللَّيْئِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ



(النساء ۳۴)

﴿اَطِيعُوا لِرَبِّكُمۡ فَاِذَا تَبَعُوۡا عَلٰیہِمْ سَبِيْلًا﴾

اور ان کی نافرمانی کا تم کو خوف ہو تو ان کو نصیحت کرو اور ان کو بستر و میں علیحدہ کرو اور ان کو مارو یا پیچھا کرو وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان پر بے جا زیادتی نہ کرو۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حتی الامکان اس رشتہ کا برقرار رکھنا ضروری ہے اور اس کا قطع کرنا علماء ایزدی کے خلاف ہے۔

### طلاق رجعی کے بعد

اگر بالفرض اختلاف و نشوز کا انجام طلاق کی صورت میں ظاہر ہو لیکن طلاق ایسی ہو جس میں رجوع ہو سکتا ہے تو خاوند اور بیوی کے تعلقات بحال کرنے کا موقع دیتے ہوئے فرمایا۔

(البقرہ ۲۲۸)

﴿وَيُبْغُوۡلُہُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّہُنَّ﴾

ان کے خاوندوں کو ان کی طرف رجوع کا زیادہ حق ہے یعنی بجائے نئے خاوند کے اگر سابقہ خاوند اس عورت کو دوبارہ بیوی بنا کر رکھا چاہے تو پہلا حق اس کا ہے اگر عورت سابقہ خاوند کی طرف رجوع رکھتی ہے تو اس کے ورثاء کو رکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں۔

(البقرہ ۲۳۲)

﴿فَلَا تَعْضَلُوۡہُنَّ اَنْ یَّکُنَّ حٰنَ اَزْوَاجِہُنَّ﴾

تو انہیں نہ روکو اس سے کہ وہ اپنے پہلے خاوندوں کے ساتھ نکاح کریں اس حکم خداوندی سے اگلی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہی ہے کہ خاوند نئی عورتیں عقد میں نہ لاتا رہے اور نہ ہی عورت نئے خاوند بناتی رہے۔

### منکوحات کی تحدید اور امتیاز نوع انسانی

۱۔ علماء نوع انسانی کے لئے جہاں نکاح اہم ضرورت تھی اور اس کا جائز رکھنا منشاء ایزدی کے عین مطابق تھا وہاں عام حیوانات اور اشرف المخلوقات میں فرق کا ملحوظ رکھنا بھی لازمی تھا لہذا سب

سے پہلے تو منکوحات کی تحدید فرمادی گئی ارشادِ باری ہے۔

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاتٍ وَرُبَاعَ﴾ (النساء ۳)

پس نکاح کر لو ان عورتوں سے جو تم کو پسند آ جائیں دو دو تین تین چار چار سے چار سے زیادہ کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیکر پھر ان میں باہم عدل و انصاف نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک پر اکتفاء کرنے کا حکم دیا۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ (النساء ۳)

اگر تمہیں اندیشہ لاحق ہو کہ متعدد بیویوں میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک کے ساتھ نکاح پر اکتفا کرو یا پھر حرائر اور آزاد عورتوں کی بجائے لونڈیوں کے ساتھ ازدواجی مقاصد کی تکمیل کر لو کیونکہ ان میں باہمی مساوات لازمی نہیں ہے۔

﴿أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَىٰ أَلَّا تَعُولُوا﴾ (النساء ۳)

یہ بات نا انصافی سے بچنے کے لئے زیادہ اقرب اور مناسب ہے اس کے برعکس سائڈ اور فعل حیوانی اور موثبات کے نہ ایک دوسرے پر واجب الادا حقوق اور نہ ہی انصاف و عدالت کی پابندی اور نہ ہی تحدید اثاث۔ لہذا انسانیت کا شرف و فضل اس امر کا مقتضی ہے کہ مردوں کے لئے عورتوں کی حد معین ہو۔

۲۔ نکاح کے لئے حق مہر لازمی ہے۔

﴿وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ﴾ (النساء ۲۴)

ان حرام عورتوں کے علاوہ سب عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کرو اور اس کے علاوہ عورت کے لئے نان و نفقہ، لباس، بستر اور مکان و رہائش گاہ بھی لازم ہے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرة ۲۳۳)

خاوند پر بیویوں کے لئے نفقہ اور پرورش کے لئے معروف و مناسب طریقہ پر مہیا کرنا لازم ہے اور امر خداوند تعالیٰ ہے۔

﴿وَأَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ﴾ (الطلاق ۶)

ان کو وہیں ٹھہراؤ جہاں تم ٹھہرو اور سکونت اختیار کرو اور شیعہ سنی کی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں بصراحت یہ احکام واضح کر دئے گئے ہیں۔ لہذا انسان کو دوسرے حیوانات پر اس امتیاز حاصل ہے کہ وہ منافع بضع حاصل کرنے کے لئے اور مقصد نکاح کی تکمیل کے لئے ان امور کا بھی التزام کرے۔ محض فریقین کی رضامندی یا فقط حق مہر کا لزوم کافی نہیں ہو سکتا بلکہ یہ ایسے امور نہیں جن میں انسان کو کوئی امتیاز حاصل ہو جائے یا ہی تراضی اور رضامندی تو حیوانات میں بھی ہو جاتی ہے اور کبھی کبھی جانور بھی کچھ نہ کچھ پیشگی دے ہی دیتے ہیں مرغ دانہ والا تلاش کر کے مرغی کو آواز دیتا ہے اور جب وہ اس کو کھالیتی ہے تو مرغ جلدی اس کا بدلہ وصول کر لیتا ہے پھر مرغ میں اور انسان میں کیا فرق ہو لہذا اس رشتہ کا تقدس اس امر کا مقتضی ہے کہ مرد و بیوی کی جملہ ضروریات کا اس طرح کفیل ہو جیسے کہ اپنی ضروریات کا کیونکہ وہ اس مقدس رشتہ کے بعد ہرگز کسی واحد کے ہیں بلکہ ناگزیر وجوہ سے رشتہ نکاح منقطع ہو جانے پر بھی ایام عدت میں فی الجملہ خرچ اور مسکن لازم ہے کیونکہ اس کا تعلق بھی اسی ازدواجی مقدس رشتے سے ہے۔

۲۔ خاوند اور بیوی کے درمیان وراثت کا جاری ہونا بھی اس رشتہ کے تقدس اور ان کے یک جان اور دو قالب ہونے کی دلیل ہے ارشاد خداوندی ہے۔

﴿وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ﴾ (النساء ۱۲)

یعنی بیوی کے ترکہ میں سے خاوند کے لئے نصف ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو اور اولاد لے کی صورت میں خاوند کو چوتھائی حصہ ملے گا۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبْعُ مِمَّا تَرَكَتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ﴾ (النساء ۱۲)



ایجادِ بشر رسول اللہ ﷺ اور دلالت عقل و خرد سے ثابت کرتے ہیں۔

## منعہ کی حرمت از روئے قرآن مجید

اہل سنت والجماعت اور روافض کے درمیان اگر کوئی دلیل متفق علیہ ہو سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف کلام مجید ہے اگرچہ جمہور روافض کے نزدیک یہ قرآن اصلی نہیں اور اس میں کلام اور تقدیم و تاخیر موجود ہے تاہم مجبوراً ان کو جو کچھ اس میں ہے تسلیم کرنا پڑتا ہے اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک مجبوراً انہیں اس قرآن مجید کے احکام پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔ مگر بعد میں بقول ان کے، اصلی امام مع اصلی قرآن کے ظہور پزیر ہوگا۔ لہذا اس وقت یہ قرآن نا لال اعتبار ہوگا۔ لیکن بہر حال اس وقت تک تو یہی کلام مجید واجب العمل ہے۔ لہذا اس کی روشنی میں مسئلہ منعہ وغیرہ کی تحقیق و تدقیق ضروری ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿فَاَنْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً وَثُلَاتٍ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعْوِلُوْا﴾ (النساء ۳)

## یہی ترجمہ مقبول

تو عورتوں میں سے جو تم کو پسند آئیں دو دو تین تین چار چار سے نکاح کر لو پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ ان کے مابین بھی عدالت نہ کر سکو گے تو متکوحہ ایک ہی ہو یا لونڈیاں جو تمہاری ملکیت میں ہوں یہ بات نا انصافی سے بچنے کیلئے اقرب ہے۔

## وجہ استدلال

جملہ حلال اور پسندیدہ عورتوں میں سے صرف دو یا تین یا چار کے ساتھ نکاح کو حلال

ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ متعہ میں عورتوں کی تعداد متعین نہیں حتیٰ کہ ہزار عورتوں کی ساتھ بھی بیک وقت متعہ شیعہ صاحبان کے نزدیک درست ہے لہذا متعہ عورتیں مطاب لکم من النساء میں داخل نہیں ہو سکتیں اور نہ ہی عقد متعہ کو نکاح شرعی قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں آخری حد جواز چار ہے اور متعہ میں یہ حد نہیں۔

نیز اندیشہ نا انصافی اور عدم مساوات کا ہو تو اس صورت میں ایک عورت کے ساتھ نکاح حلال ہے یا لونڈیوں اور مملوکہ باندیوں پر اکتفا کا حکم ہے حالانکہ متعہ میں مساوات اور عدل و انصاف لازم نہیں لہذا اس کا استثناء بھی لازم تھا یعنی اگر نا انصافی کا خطرہ درپیش ہو تو نکاح نہ کرو بلکہ متعہ کر لو یا ایک پر اکتفا کرو یا پھر صرف مملوکہ باندیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو۔ علی الخصوص جب کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے بھی نان نفقہ وغیرہ میں نا انصافی ہو سکتی ہے اور لونڈیوں کا خرچ اور لباس وغیرہ بھی لازم ہے اس میں کوتاہی ہو سکتی ہے اور عقد متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور اس کی ادنی مقدار بھی متعین نہیں حتیٰ کہ ایک مٹھی گندم یا مسواک پر بھی متعہ ہو سکتا ہے لہذا اس میں نا انصافی اور ظلم و زیادتی کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم تھا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا لہذا اس کو نظر انداز کرنا اور صرف دو صورتوں پر اکتفا کرنا دلیل حصر و تخصیص ہے۔

لہذا اس آیت مبارکہ کا صریح مفہوم اور واضح معنی اس امر کی بنیاد پر ہے کہ قرآن مجید متعہ کی نفی کرتا ہے اور اس کو قطعاً جائز نہیں رکھتا۔

۲۔ ﴿وَلَيْسَتْ غِفِّفِ الدِّينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتَّىٰ يُغْنِيَهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ (النور ۳۳)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جن کو تم میں سے نکاح میسر نہ ہو ان کو عفت برتنی چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان

کاپہ افضل سے غنی کر دے۔

## فہرست دلال

نکاح کے لوازمات میں مہر کے ساتھ ساتھ نان و نفقہ اور لباس و رہائش کا بندوبست بھی داخل ہیں لہذا ان لوازمات کا متحمل نہ ہونے کی صورت میں عورتوں سے الگ رہنے اور خواہشات نفس پر قابو رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یسار اور وسعت مالی کا انتظار کرنے کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ متعہ میں قلیل ترین اجرت ہی سے کام چل سکتا تھا۔

نہ نان و نفقہ نہ لباس و پوشاک اور بستر وغیرہ کا بوجھ نہ مکان نہ رہائش کی کلفت ایسی صورت میں استعفاف اور پاک دامنی کا حکم اور خواہشات نفس پر کنٹرول اور زنا سے اجتناب کا حکم دینے کا کیا معنی؟ صاف صاف بتا دیا جاتا کہ نکاح کی طاقت نہ ہو تو متعہ کر لو اور اس کی طاقت نہ ہو تو کسی بھائی سے وقتی طور پر لونڈی بطور عاریت لے لیا کرنا لہذا ایسی ضرورت کے وقت بھی متعہ اور تحلیل فرج کا نام نہ لینا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ ان کا شرعاً کوئی وجود نہیں اور عند اللہ ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے۔

ملاحسن فیضی ”تفسیر صافی ج ۲ ص ۵۲“ میں لکھتا ہے۔

﴿المشہور فی تفسیرہا لیجتہدوا فی قمع الشهوة وطلب العفة بالریاضة لتسکین شہوتہم کما قال النبی ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجانہ﴾  
 شیعنی مترجم مقبول حاشیہ قرآن میں اس کا ترجمہ کرتے لکھتا ہے۔

”تفسیر صافی“ میں ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں یہ امر مشہور ہے کہ جن لوگوں کو نکاح کا سامان یا ذریعہ میسر نہ ہوا نہیں لازم ہے کہ شہوت کے قلع قمع کرنے میں بہت کوشش کریں۔ اور

طبیعت کے جوش کو ساکن کرنے کے لئے اور عقیف رہنے کے لئے زیادہ عبادت بجالائیں جب کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا اے نوجوانوں! تم میں سے جسے شادی کرنے کی استطاعت ہو وہ ضرور شادی کرے اور جسے اسباب نکاح میسر نہ ہوں تو اسے لازم ہے کہ روزے رکھا کرے کہ روزہ رکھنا قاطع شہوت ہے۔ (صفحہ نمبر ۵۶۵، حاشیہ نمبر ۵)

۳۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلاً أَنْ يَنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فِتْيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ فَإِنْ كُحُّوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ فَإِذَا أُحْصِنَ فَإِنَّ أَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (النساء: ۲۵)

شیعی ترجمہ مقبول

اور جو تم میں سے اتنا مقدور نہ رکھتا ہو کہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کر لے جو تمہارے قبضے میں ہوں اور اللہ تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے تم ایک دوسرے کے ہم جنس ہو پس ان سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرو اور ان کی مہر نیکی کے ساتھ ان کو دے دو (وہ) عقیفہ ہوں نہ بدکاریں اور نہ چوری چھپی آشنائی کرنے والیاں پھر جب وہ نکاح میں آجائیں اور بدکاری کریں تو ان کو آزاد عورتوں کی بہ نسبت آدھی سزا دی جائے گی یہ تجویز (یعنی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کا جائز رکھنا) ان کے لئے ہے جو تم میں سے زحمت تجرد سے ڈرتے ہیں اور صبر کرنا تمہارے لئے بہت ہی اچھا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

(مقبول ترجمہ، صفحہ نمبر ۹۷)

”العت“ کا ترجمہ زحمت و کد کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھتا ہے ”العت“ کے معنی ہیں اور لے کے اور ہڈی کے ٹوٹ جانے کے اور استعارۃً ہر مشقت اور ضرر کے لئے استعمال کیا جاتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ ایسے گناہ سے ڈرتا ہو جس کا ارتکاب غلبہ شہوت سے ہو جائے۔

## فہم استدلال

جس شخص میں آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی قدرت و استطاعت نہیں اس کے لئے مومن لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور مناسب اجرت اور حق مہر دے کر نکاح کرنا جائز رکھا گیا ہے تاکہ زنا کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ اگر متعہ یا بطور عاریت فرج کا استعمال ہالہ ہوتا تو قطعاً خوف زنا کے پیش نظر لونڈیوں کے ساتھ نکاح جائز نہ رکھا جاتا کیونکہ متعہ میں صرف اجرت لازم ہے اور عاریت الفرج میں اجرت بھی لازم نہیں بلکہ صرف مالک کا بار احسان ہے کہ میں نے اپنی لونڈی تجھ پر حلال کر دی اور بس۔ لہذا ان دونوں صورتوں کے جائز ہوتے اور لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے اور اجرت و حق مہر دینے کی پابندی کیوں ہوتی؟ متعہ میں اجرت دینا پڑتی ہے تو عقد میں بھی حرہ اور آزاد عورت کو لایا جاتا ہے نہ کہ لونڈی کو کہاں آزاد عورت کا مقام اور کہاں لونڈی جس کی نہ صحیح ترتیب و تہذیب نہ حرمت و عزت نہ معاشرہ میں کوئی خاص مقام اور پھر اولاد پیدا ہوگی تو لونڈی والے کی غلام ہو جائے گی اور بغیر قیمت ادا کئے ان کو آزاد نہیں کرا سکے گا ایسی صورت میں حرہ عورت کے ساتھ متعہ کا جواز بہت بڑی نعمت ہوتا جس میں سوائے اجرت کے کوئی خرچہ وغیرہ بھی لازم نہ ہوتا اور اولاد بھی رقیق و غلام نہ بنتی لہذا متعہ کا اگر نہ کرنا اور لونڈی کے فرج کا بطور عاریت حاصل کرنے کا ذکر بھی نہ کرنا جو نکاح اور حق مہر کے لہجہ سے زیادہ سودمند صورت تھی اس امر کا واضح و بین ثبوت ہے کہ متعہ اور عاریت فرج کا قرآن کی نگاہ میں کوئی جواز نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قطعاً یہ فعل جائز نہیں ورنہ ایسی مجبوری



اور اضطراب والے موقع پر اس کا ذکر ضرور کیا جاتا اور جب نہیں اور قطعاً نہیں تو معلوم ہوا کہ از روئے قاعدہ (السکوت فی معرض البیان بیان) حلال طریقے پر عقد کی دو صورتیں ہیں یا حرہ عورت کے ساتھ نکاح اور اس کی استطاعت نہ ہو تو کسی کی مومنہ لونڈی کے ساتھ نکاح اس کے علاوہ تیسری صورت عقد کی موجود نہیں ہے اور نہ حلال و روا ہے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

﴿وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ (النساء)

اور اگر صبر سے کام لو اور لونڈیوں سے نکاح بھی نہ کرو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے آزاد عورت سے تو نکاح کی طاقت نہیں تھی اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا بھی بہتر تا کہ اولاد رقیق اور غلام نہ بن جائے اپنی لونڈی ہوتی تو دوسروں کی لونڈی سے نکاح کی ضرورت نہ ہوتی لہذا نہ آزاد عورت سے نکاح نہ اپنی لونڈی موجود رہی دوسروں کی لونڈی سے نکاح والی صورت تو اس سے بھی اجتناب بہتر۔ تو ایسی صورت میں متعہ اور عاریت القرب جیسی آسان صورت اور نعمت خداوندی کا ذکر نہ کیا جانا اور صرف صبر کی تلقین کرتے جانا بھی اس امر کی بین دلیل ہے کہ وہ صورتیں شرعاً درست نہیں ہیں ورنہ ادھر ترغیب دلا کر زنا سے بچنے کی تلقین ضرور کی جاتی۔

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَأَجَلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ (النساء ۲۴)

اور ان حرام عورتوں کے علاوہ سب تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں کہ تم ان کی خواستگاری کرو اپنے مال خرچ کر کے در آنحالیکہ تم پاکدامنی حاصل کرنے والے ہو اور محض شہوت رانی تمہارا مقصد نہ ہو۔

وجہ استدلال

اس آیت مبارکہ میں محرمات کے علاوہ دیگر تمام عورتوں کا حلال ہونا بیان کر دیا گیا ہے

اس صورت میں کہ مال خرچ کر کے ان کی خواستگاری کی جائے لہذا جس عورت میں محض مال کا احوال کہہ دینا کافی سمجھا گیا ہو تو اس کی حرمت بھی واضح ہوگئی جس کو روافض نے عاریت یا طلاق کا نام دے رکھا ہے دوسرا اس خواستگاری کا مقصد احسان اور نفس کا تحفظ ہو محض مادہ کی طرف خالی کرنا اور فقط حرارت نطفہ سے تسکین حاصل کرنا مقصود نہ ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ عورت میں صرف اور صرف گرم پانی نکالنا اور اس کی حرارت اور بیجان سے تسکین حاصل کرنا مقصد نہیں ہے اور بالخصوص لواطت کا بھی یہی مقصد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ خود روافض کے نزدیک متعہ واجب احسان نہیں ہوتا ورنہ زنا کا مرتکب ہونے کی صورت میں اس کو رجم کیا جاتا حالانکہ ہزار بار متعہ کرنے کے باوجود اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں عورتوں کے ساتھ متعہ کے باوجود اس شخص کو زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جاسکتا اور اس طرح عورت سینکڑوں مردوں کے ساتھ متعہ کرے اور یہی عہد نہیں اس لئے بصورت زنا سنگسار نہیں ہو سکتی جب تک مستقل نکاح نہ کر لے لہذا واضح ہو گیا ہے کہ حصین میں وہی لوگ داخل ہیں جن کا مقصد نکاح شرعی کے قلعہ میں نفس کو پابند کر کے اسے عقیف بنانا ہو جیسا کہ محسنات میں بھی وہی عورتیں ہیں جو مستقل نکاح کے ذریعے اپنے آپ کو عقیف بنا چکی ہوں کنواری عورت خواہ جتنی مرتبہ زنا کرے اس کو رجم نہیں کیا جاسکتا اس کو صرف سو کوڑے ہی لگائے جائیں گے اور یہی حکم متعہ کا بھی ہے لہذا یہ لوگ مسافین میں داخل ہیں نہ کہ حصین میں۔ اور ﴿حُرْمَتُ عَلَیْکُمْ اَمْهَاتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ﴾ میں تحریم کا تعلق ان عورتوں کے نکاح کے ساتھ تھا لہذا ﴿اِحِلَّ لَکُمْ مَآوِزَآءُ ذٰلِکُمْ﴾ میں حلت کا تعلق بھی محسنات کے علاوہ دیگر عورتوں کے نکاح سے ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ نفی و اثبات قیود کی طرف راجع ہوتے ہیں لہذا حلال وہی نکاح ہوگا جو موجب احسان ہو اور متعہ ایسا عقد نہیں جو موجب احسان ہو لہذا حلت کا بھی اس سے تعلق نہیں ہو سکتا بلکہ صرف اور صرف نکاح دائمی ہی حلال ہے۔

ف: اسی ضمن میں ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾ کا معنی و مفہوم بھی واضح ہو جائے گا۔ کہ جب تمہارے لئے حق مہر کے ذریعے اور اموال صرف کے عورتوں کی خواستگاری اور ان سے نکاح حلال کر دیا گیا ہے تو اس حلال فعل پر عمل کی صورت میں مترتب نتائج واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم ان کے ساتھ نکاح کے ذریعے نفع اندوز ہو جاؤ اور ان سے لذت جماع حاصل کرو تو نکاح میں ان کو مقرر حق مہر پورا پورا وہ جو اللہ کی طرف سے فرض کیا ہوا ہے محض نکاح کے حلال ٹھہرانے پر تو مہر دینا لازم نہیں تھا بلکہ صرف نکاح سے بھی پورا مہر لازم نہیں آتا تھا جب تک حقیقتاً یا حکماً مباشرت نہ پائی جائے اس لئے فرمایا کہ جب تم نے ان سے نفع حاصل کر لیا ہے تو ان کو ان کا مقرر حق دو مثلاً زنا حرام ہے مگر جب کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا اس طرح نکاح محرمات کے ماسوا سے حلال ہے۔

اور مہر دینا لازم مگر اس وقت جب اس عقد سے کوئی منفعت بھی حاصل کر لے نہ کہ محض عقد سے پورا مہر لازم ہو جائے گا حتیٰ کہ اگر قبل از مباشرت طلاق ہو جائے تو نصف مہر لازم ہوگا۔  
 کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَيُصْفُ مَا قَرَضْتُمْ﴾ الحاصل اس آیت کریمہ میں ﴿أَجَلٌ لَّكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ﴾ پر مترتب ہونے والے ایک اور نتیجہ اور متفرع ہونے والے ایک اور حکم کا بیان ہے جس پر ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ کی فاء صراحت دلائی کر رہی ہے۔ یعنی جن عورتوں کے ساتھ حق مہر کے ذریعے نکاح تمہارے لئے حلال ٹھہرایا ہے۔ جب تم ان سے جماع کے ساتھ فتنع ہو جاؤ تو پورا پورا حق مہر ان کو دو یہی معنی اس آیت کریمہ کا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے جیسے کہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم اور نحاس نے اپنے نسخ میں نقل کیا ہے۔

﴿عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قوله تعالیٰ فما استمتعتم بہ

انہیں فانیوں اور جن فريضة "يقول اذا تزوج الرجل منكم المرأة ثم نكحها واحدة فقد وجب صداقها كله والاستمتاع هو النكاح وهو قوله واتوا النساء صدقاتهن نحلة" ﴿﴾

(تفسير درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کریمہ ﴿فما استمتعتم﴾ اللہ کی تفسیر میں یوں منقول ہے کہ جب تم میں سے ایک شخص عورت کے ساتھ عقد کرے اور پھر ایک دفعہ اس سے مباشرت کرے تو پورا حق مہر اسے ادا کرنا لازم ہوگا اور اس استمتاع سے مراد جماع و مباشرت ہے اور یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے اس دوسرے ارشاد کے بالکل مطابق ہے یعنی ﴿اتوا النساء صدقاتهن نحلة﴾ کہ عورتوں کو ان کے حق مہر بطور عطیہ دو۔

نوٹ:- شیعہ صاحبان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات کو بڑی اہمیت دیتے ہیں کیا ہم توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ روایت بھی شرف قبولیت پائے گی

سوال:- استمتاع کا لفظ جو قرآن مجید میں وارد ہوا ہے وہ عرف خاص اور اطلاقات شرع میں عقدہ کے معنی میں ہے اور اصل یہ ہے کہ کلمات قرآن کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لہذا حدیث کا ہر اقرار قرآن مجید سے ثابت ہو گیا

جواب اول:- بیشک اصل یہی ہے کہ کلمات قرآنی کو معانی شرعیہ پر محمول کرنا چاہیے لیکن اس وقت جب اس کا سیاق و سباق اس سے مانع ہو اور اس آیت کریمہ سے پہلے ﴿فُحْصِنِينَ﴾ اور ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ موجود ہے جو اس معنی کے منافی اور ممانع ہے جیسے کہ وجہ استدلال میں بیان کیا جا چکا ہے۔

جواب دوم:- معنی شرعی کا مراد ہونا خود شیعہ قواعد و ضوابط کے خلاف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اصل عقدہ کی صورت میں پوری اجرت ادا کرنی لازم ہو حالانکہ شیعہ مذہب میں عورت نے اپنے مرد کی خواہش پوری نہ کی اتنے دن کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی اور اگر

عورت اور اس کے اقارب رکاوٹ بنے رہے اور یونہی مدت عقد گزر گئی تو وہ عورت ایک پائی کی بھی حقدار نہ ہوگی جیسے کہ دوسری جگہ مفصل طور پر اسے بیان کیا گیا ہے اور اگر مباشرت اور جماع کے ذریعے تمتع اور نفع اندوزی مراد لی جائے تو یہ شرعی معنی نہیں بلکہ لغوی ہے لہذا جواز متعہ پر اس سے استدلال باطل ہو گیا رہا لغوی معنی کا مراد ہونا تو وہ نکاح دوام کے منافی نہیں ہے بلکہ اس میں بھی پورا حق مہر ادا کرنا اسی وقت لازم ہوتا ہے جب مباشرت حقیقی یا حکمی پائی جائے بلکہ نکاح دوام میں صرف ایک بار جماع سے پورا حق مہر ادا کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ متعہ میں محض ایک مرتبہ جماع سے پوری اجرت ادا کرنی لازم نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کے بعد عدا کو تاہی کرنے پر بقیہ اجرت کا استحقاق ختم ہو جائے گا تو اس طرح استمتاع مطلق پر اجرت و حق مہر کی ادائیگی کا لزوم نکاح دوام مراد ہونے کا مرجع بن جائے گا نہ کہ عقد متعہ مراد ہونے کا قرینہ مرجع۔

**سوال:** قول باری تعالیٰ میں ﴿لَمَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَاتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ﴾ وارد ہے اور اجرت کا لفظ حق مہر پر نہیں بولا جاتا اور نہ نکاح دوام میں اس کا استعمال ہوتا ہے بلکہ عوض مالی کو نکاح دوام کی صورت میں مہر یا صدقہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا اثابت ہوا کہ یہاں پر متعہ شرعی معنی میں ہے تو اس آیت کریمہ سے اس کا جواز ثابت ہو گیا۔

**جواب:** سراسر غلط تو ہم اور بے بنیاد شبہ ہے کہ لفظ اجرت حق مہر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ اس آیت کے ذرا بعد لونڈیوں کے ساتھ ان کے موالی کی اجازت سے نکاح کرنے کی رخصت دیتے ہوئے میں فرمایا۔

﴿فَأَنَّكَ خَوفُوهُنَّ بِيَاذِنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (النساء ۲۵) یعنی ان کے ساتھ ان کی موالی کی اجازت سے نکاح کر لو اور انہیں ان کی اجرتیں (حق مہر) معروف طریقہ پر ادا کر دو۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام سے بطور حکایت کلام مجید میں وارد ہے کہ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔



﴿إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِي  
(القصص)

میں یہ ارادہ رکھتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کروں  
اس شرط پر کہ تم آٹھ سال تک اپنی خدمات بطور اجرت (حق مہر) پیش کرو لہذا یہاں بھی حق مہر کو  
اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعبیر فرمایا گیا ہے نیز خود سرور عالم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
﴿إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّائِي آتَيْنَ أُجُورَهُنَّ﴾ (احزاب ۵۰)

اے نبی ﷺ ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال ٹھہرائی ہیں جن کی اجرتیں  
حق مہر آپ دے چکے لہذا انصوص قرآنیہ سے یہ دعویٰ باطل ہو گیا کہ حق مہر کو اجرت سے تعبیر  
کیا جاتا علاوہ ازیں مسلمہ قاعدہ ہے کہ علاقات مجاز میں جامعیت و واقعیت اور اطراء  
الکس ہوتا ہے جہاں ایک جگہ ایک علاقہ اور مناسبت کے تحت لفظ کو حقیقت کی بجائے مجازی  
معنی پر استعمال کیا جائے تو اس مناسبت کے تحت دوسری جگہوں میں بھی اس کو استعمال کیا جا  
سکتا ہے اور یہاں مجاز بالمشاکلت والا علاقہ موجود ہے جس طرح متعہ میں مرد کو عورت کے اندام  
کو استعمال کرنے کے عوض مال ادا کرنا پڑتا ہے نکاح میں بھی مال ادا کرنا پڑتا ہے تو اس  
دوہی مشاکلت اور مناسبت کے تحت اجرت کا لفظ حق مہر پر بھی استعمال ہو گیا لہذا اس میں  
التماع و امتناع کا تو ہم سر اسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

سوال :- حضرت عبداللہ ابن عباس ابن جبیر ابی ابن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ  
عمنہ نے اس آیت کریمہ کو اس طرح پڑھا ہے۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾

یعنی جن عورتوں سے مدت مقررہ تک استمتاع کرو اور مدت کا تعین صرف عقد متعہ میں  
ہے لہذا عقد متعہ قرآن مجید سے ثابت ہو گیا ملاحظہ اللہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین جلد ۲

صفحہ ۳۸۲ پر کہا۔

”وایں صریح است در ارادہ عقد متعہ“ و کذا فی مجمع البیان و برہان متعہ ص ۱۱۲

۱۶۔ تجلیات صداقت ص ۲۹۸۔

اور علامہ فتح اللہ کاشانی نے منہج صفحہ ۲۸۷ پر کہا ”در قراءت شاذہ ابن عباس و ابن مسعود و ابی ابن کعب و غیر ایشان چنین وارد است کہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ و ایں قراءت نص است بر صحت متعہ زیرا کہ ﴿أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ یعنی مدت معین در غیر متعہ نمی باشد۔

**جواب:-** اولاً یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید تو اتر کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اخبار احاد اور قراءت شاذہ کے ساتھ اس کا ثبوت نہیں ہو سکتا اور اس قراءت کا شاذ اور خلاف متواتر ہونا خود شیعہ علماء کے نزدیک مسلم ہے جس طرح کے عبادت مذکورہ بالا میں تصریح ہے اور قراءت شاذہ کا قرآن نہ ہونا بھی شیعہ علماء کے نزدیک مسلم ہے تو پھر اس استدلال کو نص قرآنی سے استدلال کہنا سراسر دھوکہ بازی ہے اور فریب کاری۔

## قرآن کریم صرف تو اتر سے ثابت ہوتا ہے

اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اسے ذرا مفصل بیان کرتا ہوں شیعہ علامہ ابو الحسن شعرانی نے تفسیر منہج الصادقین کے مقدمہ میں اس ضمن میں مفید اور کارآمد بحث کی ہے اور اپنے اکابر کی زبانی اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے لہذا قارئین کرام اس کی زبانی شیعہ نقطہ نظر سنیں

”علمائے اہل سنت و شیعہ متفق اند کہ قرآن باید کہ متواتر ثابت شود و آنچه در اخبار آحاد وارد باشد قرآن نیست“

یعنی علمائے اہل سنت اور علمائے شیعہ کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ قرآن تو اتر کے

یہ ثابت ہونا چاہیے اور وہ جو اخبار آحاد میں وارد ہوتا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔

علامہ علی کے تذکرہ باب القراءت اور نہایت الاصول اور دیگر علم کی کتب سے نقل کرتے ہوئے کہا۔

”گوید ایں قول است کسی اثبات قرآن را بخبر واحد جائز ندانست“ یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن اجماعی ہے اور کسی نے قرآن مجید کا خبر واحد کے ساتھ ثابت کرنا جائز نہیں سمجھا سید ابو العباس الاولیٰ نے ”تفسیر البیان“ کے مقدمہ میں کہا۔

﴿اعطى المسلمون بجميع نحلهم ومذاهبهم على ان ثبوت القرآن بحضور طريقة بالتواتر﴾ (مقدمہ شعرانی، صفحہ ۳۷۳)

تمام مذاہب اور مکاتب فکر کے علماء باہمی اختلاف و نزاع کے باوجود اس امر پر متحد و اتفاق ہیں کہ قرآن مجید کا طریقہ ثبوت صرف اور صرف تواتر ہی ہے اور یہ حقیقت بھی مسلم کہ الی ﴿اجل مُسَمًی﴾ قراءۃ شاذہ ہے تو ان دونوں مسلمہ امور سے واضح ہو گیا کہ نہ تو یہ لفظ قرآن ہے اور نہ اس پر مبنی استدلال قرآن مجید کے ساتھ استدلال ہو لہذا یہ کہنا کہ متعہ قرآن مجید کی نص ہے اس وقت ہے سراسر خود فریبی ہے اور مسلم فریبی۔

تایا اس قراءۃ شاذہ کا جو معنی و مفہوم شیعہ علماء نے لیا ہے یعنی عقد متعہ وہ قراءت متواترہ کی واردان کلمات ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ سے باطل ٹھہرتا ہے لہذا متواتر کے برعکس قراءت سے حکم کا اثبات کیونکر جائز ہو سکتا ہے جب کہ نافی اور موجب حرمت قطعی ہے اور قراءت کی ہے۔

حال عقد متعہ مراد لینا استمتاع کے لفظ پر مبنی ہو خوئی کی قراءت پر اجماع شیعہ کے قراءت ہے کہ محض عقد سے پوری اجرت لازم نہیں آتی اس لئے بھی یہ استدلال باطل ہو گیا۔

ابو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر حضرات سے اس قراءت کا منسوخ

ہونا ثابت ہے جیسے کہ درمنثور میں طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے مذکور ہے کہ پہلے پہل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى... حَتَّىٰ نَزَلَ هَذَا الْآيَاتُ﴾  
 “حرمت علیکم امہاتکم الی آخر الایۃ فنسخ الاولیٰ فحمت المتعہ  
 وتصدیقہا من القرآن الا علی ازواجہم او ما ملکتم ایمانہم وما سوی ہذا  
 الخرج فهو حرام” (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰)

یعنی ﴿إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کے اضافہ کے ساتھ (تا) حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ۔۔۔۔۔﴾  
 تو اس نے پہلی کو منسوخ ٹھہرا دیا اور متنعہ حرام ہو گیا لہذا یہ قراءت ثابت بھی ہو تو  
 منسوخ ہے اور متواتر نص جب منسوخ ہو تو اس سے استدلال درست نہیں تو شاذ اور منسوخ  
 قراءت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے اور اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی  
 ہے جس کو ابن ابی حاتم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ابتداء اسلام میں  
 جائز تھا اور قراءت یوں کی جاتی تھی۔

﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى، نَسَخْتُهَا مُحْصِنِينَ﴾  
 (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، ۱۳۹)

پھر متنعہ کو اس قول باری تعالیٰ ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرِ مُسَافِحِينَ﴾ نے نسخ کر دیا  
 مقصد اس عقد سے عزت و آبرو کا تحفظ ہو اور محض مادہ منویہ کا خارج کرنا مقصود نہ ہو۔ حالانکہ  
 بنیادی مقصد ہی یہی ہوتا ہے۔ لہذا ان دونوں روایتوں نے واضح کر دیا کہ یہ قراءت منسوخ ہے

## علامہ کاشانی کا انحراف اول

الغرض استدلال کے اس ضعف اور سقم کو ملحوظ رکھتے ہوئے علامہ کاشانی نے پلٹا کھا

ہر گاہ مثبت قرآن نباشد چہ مانع باشد از آنکہ باں حکمے ثابت شود و اما تعلیم بخبر واحد

یعنی قراءت شاذہ ہونے کی وجہ سے اگر وہ قرآن نہ ہو اور متعہ کا اثبات قرآن سے نہ ہو  
اسی اس قراءت سے حکم جواز ثابت کرنے میں کون مانع ہے (قرآن نہ سہی خبر واحد سہی) اور ہم  
اس صورت یعنی جواز متعہ میں خبر واحد پر قناعت کرتے ہیں مگر علامہ کاشانی صاحب کو جب یہ  
ہمال آیا کہ جب متواتر نص اس کے خلاف ہو اور ناخ ہو تو پھر اس کو خبر واحد کے درجہ میں سمجھنے  
اسے ہی استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے تو پھر دوسری قلابازی کھائی اور کہا۔

## علامہ کاشانی کا انحراف دوم

”مشروعیت آں درایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بروایت“

کہ متعہ کا جائز ہونا قیاس اور دلالت عقل سے ثابت ہے اور اس کا منسوخ ہونا مروی اور  
اقول اخبار سے ثابت ہے اور ہم دلالت عقل اور درایت و قیاس کو روایت اور خبر کی وجہ سے نظر انداز  
کریں گے الغرض نہ قرآن دلیل ہے اور نہ روایت و اخبار بلکہ شیعہ ملت کی عقل ہی متعہ کے جواز کی  
دلیل ہے باقی سب بہانے اور فریب کاریاں اور قرآن مجید کے کلمات طیبہ ﴿فما استمتعتم الی  
اہل مسمی﴾ اور ﴿اجورہن﴾ میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال درست نہیں ہے اور  
علامہ نے ائمہ کرام کی طرف سے اس طرح کے استدلال کی جو نسبت کی ہے جیسے تہذیب  
الکلام وغیرہ میں ہے تو وہ سراسر کذب و افتراء ہے اور خلاف حقیقت واقعہ۔



## علامہ ڈھکو صاحب کا انوکھا استدلال

اس آیت کریمہ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ سے نکاح مراد لیا جائے تو تکرار لازم آتا ہے کیونکہ اس سے پہلے ﴿فَإِنْ كُنْتُمْ لَا تَرْضَوْنَ مِنَ النِّسَاءِ مُشْنًى وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ کہہ کر نکاح کا حکم بیان ہو چکا ہے لیکن اس سے عقد متعہ مراد لیا جائے اس طرح ایک نیا حکم معلوم ہوگا۔ علماء معانی و بیان کا اتفاق ہے:

﴿التاسیس اولی من التاکید﴾ تائیس اور نئے معنی کو تاکید پر ترجیح ہوتی ہے۔  
 الجواب السدید بتوفیق اللہ المجید: قاعدہ مسلم کہ تاکیدی معنی بجائے نئے معنی والی صورت اولی ہوگی مگر اس طرح بھی اس کو متعہ کی حلت پر نص قطعی قرار دینا تو غلط ہو گیا علاوہ ازیں تائیس صرف عقد متعہ میں ہی منحصر کیوں ہے بلکہ پہلے محرمات کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان فرمائی پھر ان کے ماسواء کے ساتھ نکاح کا حق مہر کے بدلے جواز بیان کیا اور اس آیت کریمہ میں بطور تفریع عقد نکاح کے بعد استمتاع اور لطف اندوز ہونے کی صورت میں مہر کامل کا لزوم اور جلد از جلد اس سے سبکدوش ہونے کا حکم دیا اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ محض عقد متعہ سے شیعہ کے نزدیک اجرت لازم نہیں ہوتی بلکہ عقد کے بعد خود عورت یا اس کے اقربا دیدہ دانستہ اس شخص کو مباشرت کا موقع نہ دیں تو اس صورت میں عورت ایک پائی کی بھی حق دار نہیں ہوتی اور اگر چند دن موقع نہ دے تو اس کی اجرت کی حقدار نہیں ہوگی تو لامحالہ یہاں پر عملی طور پر ازدواجی منفعت کے حاصل کرنے پر حق مہر کے واجب الادا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے نہ عقد متعہ کا۔

مفسرین اہل سنت نے یہی تفسیر کی ہے۔

امام سیوطی نے درمنثور میں اور امام ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اقوال کے ضمن میں مجاہد کا قول نقل کیا ہے لیکن اس کو ضعیف اور مرجوح تفسیر قرار دیا ہے درمنثور کے حوالہ جات گزر چکے

اس آیت کی تفسیر روایات کے حوالہ سے متعہ والے معنی کا ابطال کیا گیا ہے لہذا اس قسم کے اقوال کی تردید ہے۔ تفسیری قول وہی معتبر ہوگا جس کی تائید آیت کریمہ کے سیاق و سباق سے ہو۔ امام سید محمود آلوسی بغدادی نے روح المعانی میں فرمایا۔

﴿هذه الآية لا تدل على محل والقول بانها نزلت في المتعة غلط في تفسير البعض لها بذلك غير مقبول لان نظم القرآن ياء باه حيث بين سبحانه اولا المحرمات ثم قال عز شأنه (واحل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا ماوراءكم) وفيه شرطه بحسب المعنى فيسطل تحليل الفرج واعارة وقد قال بها الشيعة لم قال تعالى "محصنين غير مسافحين" وفيه اشارة الى النفي عن كون الفرج مجرد قضاء الشهوة وصب الماء واستفراغ او عية المنى فبطلت المتعة بهذا القيد الخ﴾

یہ آیت کریمہ متعہ کی حلت پر دلالت نہیں کرتی اور یہ دعویٰ کہ یہ متعہ کے حق میں نازل ہوا ہے اور بعض کا اس کی متعہ کے ساتھ تفسیر کرنا ناقابل قبول ہے کیونکہ قرآن کریم کی ہر آیت اور لفظ و ترتیب اس تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے محرمات کو بیان کیا پھر ان کے ماوراء کی حق مہر کے عوض حلت بیان فرمائی جس میں باعتبار معنی کی شرطیت پائی گئی ہے کہ مال کا مالک ہو اور اس سے متعہ کا نظریہ تحلیل اور عاریت فرج باطل ہو گیا کیونکہ وہ مفت ہے اور اللہ اور اللہ کا ہوتا ہے پھر فرمایا کہ احصان مقصود ہو محض قضاء شہوت، مادہ منویہ کا اخراج اور مالک منویہ کو خالی کرنا مقصود نہ ہو تو اس قید سے متعہ باطل ہوگا کیونکہ اس کا مقصد گھر آباد کرنا اور اولاد کا حصول اور عزت و آبرو کا تحفظ۔ اسی لئے متعہ والی عورت ہر مہینہ نئے خاوند کی تلاش میں ہوتی ہے اور ہر سال نئے نوے خاوند کی گود میں۔ اسی لئے شیعہ صاحبان کو بھی اگر متعہ کے بعد اگر وہ شخص زنا کرے تو اس پر سنگساری کی سزا لگائی نہیں ہوگی ورنہ

نکاح دوام میں ایک مرتبہ مجامعت کر لینے کے بعد زنا کی صورت میں سنگسار کر دیا جائے گا

﴿ثم فرع سبحانه على حال النكاح قوله عز من قائل (فاذا استمتعتم) وهو يدل على ان المراد بالاستمتاع هو الوطى والدخول لا الاستمتاع بمعنى المتعه التي يقول بها الشيعة.﴾

پھر اللہ تعالیٰ نے حالت نکاح پر بطور تفریع وطی اور مجامعت کا ذکر فرما کر اس کا لازمی نتیجہ بیان فرمایا یعنی مہر کامل کا لزوم اور وجوب الاداء نہ وہ متعہ جس کے شیعہ قائل ہیں (ورنہ ایک ہی آیت میں تعارض پیدا ہو جائے گا) پہلا حصہ ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ متعہ کو حرام ٹھہراتا ہے اور آخری اگر اس کو جائز کر دے تو صریح تعارض و تناقض پیدا ہوگا اور وہ بھی ایک ہی آیت میں جس کو کوئی شخص بھی جائز اور ممکن نہیں سمجھ سکتا اور اسی لئے علامہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ متعہ اور نکاح کے متعلق وارد دونوں تفسیروں میں اولیٰ و انصب بلکہ صحیح صواب نکاح والی تفسیر ہے اور جماع و مباشرت دالی کیونکہ قرآن و حدیث کی رو سے نکاح اور ملک یمین کے علاوہ سب صورتیں عقد و جماع کی ممنوع اور حرام ہیں۔

﴿قال ابو جعفر اولی التاویلین فی ذلک والصواب تاویل من تاویلہ.﴾

### علامہ ڈھکو صاحب کی فریاد

”قابل غور بات یہ ہے کہ جب اوائل اسلام میں متعہ کے جواز پر سب اہل اسلام کا اتفاق ہے تو اگر اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہ ہو تو پھر دوسرے مسلمان ہی بتلائیں کہ یہ جواز کس دلیل پر مبنی ہے؟ (تجلیات صفحہ ۲۹۸)

﴿الجواب الصواب بتوفیق ملہم الصدق والسداد:﴾

ڈھکو صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شراب بھی ابتدائے اسلام میں حلال تھی اور سب

اس کا ثبوت ہے تو اس کا جواز کوئی آیت سے ثابت کیا گیا تھا مدینہ منورہ میں قبلہ بیت المقدس کا ہونا اس کی دلیل کوئی آیت تھی۔ لہذا ہر کام صریح آیت سے ثابت کرنا لازم نہیں ہے بلکہ احادیث سے بھی حلت و حرمت ثابت ہوتی ہے اور وہ بھی مدار احکام ہیں تو منع حلال ہونا بھی احادیث سے ثابت ہے اور اس کا حرام ہونا قرآن مجید اور حدیث سے بھی ثابت ہے جس طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ثابت اور اس کا منسوخ ہونا قرآن مجید سے بھی اور سنت سے بھی ثابت ہے۔

نیز واقعہ یہ ہے کہ عقد متعہ دور جاہلیت سے چلا آ رہا تھا سرور عالم ﷺ نے اس کو باطل فرمایا۔ منع نہ ٹھہرایا جس طرح شراب نوشی کی عادت دور جاہلیت سے چلی آ رہی تھی اسلام میں اس کو لٹوری طور پر منع نہیں کیا گیا بلکہ تدریجا اور آہستہ آہستہ اس کو ممنوع قرار دیا علاوہ ازیں قانون اور قاعدہ یہ ہے کہ حلت محتاج دلیل نہیں کیونکہ اصل اشیاء میں اباحت ہوتی ہے بلکہ حرمت محتاج دلیل ہوا کرتی ہے لہذا دوسرے مسلمان تو یہی سمجھتے ہیں اور یہی بتلاتے ہیں کہ حلت اباحت اس کی وجہ سے ثابت تھی اور ابتداء اسلام میں اس سے تعرض نہ کرنے کی وجہ سے مگر ڈھکوسا حدیث سے تسلیم کریں بھی تو ورنہ بتلانے کا فائدہ کیا؟

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَاجِهِمْ حَافِظُونَ. إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ كَافِرُونَ﴾۔  
(مومنون ۷، ۶، ۵۔ المعارج ۳۱، ۳۰، ۲۹)

میں ہی ترجمہ مقبول

اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں سوائے اپنی ازواج کے یا اپنے ہاتھ کے مال (لوٹنیاں) کہ اس کی صورت میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں پس جو اس کے سوا خواہ

کرے پس وہی تو زیادتی کرنے والے ہیں۔

## وجہ استدلال

اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے والے اہل ایمان کے اوصاف کمال گنواتے ہوئے یہ صفت بھی بیان فرمائی کہ وہ مومن فلاح پائیں گے جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھنے والے ہوں گے اور ان کو استعمال کریں گے تو صرف اور صرف اپنی زوجات اور لونڈیوں میں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بطور عاریت لی ہوئی عورت کو زوجہ کہہ سکتے ہیں یا مملوکہ؟ قطعاً نہیں لہذا اس تحلیل و عاریت کی صورت بھی واضح ہوگئی اور اس طرح ممتوعہ عورت کو مملوکہ اور لونڈی نہیں کہہ سکتے اور یہ بالکل واضح ہے زوجہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں اگر نظر صحیح سے کام لیں اور عقل سلیم اور فہم مستقیم کو بروئے کار لائیں تو اس میں بھی تردد کی گنگناش نہیں کہ ممتوعہ کو زوجہ نہیں کہہ سکتے جس کے کئی وجوہ ہیں ممتوعہ زوجہ نہیں 1۔ زوجیت کے لوازم میں میراث طلاق عدت نفقہ لباس اور سکنی وغیرہ اور ممتوعہ میں ان میں سے کوئی بھی متحقق نہیں اور انتفاع لوازم انتفاء موزوم کی دلیل و علامت ہوتا ہے لہذا اثابت ہوا کہ ممتوعہ زوجہ نہیں ہے۔

**نوٹ:** مفصل بحث ممتوعہ اور منکوحہ کے وجوہ کے فرق کی اور ممتوعہ میں لوازم زوجیت کی نفی کی بعد میں ذکر کی جائے گی۔

2۔ قرآن مقدس میں زوجہ کا لفظ جہاں بھی وارد ہوا دائمہ نکاح و ارتباط کے معنی میں ہی مستعمل ہوا ہے مثلاً ﴿يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ﴾ میں حضرت حوا علیہا السلام کو زوجہ کہا گیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لَأَزْوَاجَكُمْ وَبَنَاتِكُمْ وَنِسَاءَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ میں بھی پردہ کا حکم نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات بنات طہبات اور مومنین کی ازواج و نساء کے لئے ہے



یہاں کی دوسری معنی کا تصور نہیں ہو سکتا۔

﴿وَلَا تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُمْ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا﴾ (الاحزاب ۵۳)

میں بھی فقط یہی معنی مراد ہے۔

﴿وَلَا يَحْسَبُهُمْ بِحُورٍ عَيْنٍ﴾ (الدخان ۵۴) میں بھی دائمی ارتباط اہل جنت کا حور عین سے

﴿فَلَمَّا فَوَّضَ زَيْنَدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَا كَهَا﴾ (الاحزاب ۳۷)

میں بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت زید بن حارثہ کی طرف سے طلاق کے بعد آنحضرت ﷺ کے ساتھ دائمی نکاح میں دینے والا معنی مراد ہے الغرض کلام مجید میں حور عین پر زوجہ کا اطلاق اور مردوں کے ساتھ تزویج کا استعمال نکاح دائم میں ہی ہے اور محاورات میں بھی ایک دفعہ جماع یا ایک دن کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کو زوجہ کہنا ثابت نہیں ہے یہاں بھی وہی متعارف معنی مراد ہوگا اور شرمگاہوں کے ازواج کے اور باندیوں کے علاوہ استعمال کی لٹی اور صرف ان میں استعمال کے حصر کی وجہ سے متعہ اور عاریت الفرج وغیرہ کی صورت واضح ہو جائے گی۔

ابو جعفر کتب میں منقول اقوال ائمہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ متعہ عورتیں مستاجرات ہیں اور اقوال امام اور لونڈیوں کے ہیں (تہذیب الاحکام جلد ۷ صفحہ ۲۵۹) پر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿تزوج منهن الفافا نهن مستاجرات -- --﴾ متعہ عورتوں سے ہزار کے ساتھ عقد متعہ کر لو کیونکہ وہ اجرت پر لی ہوئی ہیں اور امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ﴿وانما هي مستاجرة قال وعدتها خمسة واربعون ليلة -- --﴾ متعہ عورت اجرت پر لی ہوئی اور اس کی عدت پینتالیس دن ہے۔ اور ابو جعفر طوسی سے منقول ہے ﴿لاباس بان يتمتع الرجل متعة ما شاء لا نهن

بمنزله الاماء“ ﴿ (تہذیب جلد ۷ ص ۲۵۶) الغرض جب وہ مستاجرہ ہیں اور لونڈیوں کی مثل تو ان کو ازواج میں داخل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی حقیقی لونڈیاں ہوتیں تو ان کی بیع و شراء اور ہبہ و اعتاق وغیرہ درست ہوتا جب وہ نہیں تو از روئے حکم لونڈیوں میں داخل ہو گئیں اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ لونڈیوں کا حکم الگ ہے اور ازواج کا حکم الگ ہے لہذا ایک قسم کو دوسری قسم میں داخل کرنے کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا تو قطعاً ثابت ہو گیا کہ متوعات ازواج نہیں ہیں اور مملوکہ باندیاں بھی نہیں جیسے کہ حصر کا مقتضاء مدلول ہے۔

**سوال :-** یہ آیت جن دوسورتوں میں موجود ہے وہ دونوں مکی ہیں اور متعہ بقول اہل سنت خیر کے موقع پر حرام کیا گیا یا او طاس اور فتح مکہ کے سال لہذا مکی آیت سے حرمت متعہ پر استدلال غلط ہو گیا۔

**جواب اول :-** مکی و مدنی کے اندر اصطلاحات کئی طرح کی ہیں ایک یہ ہے کہ جو ہجرت سے قبل نازل ہوئیں وہ مکی اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں وہ مدنی دوسری جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں وہ مکی اور جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں وہ مدنی تیسری جن میں خطاب کفار اور اہل مکہ سے ہے وہ مکی خواہ مدینہ منورہ میں ہی نازل کیوں نہ ہوئی ہوں اور جن میں خطاب اہل ایمان سے ہے وہ مدنی ہیں خواہ مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہوئی ہوں ان دونوں آیات میں اہل ایمان مخاطب ہیں اور ان کی فلاح و بہبود اور اخروی کامیابی کا بیان ہے اگرچہ بصورت خبر ہے لہذا دوسری اور تیسری اصطلاح کے مطابق ان آیات و سورتوں کا مکی ہونا متعہ کی حرمت کے خلاف نہیں۔ مثلاً مکہ مکرمہ میں فتح مکہ کے موقع پر ان آیات کا نزول ہو تو آیت مکی بھی ہو گئیں اور متعہ کی حرمت بھی واضح ہو گئی پھر الذین ہم للزکوۃ فاعلمون کا ذکر بھی اس کا مؤید ہے کیونکہ زکوۃ کی فرضیت مدینہ میں نازل ہوئی اور ہجرت کے بعد۔ لہذا پہلی اصطلاح کے مطابق آیات کو مکی ماننے کی صورت میں زکوۃ کا حکم بھی قبل از ہجرت ماننا پڑے گا جو خلاف واقعہ و حقیقت ہے۔

جواب دوم۔ اگر پہلی اصطلاح کے مطابق بھی ان دونوں آیات کو کی تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ ہے کہ آیات کے کی ہونے سے حکم کا بھی کی ہونا ضروری نہیں بعض آیات مکہ ہیں مگر حکم ان کا مدنی ہے اور بعض آیات مدنی ہیں مگر حکم کی ہے۔ دیکھیے وضو کی فرضیت جس آیت کریمہ سے لیا گیا ہے وہ مدنی ہے حالانکہ کہ حکم کی ہے کیونکہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر ہوئی تو اسی وقت سے فرض تھا نہ کہ پہلے بلا وضو نماز جائز رہی اور بعد ازاں وضو فرض کیا گیا اسی طرح آیت الجمعہ مدنی ہے حالانکہ فرضیت جمعہ کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل ہوا اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت کی صورتوں میں موجود ہے حالانکہ حکم مدنی ہے اور اس کی ادائیگی اور وصولی صرف مدینہ منورہ میں ہوئی اسی طرح ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ (القمر ۴۵) مکہ ہے لیکن عملی طور پر اس کا ظہور بدر کبریٰ میں ہوا وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح ان آیات میں مکی ومدنی کا پہلا معنی مراد لے لیں تو بھی نزول مقدم ہے مگر حکم  
 اور اسی میں یہ مرثدہ اور خوشخبری دینا مقصود ہے کہ موجودہ فقر و فاقہ اور ظاہری مغلوبیت  
 کو نہ دیکھو پس وہ وقت آیا چاہتا ہے جب تم غنی اور صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ دینے کے  
 اور جہاد و قتال کا حکم ملے گا نصرت و فتح حاصل ہوگی اور تمہارے پاس ان  
 دولتوں کا ہونا وغیرہ ہوں گی تمہاری دنیوی عزت و وجاہت بھی درجہ کمال پر ہوگی اور اخروی  
 نجات بھی تمہارا مقدر ہوگی اور دنیا و آخرت میں فائز المرام اور کامیاب و کامران صرف  
 (تفسیر الاتقان ج ۱ ص ۳۱)

اور ذرا انصاف سے کام لیتے ہوئے بتلائیے کہ ہجرت سے قبل کس صحابی کے پاس  
 انہیں بلکہ کتنے صحابی تھے جو خود کفار کے غلام تھے یا مثل غلاموں کے مغلوب و مقہور۔ لہر  
 سال ظاہر کے یہ حکم مدنی ہے اگرچہ آیتیں مکی ہیں۔

جواب دوم :- بطور الزام اور جدل کہا جاسکتا ہے کہ ﴿اِنَّ ذَالْقُرْبٰی حَقُّہٗ﴾

آیت مکیہ ہے اور اس کا معنی روافض کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت سیدہ زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فدک دے دو حالانکہ وہ ہجرت کے ساتویں سال بعد ہاتھ آیا لیکن اس کا حکم پہلے مکہ میں نازل ہو گیا اگر فتح خیبر سے قبل فدک کا حکم نازل ہونے میں حرج نہیں تو غزوہ خیبر میں متعہ کی حرمت کا اعلان مکہ میں نزول حکم کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟

الغرض ان ازواج میں متعہ عورت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی حلت ثابت ہوتی ہے بلکہ حصر نے اس کی حرمت کو واضح کر دیا۔

### عقد متعہ کے احکام قرآن میں مذکور نہیں

قرآن مجید نے صرف نکاح کو مباح قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مفصل احکام، تعداد ازواج، طلاق، عدت، نفقہ، سکنی، ظہار، لعان، ایلاء اور وراثت وغیرہ صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں اگر متعہ عورت بھی منکوحہ ہوتی اور ازواج میں داخل ہوتی تو لامحالہ اس کے احکام بھی بیان کئے جاتے آخر کوئی عقل مند آدمی یہ کیسے تصور کر سکتا ہے کہ منکوحات کی ایک قسم اور ازواج کی ایک صنف کا تو مکمل بیان کلام مجید میں ہو لیکن دوسری قسم کا سرے سے کوئی ذکر نہ ہو بلکہ ذاتی مملوک باندیوں اور منکوحہ باندیوں کے احکام بھی مذکور ہوں مگر اس حرہ اور آزاد عورت کا کوئی حکم مذکور نہ ہو تو لازمی طور پر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ لفظ نکاح اور زوجہ عقد متعہ اور متعہ عورت کو شامل نہیں ہیں الغرض قول باری تعالیٰ ﴿إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ﴾ میں متعہ والی عورت قطعاً داخل نہیں لہذا اس کی حرمت اس فرمان باری تعالیٰ سے واضح ہو گئی۔

آئیے ہم آپ کو مفصل وجوہ فرق بتلاتے ہیں اور اس کے بعد آپ کی عقل سلیم اور فہم مستقیم سے ہی انصاف و دیانت کا واسطہ دے کر یہ سوال کرتے ہیں کہ عقد متعہ قرآن میں ہے تو دوسرے احکام کہاں ہیں اور علیم و حکیم اور رحمن و رحیم خدائے کریم نے ان بیچاروں کو نظر انداز کیوں کیا ہے؟





اور نہ ہی تہمت لگانے کی صورت میں لعان تاکہ مرد کا صدق یا عورت متعہ کی براءت ثابت ہو اور مرد حد قذف برداشت کرے یا عورت حد زنا۔ کیونکہ یہ تو ہے عزت کے تحفظ کے لئے اور ان دونوں کی عزت شیعہ شریعت میں ہے ہی نہیں لہذا لعان نہ ہوگا۔ (برہان صفحہ ۶۳)

۴۔ متعہ کے ذریعے اولاد پیدا ہو تو والد کے وارث ہوں گے بشرطیکہ والد ان کے اولاد ہونے کا تسلیم کرے اور اگر انکار کرے کہ یہ میرے نہیں ہیں تو وارث نہیں ہو سکیں گے اور لعان کے ذریعے والدین کا سچ جھوٹ اور نیکی بدی معلوم کرنا بھی درست نہیں خواہ متعہ فاحشہ نہ ہو ”اگر نفی ولد کند حاجت بلعان نیست“ (برہان المتعہ صفحہ ۶۴)۔

”اگر آن زن متعہ باشد یا کنیز بجز دگفتن شوہر فرزند آں فرزند بر طرف می شود محتاج بلعان نیست“ (جامع عباسی صفحہ ۱۵۵، ۱۷۵)

لیکن دائمی ہو تو خواہ عورت فاحشہ ہی کیوں نہ ہو لعان کے بغیر اولاد کی نفی قابل تسلیم نہیں ہوگی و بجز دآں کہ زن باشد شوہر نمی تواند گفت کے فرزندے کہ از و حاصل شدہ باشد فرزند نیست و فرزند آں فرزند بر طرف شود اگر زن دائمی باشد مگر آنکہ در میان زن و شوہر لعان واقع شود۔ (جامع عباسی صفحہ ۵۵)

5۔ مرد خواہ ہزار عورت سے متعہ کرے مگر وہ محض نہیں لہذا زنا کی صورت میں سنگسار نہیں کیا جائے گا اور اس طرح متعہ کرنے والی عورت جتنی دفعہ چاہے متعہ کرے وہ محضہ نہیں لہذا زنا کرنے پر سنگساری سے محفوظ رہے گی صرف سو کوڑے والی سزا عائد ہوگی قال (ابو عبد اللہ جعفر صادق) لا یرجم الغائب عن اہلہ ..... ولا صاحب متعہ

(الاستبصار ج ۲ ص ۲۰۶)

جبکہ نکاح دائم کی صورت میں زنا کا ارتکاب ثابت ہو تو مرد ہو یا عورت ان کو سنگسار کر دیا جائے گا لہذا واضح ہو گیا کہ متعہ مثل نکاح کے نہیں ہے۔

۱۱۔ عورتوں کی تعداد معین نہیں ہزار سے بھی کر سکتا ہے (جبکہ نکاح چار سے زائد عورتوں کے ساتھ ہونا جائز نہیں) لہذا متعہ والی مثل لونڈیوں کے ہوئی کیونکہ ان میں بھی تعداد معین نہیں جبکہ اپنی طرف سے عورتوں (مٹج الصادقین و برہان و استبصار) وغیرہ

۱۲۔ عورت کا حمل ظاہر ہو جائے تو بھی نفقہ واجب نہیں

(مختصر توضیح المسائل ص ۳۵۸، ۳۵۷) ”زنی نے کہ صیغہ شدہ اگر چہ آہستہ شود حق خرجی

۱۳۔ (جبکہ نکاح کی صورت میں حاملہ کے لئے دوران عدت نفقہ و سکنی لازم ہے مطلقہ ہو یا عدت و ولادت میں ہو) (تختہ العوام صفحہ ۲۹۹) نفقہ زنی کے طلاق رجعی دادہ باشد و هنوز از عدت عدت و ولادت باشد لازم است و آیا در عدت و وفات نفقہ زن واجب است مجتہدین را دریں مسئلہ دو قول است۔  
(جامع عباسی صفحہ ۱۶۱)

۱۴۔ عدت کی مدت منقطع ہونے کی صورت میں عورت متمتعہ کا اسی گھر میں رہنا لازمی نہیں جہاں ہاں عدت گزار سکتی ہے لیکن نکاح کی عدت میں وہی رہنا لازم ہے۔ (برہان صفحہ ۷۰) اس سے ظاہر ہے کہ متعہ مثل نکاح نہیں۔

۱۵۔ اصول :- بلکہ بعض صورتوں میں وہ عورت متعہ کرنے والے کے ہاں عدت گزار سکتی ہی نہیں بلکہ عقد ہی چوری چھپے ہو سکتا ہے لہذا ایام متعہ میں بھی عقد متعہ کے مقاصد کا حصول بڑی اہمیت سے کام لے کر ہی ہو سکتا ہے چہ جائیکہ عدت وہاں رہ کر پوری کر سکے۔

۱۶۔ اصل کے نزدیک عورت متمتعہ امور مستحبہ کی ادائیگی میں متمتع کی اجازت حاصل کرنے کی پابند نہیں بلکہ جب چاہے زندہ یا فوت شدہ اقارب کی زیارت کرنے چلی جائے مستحب روزے رکھ لے نمازیں ادا کرنے اور قسم و نذر وغیرہ کے معاملات میں خود مختار ہے اگرچہ احوط یہ ہے کہ اجازت حاصل کرے (برہان صفحہ ۶۴) جبکہ نکاح میں اجازت حاصل کرنا لازم ہے۔

۱۷۔ متعہ زنا اور بدکاری کے ساتھ مشہور و معروف ہو تو بھی متمتع اس کو پابند نہیں کر سکتا جدرہ

چاہے آئے جائے لیکن نکاح کی صورت میں اس پر کڑی نگرانی کرنی پڑے گی۔ ﴿الرجل  
یتزوج الفاجرة قال لا باس وان كان التزويج فليحسن بابہ﴾

(استبصار۔ ص ۷۸)

**اقول:-** علی الخصوص جب عقد متعہ میں گواہ ہی نہ ہوں اور والدین کی اجازت ہی نہ ہو بلکہ وہ  
اسے کنواری سمجھے ہوئے ہوں تو امور مستحبہ کی ادائیگی سے روکنے کی یاد دوسری پابندیاں عائد کرنے  
کی اس متمتع میں قدرت ہی کیسے ہو سکتی ہے۔

11۔ متمتعہ عورت نہ متعہ کرنے والے کی وارث بنتی ہے اور نہ ہی یہ اس کا وارث بنتا ہے ”لا تریثہ  
﴿ولا تورث وانہا مستاجرہ .....﴾“ (استبصار صفحہ ۸۰) کیونکہ وہ محض اجرت اور  
کرایہ پر لی ہوئی عورت ہے جبکہ نکاح میں خاوند بیوی کا اور بیوی خاوند کی وارث بنتی ہے (منہج  
الصادقین جلد ۲ صفحہ ۴۹۶) پس زن متمتعہ کا سوائے زرمہر کے اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں۔

(تحفۃ العوام صفحہ ۲۹۹)

اور جامع عباسی صفحہ ۱۱ میں ہے ”میراث نمی برد و اگر در عقد متعہ شرط میراث بردن کند  
آیا میراث می برد یا نہ خلاف است“ اگر عقد متعہ میں وارث ہونا شرط بھی کیا جائے تو بھی ورثہ  
دلانے میں اختلاف ہے اور اگر شرط نہ ہو تو پھر وارث بالکل ثابت نہیں ہوتی۔

12۔ متعہ کے لئے عورت کا مسلمان ہونا ضروری نہیں بلکہ نصرانی یہودی بلکہ مجوسی عورتوں کے  
ساتھ بھی جائز ہے ”جب کہ نکاح کے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے“ (استبصار صفحہ ۹۷)

13۔ نکاح دوام میں دو گواہ مسنون ہیں از روئے تادیب و شفقت بر اولاد تاکہ ان کی نفی کر کے ان کو  
وراثت سے محروم نہ کر سکے ﴿سن رسول اللہ ﷺ فی ذلک الشاہدین تا دینا و نظر  
الان لایسکر۔۔۔﴾ (استبصار صفحہ ۱۵ جز ثالث) جبکہ متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں ہے  
”گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در نکاح دائم سنت است“ (جامع عباسی صفحہ ۱۱۷)

۱۰۱۔ ۱۰۲۔ کا عقد متعہ بغیر اذن والدین درست ہے جبکہ نکاح والد کی اجازت کے بغیر درست نہیں۔ (عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا تزوج ذات اقرباء من الاکبار الا باذن ابیہا) (استبصار صفحہ ۱۲۶ جز ثالث) اسی مضمون کی متعدد روایات اس عنوان کے تحت درج کی ہیں۔

(باب لا تتزوج البکر الا باذن ابیہا) اور یہ بھی مروی ہے ﴿فکتبوا لہم من النکاح ما یحبون﴾ (ابو الحسن نے سائل کا سوال دیتے ہوئے لکھا ”دائمی نکاح ولی اور دو عورتوں کے بغیر نہیں ہوتا“)

۱۰۳۔ ۱۰۴۔ متعہ کے انقطاع پر گواہ قائم کرنے کی ضرورت نہیں جب کے طلاق کے لئے دو عادل عورتوں کا موقع پر موجود ہونا اور طلاق کے الفاظ سننا لازمی ہے ورنہ طلاق واقع ہی نہ ہوگی۔

۱۰۵۔ ۱۰۶۔ مرد و عورت طلاق دادن دو عادل حاضر باشند و بشنوند بیکبار اگر حاضر باشند یا آنکہ ہر دو حاضر نہ ہوں یا آنکہ ایک عادل بشنود یا عادل نباشند صحیح نیست پانزدہم دو عالم مرد باشند چہ شنیدن عادل عادلہ در طلاق معتبر نیست“ (جامع عباسی، صفحہ ۱۶۶)

وقت طلاق میں دو عادل مردوں کا موجود ہونا ضروری ہے اور دنوں کا بیک وقت سننا ضروری نہیں۔ (ابو یوسف مرد موجود نہ ہوں یا بیک وقت نہ سنیں یا صرف ایک عادل سنے دوسرا نہ سنے یا عادل نباشے تو طلاق صحیح نہیں ہوگی فقط عادلہ عورتیں طلاق کے الفاظ سنیں یا ایک مرد اور دو عورتیں تو طلاق صحیح نہیں ہوگی لیکن بیچاری ممتوعہ کے لئے انقطاع مدت متعہ اور وقوع فرقت کے لئے طلاق صحیح نہیں ہوگی۔) (ابو یوسف مرد کی موجودگی بھی نہ لازم ہے نہ مسنون لہذا اثابت ہوا کہ ممتوعہ زوجہ کی مثل نہیں ہے بلکہ عورت کی مثل ہے چاہا تو وطی کر لی چاہا تو علیحدگی اختیار کر لی۔)

۱۰۷۔ ۱۰۸۔ عورت پر خاوند کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن عدت وفات لازم ہے اور نئے متعہ یا نکاح عدت سے دور رہنا ضروری ہے مگر بایں ہمہ اس کے لئے نہ خرچہ ہے اور نہ ہی میراث

میں حصہ جبکہ منکوحہ کے لئے میراث میں حصہ بھی ہوگا اور حمل کی صورت میں نفقہ بھی ملے گا (فتاویٰ العوام صفحہ ۲۹۹) پس زن متعہ کا سوائے زرمہر اور کوئی حق ذمہ شوہر کے نہیں ہے نفقہ حاملہ کے بعد وفات شوہر کے کچھ نہیں بنا بر روایت مشہورہ کے اور بنا بر ایک روایت کے حصہ ولد میں ہوگا۔

لہذا ثابت ہوا کہ متعہ منکوحہ کی مثل نہیں جبکہ لونڈی منکوحہ بلکہ مملوکہ موطوءہ کے لئے بھی چار ماہ دس دن عدت وفات ہے (جامع عباسی صفحہ ۱۲۹) لیکن نفقہ ان کو دینا ثابت ہے تو یہ کہ متعہ لونڈیوں کی مثل بھی نہیں چہ جائیکہ زوجات میں شامل ہو۔

17۔ متعہ والی عورت سے عارضی خاوند کا عزل کرنا درست خواہ وہ راضی نہ ہو خواہ متعہ کے عقد میں عزل کرنا شرط نہ کیا گیا ہو اور کوئی تاوان عزل کی صورت میں ادا کرنا لازم نہیں ہے جبکہ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کی صورت میں عزل کرنا حرام ہے اور اس پر تاوان ادا کرنا لازم ہے اور تاوان بھی دس مثقال یعنی پورے چار تو لے سونا۔

ہجید ہم۔ منی رادر غیر فرج زن آزادیکہ بعقد دوام اورا خواستہ باشند بے اذن اور بختن حرام است  
اما در متعہ و کنیز جائز است (جامع عباسی صفحہ ۱۳۸)

بست و ہفتم۔ اگر منی را بیرون فرج زن دائمی بریزد بے اذن آن زن واجب است کہ وہ مثقال طلاء باں زن دہد (جامع عباسی صفحہ ۱۳۷) اور روضہ بیہ شرح لمعہ دمشق میں ہے ﴿و یجوز العزل عنها وان لم یشتروط لان الغرض الاصلی منه الاستمتاع دون النسل﴾ متعہ سے عزل کرنا جائز ہے اگرچہ عقد میں شرط نہ ہو کیونکہ غرض اصلی اس سے صرف لذت کا حصول ہے نہ کہ افزائش نسل اور اسی طرح برہان المحقق میں ہے ”انزال منی در فرج متعہ بر شوہر واجب نیست مگر بشرط در عقد اگرچہ عدا خارج بریزد بارادہ آنکہ ولد منعقد نشود اگرچہ متعہ راضی نباشد“ (برہان المحقق صفحہ ۵۸)

ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ متعہ کا بنیادی مقصد فقط شہوت رانی ہے اور تسکین نفس



نکاح دائم کا بنیادی مقصد افزائش نسل ہے نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ ممتنعہ زوجہ کی مثل نہیں ہے کیونکہ اس سے بھی عزل جائز خواہ وہ راضی نہ ہو اور اس سے بھی جائز خواہ راضی نہ ہو بلکہ لونڈی سے بھی کم مقام رکھتی ہے کیونکہ کسی کی لونڈی سے نکاح کرے تو مالک کی طرح اس کے بغیر عزل نہیں کر سکتا لہذا اس کو زوجات میں شمار کرنا غلط ہے۔

۱۸۔ لونڈی کی عدت بعد طلاق دو حیض ہے اور استبراء کے لئے ایک حیض جبکہ منکوحہ کی عدت بعد طلاق تین حیض ہے لیکن اہل تشیع کے نزدیک ممتنعہ کی عدت بعد ختم ہونے مدت متعہ کے ایک سال ہے یا دو حیض اور خون ماہواری کا نہ آنے کی صورت میں لونڈی ہو یا ممتنعہ اس کی عدت پانچ دن ہے جبکہ منکوحہ کے لئے تین ماہ عدت ہوگی ملاحظہ ہو (جامع عباسی صفحہ ۱۶۸) لہذا واضح ہو گیا کہ ممتنعہ لونڈیوں کی مثل ہے کہ نہ زوجہ منکوحہ کی مثل۔

۱۹۔ متعہ میں وطی اور مجامعت لازم نہیں بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ مجامعت نہ کرنا شرط ٹھہرا لیا جائے جبکہ نکاح میں وطی نہ کرنا ممنوع و حرام ہے۔ اور منکوحہ کو ایسی صورت میں نکاح فسخ کرانے کا حق حاصل ہوتا ہے ملاحظہ کریں (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۸) الغرض اس فرق سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ متعہ والی عورت لونڈیوں کی مثل ہے نہ کہ آزاد منکوحہ عورتوں کی مثل۔

۲۰۔ ممتنعہ عورت نے مدت مقررہ سے نصف یا تہائی مدت میں موعودہ شرائط پوری نہیں کیں تو اسے دوئے مہر میں سے اس مدت کے حساب سے واپس لے سکتا ہے (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۱) لیکن نکاح میں ایک مرتبہ وطی کرنے کے بعد مہر معین میں کوئی کمی نہیں کر سکتا اور نہ واپس لے سکتا ہے۔ ﴿قَالَ تَعَالَى: آتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا﴾ (النساء ۲۰)

## ممتنعہ عورت لونڈیوں کی مثل ہے

۲۱۔ منکوحہ عورت تین طلاق کے بعد ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے لیکن ممتنعہ عورت کے ساتھ

تین مرتبہ عقد متعہ کرنے اور مدت متعہ منقطع ہونے پر وہ حرام نہیں ہوتی لہذا مدت مقررہ کا انقطاع طلاق کی مانند نہ ہوا۔

فروغ کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ پر منقول ہے کہ ذرا رہنے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ سوال کیا کہ ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے مدت گزارنے پر وہ عورت دوسری جگہ متعہ کرتی ہے پھر اس سے فارغ ہونے پر پہلے شخص سے متعہ کرتی ہے ﴿حتی بانث منہ ثلاثا وتزوجت ثلاثة ازواج یحل للاول ان یتزوجھا قال نعم کم شاء لیس هذه مثل الحرة هذه مستاجرة وهی بمنزلة الاماء﴾ حتی کہ اس مرد سے تین مرتبہ جدا ہوتی ہے اور تین مرتبہ دوسرے اشخاص سے متعہ کرتی ہے تو کیا پہلا شخص تین مرتبہ انقطاع مدت کے بعد بھی اس عورت سے متعہ کر سکتا ہے تو امام موصوف نے فرمایا ہاں جتنی مرتبہ چاہے اس سے متعہ کرے متعہ والی عورت آزاد و منکوحہ زوجات کی مانند نہیں ہے یہ تو اجرت اور کرایہ پر لی ہوئی ہے اور لونڈیوں کی مانند ہے۔

## مضحکہ خیز دعویٰ اور حقیقت پر پردہ ڈالنے کی مذموم کوشش

ایسی صریح روایت کے ہوتے ہوئے اور مذکورہ بالا وجوہ فرق کے ہوتے ہوئے صاحب لمحہ اور ملاحیہ اللہ کا یہ دعویٰ کس قدر خلاف واقعہ اور خلاف حقیقت ہے اور مضحکہ خیز ہے کہ متعہ اور نکاح دائم میں صرف یہ فرق ہے کہ متعہ میں مدت معین ہوتی ہے اور نکاح دائم میں مدت کا تعین نہیں ہوتا اس کے علاوہ تمام مستحبات و واجبات اور جملہ کیفیات میں کوئی فرق نہیں مثلاً رضا زوجین، صلاحیت ایجاب و قبول اور اتباع عقد و مہر۔

عجب درایں است کہ بچہ فرقے نیست میان ایقاع نکاح دوام و متعہ در مستحبات واجبات و کیفیات از رضا زوجین و صلاحیت ایقاع عقد در میان ایشان و ایجاب و قبول و مہر دیگر

جہالت کراجل کہ درمتعہ ہست و در دوام نیست۔

(تفسیر منہاج الصادقین صفحہ ۴۹۱ جلد دوم)

اس کے بعد متعہ کے منکرین پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ”پس چراہل جہالت  
ادام شروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و ایں نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔

﴿نعوذ باللہ من ہذہ الطریقۃ المصلۃ و العقائد الفاسدہ﴾

لہذا اہل جہالت نکاح دائمی کو کیوں حلال اور مشروع سمجھتے ہیں اور متعہ کو کیوں حرام اور  
یہاں تک کہ یہ فرق محض عناد و انکار ہے اور بدعت کا ارتکاب اللہ تعالیٰ اس گمراہ کن طریقہ سے  
اپنے اور عقائد فاسدہ سے محفوظ رکھے مگر افسوس کہ صاحب لحد کو اور ملا فتح اللہ کاشانی کو متعہ کے  
احکام اور نکاح دوام کے احکام میں روز روشن سے زیادہ فرق نظر نہ آیا اور آنکھیں بند کر کے اور عقل و  
دماغ اور فہم و فراست کو چھٹی دے کر یہ حکم لگا دیا ہے ﴿اذا لم تستح فاصنع ما شئت﴾  
شرم و حیا کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا جائے تو پھر ایسی باتیں کرنے میں مانع امر کو نہا ہو سکتا ہے

الغرض قرآن مجید کی آیات مبارکہ کہ متعہ کی حرمت پر واضح دلالت کرتی ہیں اور متعہ کے  
احکام میں کوئی حکم بھی کلام مجید میں مذکور نہ ہونا بھی اس کے شرعاً ناجائز ہونے کی واضح دلیل ہے  
اور عورت کو منکوحات اور ازواج سے شمار کرنا بھی غلط اور بالکل غلط ہو گیا اور لونڈی نہ ہونا اس  
کا اللہ من الشمس تو مومن مفلح کے لئے متعہ کا حرام و ممنوع ہونا بھی واضح ﴿كما قال اللہ  
لعالی والذین ہم لفرو جہم حافظون﴾

آئیے اب احادیث رسول اللہ ﷺ اور اقوال صحابہ کرام ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان  
کے ذریعے اس کی حرمت ملاحظہ کریں سب سے پہلے کتب اہل سنت کے حوالہ جات پیش خدمت  
کے ہاتے ہیں اور اس کے بعد کتب اہل تشیع کے حوالے پیش کئے جائیں گے۔

## حرمت متعہ از روئے احادیث رسول علیہ السلام و اقوال صحابہ کرام و ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان مطابق کتب اہل سنت

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری (ج ۲ ص ۷۶، ۷۷) میں ﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن نکاح المتعۃ آخر﴾ عنوان قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت حسن بن محمد بن علی اور ان کے بھائی عبد اللہ بن محمد بن علی کی یہ روایت درج کی ہے۔

﴿ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی ﷺ نہی عن المتعۃ وعن لحوم الحمر الاہلیۃ زمن خیر﴾ کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو فرمایا: بیشک رسول اللہ ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور پالتو گدھوں کے گوشت سے خیر کے زمانہ میں۔

فائدہ: یہ روایت حضرت محمد بن حنفیہ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے واسطے سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

۲۔ امام مسلم نے حسن بن محمد اور عبد اللہ بن محمد کی یہی روایت محمد بن علی رضی اللہ عنہما کے واسطے سے نقل کی ہے۔

۱۔ ﴿عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ نہی عن متعۃ النساء یوم خیر و عن اکل لحوم الحمر الانسیہ﴾ (المسلم ج ۱ ص ۴۵۲)

ب۔ ﴿عن علی انہ سمع ابن عباس یلین فی متعۃ النساء فکان مہلایا ابن عباس فان رسول اللہ ﷺ نہی عنہا یوم خیر و عن اکل لحوم الحمر الانسیہ﴾ (المسلم ج ۲ ص ۴۵۲)

ج۔ ﴿عن الحسن و عبد اللہ ابنی محمد بن علی بن ابی طالب عن ابیہما انہ

عن علی بن ابی طالب یقول لا بن عباس نہی رسول اللہ ﷺ عن متعة النساء يوم خيبر وان اكل لحوم الحمر الانسية» (مسلم ج ۲ ص ۴۵۲)

«وكذا في الدر المنثور نقلا عن مالك و عبد الرزاق وابن ابی شیبہ والبخاری و مسلم و الترمذی و النسائی وابن ماجه عن علی بن ابی طالب ان رسول اللہ ﷺ نهى عنهما متعة النساء يوم خيبر و عن اكل لحوم الحمر الانسية.» (درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱)

«عن مالك بهذا الاسناد وقال سمعت علی بن ابی طالب یقول لفلان انك رجل تائه نهى رسول اللہ ﷺ نمثل حديث يحيى عن مالك عن متعة النساء يوم خيبر» (درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱)

«حديث يحيى عن مالك وكذا اخراج النحاس عن علی رضی اللہ عنہ» (درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱)

«اصحرج البيهقي عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال نهى رسول اللہ ﷺ عن المتعة وانما كانت لمن لم يجد فلما نزل النكاح والطلاق والعدة والميراث من الزوج والمرئة نسخت» (درمنثور ص ۱۴۰)

بخاری و مسلم کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ

ان طہرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعہ کی حرمت کے قائل تھے۔

ان دو طہرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی حرمت ذہن نشین کراتے رہے اور ان کو اس کے خلاف فتویٰ دینے سے روکتے رہے۔

ان کی مخالفت کو تحیر اور سرگردانی اور بے راہروی سے تعبیر کرتے رہے۔

ان حرمت متعہ کے متعلق واضح کر دیا کہ یہ کسی شخص کی ذاتی رائے سے حرام نہیں ہوا بلکہ خود



صاحب شرع رسول کریم ﷺ نے ہی اس کو حرام فرمادیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تلمیقین حضرت ابن عباس کو اپنے دور خلافت یا حضرت عثمان کے دور خلافت میں فرمائی تھی کیونکہ دور فاروقی میں تو وہ اس قسم کے فتویٰ صادر کرنے کی عمر میں ہی نہیں تھے اور اگر بالفرض فتویٰ دیتے بھی تو خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو منع کر لیتے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہمائش کی کیا ضرورت تھی؟

اور یہ بات دو پہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم بہر حال حضرت عبد اللہ بن عباس سے زیادہ ہے اور ان کو جو شرف صحبت اور تقدّم حاصل تھا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو وہ قرب اور تقدّم حاصل نہیں تھا لہذا رسول کریم ﷺ کے فرمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے بعد متعہ کے حرام ہونے میں شک و شبہ کی کیا گنجائش ہے؟

**نوٹ:** حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کی حرمت والی روایت کتب صحاح میں سے پانچ میں منقول ہے اور دیگر کتب میں بھی مروی و منقول ہے جس کے بعد اس کی صحت میں شک و شبہ کا امکان باقی نہیں رہتا۔

﴿وروی عبد الرزاق عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ من وجہ آخر قال نسخ رمضان خل صوم ونسخ المتعۃ الطلاق والعدۃ والمیراث﴾

(عمدة القاری جلد ۲۰ صفحہ ۱۱۳)

رمضان کے روزوں کی فرضیت نے دوسرے تمام روزوں کا وجوب و لزوم ختم کر دیا ہے اور طلاق اور عدت اور میراث نے متعہ کو منسوخ کر دیا ہے۔

(وکذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، وفی سنن الدارقطنی جلد ۳ صفحہ ۱۵۹، وکذا فی در

المشور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰) انا قلا عن عبد الرزاق وابن المنذر والبیہقی

۴۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنن بیہقی میں منقول ہے۔

(سنن اور فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

«سئل عن المتعة فقال هي الزنا بعينه» آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا

گیا آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے اس روایت سے ائمہ اہل بیت کا مذہب بھی واضح ہو گیا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

(سنن بیہقی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷ اور منثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

«قال انما احلت لنا اصحاب رسول الله ﷺ متعة النساء ثلاثة ايام

او اربع عندها رسول الله ﷺ»

ترجمہ: «میں نے کہا ہم اصحاب رسول ﷺ کے لئے تین دن کے لئے عورتوں کے ساتھ متعہ حلال

فرمایا پھر اس کے بعد خود رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔

۱۔ اس بن سلمہ نے اپنے والد گرامی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

«قال رخص لنا رسول الله ﷺ عام او طاس في المتعة ثلاثا ثم نهى عنها»

ترجمہ: «میں نے عام او طاس کے سال نبی اکرم ﷺ نے متعہ میں تین دن کے لئے رخصت دی پھر

اس سے منع فرمادیا۔ (درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم)

۲۔ ابن عمر بن ابی سلمہ نے اپنے والد ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے

«عن الربيع بن سبره عن ابيه ان النبي ﷺ نهى عن نكاح المتعة»

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۵۲)

«ان رسول الله ﷺ نهى عن المتعة وقال الا انها حرم من يومك

هذا الى يوم القيامة ومن كان اعطى شيئا فلا ياخذه» (مسلم صفحہ ۲۵۲)

ترجمہ: «بیشک رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع فرمایا اور کہا کہ آگاہ رہو متعہ آج سے لیکر قیامت

کے دن تک ممنوع اور حرام ہے اور جس شخص نے کسی عورت کو بطور مہر کوئی شے دے رکھی ہو وہ اس سے واپس نہ لے۔

ف۔ صرف مسلم شریف میں حضرت سبرہ بن معبد جہنی رضی اللہ عنہ سے آٹھ روایات اس مضمون کی موجود ہیں کہ تین دن کی رخصت کے بعد آنحضرت ﷺ نے متعہ کو حرام فرمادیا اور یہ بھی تصریح فرمادی کہ اب سے قیامت تک حرام ہے۔

(درمنثور صفحہ ۱۴۰ بحوالہ ابن ابی شیبہ و احمد و مسلم و عبد الرزاق)

۸۔ خالد بن مہاجر بن سیف اللہ سے منقول ہے کہ حضرت ابن ابی عمرہ انصاری نے کہا:

﴿انہا كانت رخصة في اول الاسلام لمن اضطر اليها كالميتة والدم ولحم الخنزير ثم احكم الله الدين ونهى عنها﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۲، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۶)

ابتدائے اسلام میں متعہ کی رخصت تھی ان لوگوں کے لئے جو اس کی طرف سخت محتاج ہوئے مثل مردار خون اور خنزیر کے گوشت کے پھر اللہ تعالیٰ نے دین کو مضبوط اور محکم فرمایا اور متعہ سے منع فرمادیا۔  
(کذا فی الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ بحوالہ عبد الرزاق)

۹۔ ابو نضرہ سے مروی ہے کہ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان اختلاف ہو گیا متعہ حج اور متعہ نساء کے متعلق تو آپ نے فرمایا:

﴿فعلنا هما مع رسول الله ﷺ ثم نهانا عنهما عمر فلم نعد لهما﴾

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ہم نے دونوں سے رسول خدا ﷺ کے زمانہ میں کیے پھر ان دونوں سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منع کر دیا تو ہم نے ان سے اجتناب کر لیا اور ان کی طرف رجوع نہ کیا۔

یہ اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا کہ متاعِ صحابہ کرام سے بھی متعہ کی حرمت واضح ہوگئی۔

ابن ابی بکر بن حفص کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے  
 قَالَ لِمَا وَلِيَ عُمَرُ خُطِبَ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذْنًا لَنَا فِي الْمَتْعَةِ ثَلَاثًا  
 (ابن ماجہ صفحہ ۱۴۱، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷)

ابن المنذر والبیہقی من طریق سالم بن عبد اللہ عن ابیہ قال  
 عُمَرُ الْمَنْبِرَ فَحَمْدُ لِلّٰهِ وَاتْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ مَا بَالُ رِجَالٍ يَنْكَحُونَ هَذِهِ  
 الْمَتْعَةَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَنْهَا.

(ابن منذر و بیہقی، فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۷، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا رسول خدا  
 ﷺ نے مین دن کے لئے متعہ کی رخصت دی پھر اس کو حرام فرمادیا اور ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے  
 رسول اللہ ﷺ کے منع کرنے کے باوجود متعہ کرتے ہیں۔

ابن ابی بکر بن حفص کے واسطے سے واضح ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنی طرف سے حرام  
 کیا بلکہ رسول خدا ﷺ کے حکم تحریم کو آپ نے نافذ فرمایا اور صرف آپ نے نہیں بلکہ حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے بھی اس حکم کو رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے لہذا  
 یہاں کسی پر روایت نظر آئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو حرام کیا تو اس کا قطعاً یہ مطلب  
 ہے کہ انہوں نے حلال کو حرام کر دیا ہے بلکہ ان کی طرف نسبت فقہ تنفیذ اور ترجیح کے لحاظ سے  
 اس طرح رسول کریم ﷺ کی طرف تحلیل و تحریم کو منسوب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے  
 ”يَحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتُ وَيُحْرَمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثُ“ (الاعراف ۱۵۷)

آنحضرت ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام ٹھہراتے

ہیں حالانکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (الانعام ۵۷)

علاوہ ازیں کبھی تحریم بمعنی التزام اجتناب مراد ہوتی ہے جیسے قول باری تعالیٰ ﴿لَسْتَ تَحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ﴾ (التحریم) اے محبوب تم اس چیز سے اجتناب اپنے اوپر لایا کیوں کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال ٹھہرائی تو یہاں حلال کو حرام قرار دینا صحیح نہیں بلکہ اس سے اجتناب مراد ہے لہذا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے احرام کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس فعل سے اجتناب و احتراز کو لازم کر رہا ہوں نہ کہ حلال حرام کر رہا ہوں بلکہ حرام شرعی کو حکماً ممنوع قرار دے رہا ہوں اور اس حکم کو نافذ کر رہا ہوں۔

### شیعہ کی عجیب و غریب منطق

برہان المتعہ صفحہ ۳۵ میں کہا ”ایں اخبار موضوع و مخلوق برائے رفع فضیحت عمر است“ سنیوں نے عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف داری میں اور ان کے غیر شرعی حکم کو جائز ثابت کرنے کے لئے یہ روایات گھڑی ہیں۔

بحان اللہ! بغض فاروق نے عقل بھی سلب کر لی ہے ورنہ بقائمی ہوش و حواس اس بے ہودہ گوئی کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔

اول۔ تو اس لئے کہ اگر سنیوں کا مقصد یہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس حکم کے خلاف کوئی قول اور رائے اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہ کرتے۔ حالانکہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات بھی تو اہل سنت نے ہی نقل کی ہیں۔

دوم: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیس تراویح جاری کیں متعہ حج سے منع کیا آخر اس ضمن میں سنیوں نے کیوں روایات نہ گھڑیں اور انہیں حکم رسالت کیوں نہ بنا ڈالا۔

سوم: اہل سنت نے تو طرف داری کی یا نہیں، آخر شیعہ کو کیا ہو گیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ





ہے تو صرف اس عمل میں کہ حج اور عمرہ میں قرآن افضل ہے یعنی ان کا اکھٹا کرنا پہلے عمرہ کرنا  
احرام کھول دینا اور بعد ازاں حج کے لئے نئے سرے سے احرام باندھنا جس کو تمتع کہا جاتا  
صرف حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ  
سے تمتع حج کی ممنوعیت منقول ہے اور اس کے متعلق بھی کہا گیا ہے کہ ان کا مقصد قرآن یا افراد  
طرف ترغیب دلانا تھا اور تمتع کی نسبت ان کی اولویت بیان کرنا نہ کہ بالکلہ تمتع حج سے منع کرنا  
ان کا مقصد یہ تھا کہ حج کا احرام باندھ کر اس کو عمرہ کے ذریعے فتح نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ  
ہی ادا کیا جائے لیکن بایں ہمہ علماء صحابہ نے ان کے قول پر رد کیا اور مخالفت کی اور صحیح بھی وہی  
جو اختلاف کرنے والے حضرات نے کہا ہے۔

ایسی صورت میں تمتع حج کے متعلق اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء اور اقوال کو  
النساء میں لانا بدترین خیانت ہے۔

نیز اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالعموم اور حضرت علی رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ بالخصوص کسی خوف اور ڈر کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ساتھ دیتے اور حق  
نظر انداز کرتے تو پھر اس مسئلہ میں اختلاف نہ کرتے حالانکہ اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی صاف لفظوں میں تمتع حج  
مباح بلکہ سنت رسول ﷺ قرار دیا ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ان حضرات نے صرف حق کا ساتھ دیتے ہوئے  
عورتوں کے ساتھ تمتع کو حرام تسلیم کیا رسول خدا ﷺ کے فرمان کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرفداری میں۔

## روایات میں اختلاف اور تعارض کا جواب

اہل تشیع کی طرف سے اہل سنت پر یہ اعتراض ہے کہ ان کی بیان کردہ روایات جن میں حرمت ثابت ہوتی ہے ان میں بہت زیادہ اضطراب اور اختلاف ہے بعض سے خیبر مکہ کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے اور بعض سے اوطاس والے سال بعض میں فتح مکہ کا ذکر ہے بعض میں لڑوہ ٹھوک کا اور بعض کے نزدیک حجة الوداع میں حرام کئے جانے کا ذکر ہے۔

(برہان المتعبد صفحہ ۴)

اس اعتراض کا جواب کئی وجوہ سے ہے۔

اولیٰ تمام روایات میں یہ امر بصراحت مذکور ہے کہ متعہ کی رخصت صرف غزوات اور سفروں کے دوران ہی گئی جبکہ صحابہ کرام اہل و عیال سے دور ہوتے اور یہ عزالت ان پر گراں گزرتی اور ان کی رخصت سے خاصی ہونے کی رخصت طلب کرتے تو آپ محدود وقت کے لئے ان کو رخصت فرماتے۔ لہذا ہر ایسے موقع پر رخصت بھی دی گئی اور ساتھ ہی حرمت بھی بیان فرمادی اور اگر ای مرتبہ اذن کے بعد ہمیشہ کے لئے اس کی حرمت بیان کر دی گئی۔

(کذا فی فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۹)

دوئم امام ابوہی نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ متعہ کی حرمت اور اہل سنت کے خیبر سے قبل متعہ تھا پھر خیبر میں حرام کر دیا گیا پھر فتح مکہ کے موقع پر اس کو حرام کیا گیا اور یہی اوطاس کا سال تھا اس کے بعد اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا۔

«والصواب المختار ان التحريم والاباحة كانا مرتين فكانت حلالا في يوم من حرمت يوم خيبر ثم ابيحت يوم فتح مكة وهو يوم اوطاس لا سيما في يوم من بعد ثلاثة ايام تحريما مؤبدا الى يوم القيامة واستمر

(شرح مسلم نووی جلد ۱ صفحہ ۳۵۰)

التحریم انتہی ﴿﴾

جن مقامات اور اوقات کا ذکر روایت میں ہے ان سب سے صحیح اور صریح صرف خیر اور مکہ والی روایات ہیں جس کی مکمل بحث حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۵) پر کر کے فرمایا ﴿﴾ لم یبقی من المواطن کما قلنا صحیحاً صریحاً سوى غزوة خیبر و غزوة الفتح ﴿﴾

ابو بکر حصص نے فرمایا کہ حدیث سرور بن معبد میں اختلاف تاریخ ہے بعض طرق میں عام الفتح ہے اور بعض میں حجة الوداع کا ذکر لیکن اس پر سب طرق کا اتفاق ہے کہ اس سفر میں اباحت کے بعد اس کو حرام کر دیا گیا ﴿﴾ اختلف الرواة فی تاریخہ سقط التاريخ وحصل السخبر غیر مورخ فلا یضاد حدیث علی وابن عمر الذی اتفقا علی تاریخہ انه حرمها یوم خیبر ﴿﴾ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

جب راویوں کا تاریخ میں اختلاف ہو گیا تو فقط تاریخ ساقط ہو گئی اور بلا تاریخ معین اس سے اباحت اور بعد ازاں حرمت ثابت ہو گئی لہذا اس کا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے ساتھ تضاد اور تخالف ختم ہو گیا جس میں دونوں سے بالاتفاق خیبر میں متعہ کا حرام کیا جانا منقول ہے۔ نیز فرمایا

﴿﴾ فلم تختلف الرواة فی التحريم واختلفوا فی التاريخ فسقط التاريخ کانه رد غیر مورخ وثبت التحريم لاتفاق الرواة علیه۔ ﴿﴾

(احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

یعنی تمام راویوں کا متعہ کے حرام ہونے میں اتفاق ہے اور قطعاً باہم اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہے صرف تاریخ حرمت میں ہے لہذا تاریخ کا تعین بوجہ اختلاف و تعارض ختم ہو گیا کہ وہاں تعین تاریخ وارد ہوئی اور متعہ کی حرمت ثابت ہو گئی کیونکہ سبھی راوی اس پر متفق ہیں۔

الفرض تاریخ صحیح معلوم متعین ہو جائے تو بہتر ورنہ ان متعدد روایات سے حرمت کا  
 ثبوت ملتا ہے کیونکہ سب راوی اس پر متفق ہیں رہا یہ سوال کہ متعہ کب تک حلال تھا اور کب حرام  
 آیا تو جب حرمت ثابت ہو گئی تو سابقہ علت کے ایام شمار کرنے کی آخر ضرورت کیا ہے؟ اس  
 کے امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ عنوان قائم فرمایا: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن النکاح  
 المتعہ آخراً“ کہ آنحضرت ﷺ نے آخری حکم متعہ کی حرمت کا جاری فرمایا۔

علامہ ڈھکو صاحب کی پھبتی

شرعی احکام میں مصالح و حکم بدلنے سے تغیر و تبدل سنت الہیہ ہے اور اہل ایمان کے لئے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں لیکن متعہ کے دلدادگان نے اس کی اباحت اور تحریم کے لئے ہر کو طعن و تشنیع اور طنز و مزاح کا نشانہ بناتے ہوئے کہا:

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ غریب متعہ پر بڑے بڑے انقلاب آئے کئی بار حلال ہوا اور کئی بار حرام کم از کم تین چار مرتبہ اسے حلت و حرمت کی کھٹالی سے گزرنا پڑا۔۔۔۔۔ تا۔۔۔۔۔ ایک فارسی ضرب المثل ہے۔

## بازی بازی باریش پاپا هم بازی

ہم مولوی صاحبان کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ

بازی بازی بادین خدا ہم بازی

اس اندھیر نگری کی شریعت میں کوئی نظیر بھی ملتی ہے یا اس فکری انتشار کی جولان گاہ صرف یہی مسئلہ متعہ ہے کیا اس درجہ اختلاف کے باوجود دعویٰ نسخ میں کوئی وزن باقی رہ جاتا ہے؟

(تجلیات صفحہ ۲۹۴)



الجواب المتین بتوفیق العزیز الحکیم:

ہم سابقہ سطور میں اساطین اسلام اور اکابرین ملت کی زبانی واضح کر چکے ہیں کہ حج و صواب اور محقق و مختار قول یہی ہے کہ اس کی تحریم خیر کے موقع پر بیان کی گئی اور بعد ازاں غزوہ بدر کے موقع پر جب کہ اس قدر تکرار کو علامہ ڈھکوصاحب دین خدا کے ساتھ کھیل اور بازی سے تعبیر کر رہے ہیں اور ان کے خیال میں شریعت مصطفویہ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی حالانکہ ابتدائے اسلام میں اس کو بوجہ اضطراب جواز قرار دیا گیا تھا جیسے بھوک سے لاچار انسان کے لئے مردار اور خنزیر وغیرہ لہذا ضرورت پڑتی تو مباح ہوتا ضرورت ختم ہو جاتی تو حرام اور یہ حکم تا قیامت مضطر اور مبتلائے مخصوصہ کے لئے ثابت ہے لہذا ایک ہی شخص پر بار بار مردار اور خنزیر کا حلال ہونا اور پھر حرام ہو جانا بین ممکن ہے۔

لہذا اسی طرح نماز کے لئے قبلہ رو ہونا شرط ہے لیکن مکہ مکرمہ میں ہوتے ہوئے قبلہ بیت اللہ شریف تھا مدینہ منورہ کی ہجرت کے بعد وہ منسوخ ہو گیا اور اس کی جگہ بیت المقدس قبلہ قرار پایا پھر بیت المقدس منسوخ ہو گیا اور بیت اللہ قبلہ قرار پایا اور نفل نمازوں میں دوران سفر بیت اللہ کی طرف توجہ کی پابندی بھی ختم۔ ﴿اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ (البقرہ ۱۱۵)

ڈھکوصاحب ہی فرمادیں کہ یہ کھیل اور بازی مولوی صاحبان نے قبلہ کے ساتھ روا رکھی؟ یا اللہ تعالیٰ نے یہ کھیل کھیلایا ہے نعوذ باللہ۔ اگر قبلہ کے معاملہ میں اعتراض کرنے والے سفہاء اور کم عقل ہیں ﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاۗءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلٰهُمۡ عَنْ قِبَلَتِهِمۡ الَّذِیۡ كَانُوۡا عَلَیْهَا﴾ (البقرہ ۱۴۲)

تو متعہ کے معاملے میں اعتراض کرنے والے بھی کیونکہ علامہ کشی کے قول کی رو سے ان اخلاف کا رشتہ انہیں اسلاف سے جا ملتا ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ اباحت و تحریم میں تعدد ممکن ہے اور اس کی نظیریں بھی موجود

اس آداب نسخ کے ثبوت میں تردد بھی ختم ہو گیا کیونکہ تمام تر روایات تحریم پر متفق ہیں اور وقت ضرورت تک اباحت فرمائی گئی پھر تحریم اور غزوہ فتح کے بعد ہمیشہ کے لئے اسے حرام کر دیا گیا اور لہذا اوداع میں دوسرے احکام کی تاکید مزید کی طرح متعہ کی حرمت کی بھی تاکید فرمادی لہذا انہ یہاں پر اختلاف ہے اور نہ ہی دعویٰ نسخ میں کوئی ضعف اور کمزوری لاحق ہو سکتی ہے۔

**سوال:** حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم متعہ کو جائز مانتے تھے اور ان کا مقام علم وفہم میں مسلم لہذا متعہ کی حرمت کا دعویٰ اور حلت کے منسوخ ہونے کا قول قابل سماعت نہیں۔

**جواب:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت اس قدر ہے کہ ہم رسول خدا ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے اور ہمارے ساتھ عورتیں نہیں تھیں تو ہم نے عرض کی ﴿الا نستخصىٰ فنہانا عن ذلک ثم رخص لنا ان ننکح المرأة بالشوب ثم قال قرء علینا یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم﴾

(بخاری، ما یکرہ من التہنل جلد ۲ صفحہ ۵۹، در منشور جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ بحوالہ عبد الرزاق وابن شیبہ و بخاری مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۵۰)

کیا ہم اپنے آپ کو خصی نہ کر لیں تاکہ عورتوں کی طرف بالکل رغبت ہی نہ ہو تو آپ نے ہمیں خصی ہونے سے منع فرمایا اور مدت مقررہ تک کپڑے کے بدلہ نکاح کرنے کی رخصت دی پھر فرمایا جو پاکیزہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال ٹھہرائی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ۔

امام ابو بصاص نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا اس روایت سے صرف ایک وقت میں متعہ کا مباح ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ محل بحث نہیں اور ہمیشہ کے لئے حلال ہونا اس میں مذکور نہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی دوسری صریح روایات موجود ہیں لہذا اظہر اور حرمت کی روایات ہی اس پر قاضی اور رائج ہوں گی ﴿فاخبار الحظر قاضیہ علیہا لان فیہا ذکر

الْحَظَرُ بَعْدَ الْإِبَاحَةِ ﴿ (احکام القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۵۱) نیز بالفرض دونوں قسم کے درجات متساوی بھی تسلیم کر لئے جائیں تو بھی حرمت کو ترجیح ہوگی

حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اسماعیلی نے نقل کیا کہ ابو معاویہ نے اسمعیل بن ابی خالد سے روایت کیا ہے ﴿فَفَعَلَهُ ثُمَّ تَرَكَ ذَلِكَ﴾ اور ابن عیینہ نے اسمعیلی سے روایت کرتے ہوئے کہا ﴿ثُمَّ جَاءَ تَحْرِيمُهَا بَعْدَ﴾ اور معمر نے اسمعیل کے واسطے سے جو روایت نقل کی ہے اس میں ثم نسخ منقول ہے۔ لہذا ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود قطعاً ہمیشہ کے لئے متعہ کو مباح نہیں سمجھتے تھے بلکہ اعتقادی طور پر بھی حرمت اور نسخ کے قائل تھے اور عملی طور پر بھی اس سے اجتناب کرنے والے اور یہی علامہ عسقلانی ابن حزم کے اس دعویٰ کا رد کرتے ہوئے کہ عبد اللہ بن مسعود بھی متعہ کو مباح سمجھتے تھے فرماتے ہیں۔

﴿فَمُسْتَنْدَهُ فِيهِ الْحَدِيثُ الْمَاضِي فِي أَوَائِلِ النِّكَاحِ وَقَدْ بَيَّنْتُ فِيهِ مَا نَقَلَهُ الْإِسْمَاعِيلِيُّ مِنَ الزِّيَادَةِ فِيهِ الْمَصْرُوحَةُ عَنْهُ بِالتَّحْرِيمِ وَقَدْ أَخْرَجَهُ أَبُو عَوَانَةَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي مُعَاوِيَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ وَفِي آخِرِهِ فَفَعَلْنَا ثُمَّ تَرَكَ ذَلِكَ﴾ (فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۳۸)

ابن حزم کے اس دعویٰ کا سہارا وہ حدیث ہے جو اوائل باب نکاح میں گزری اور میں نے واضح کر دیا کہ اسماعیلی نے اس میں یہ عبارت زیادہ نقل کی ہے جس سے متعہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی روایت کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ابو معاویہ اور اسماعیل بن ابی خالد کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں ہے پس ہم نے اس رخصت کے مطابق عمل کیا پھر اس کو ترک کر دیا گیا اور تفسیر در منثور میں عبد الرزاق، ابن المنذر اور بیہقی کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے ﴿الْمَتْعَةُ مَنْسُوخَةٌ نَسَخَهَا الطَّلَاقُ وَالصَّدَقَةُ وَالْعِدَّةُ وَالْمِيرَاثُ﴾ (جلد ثانی)

۱۲۰) منہجہ منسوخ ہو چکا ہے اس کو طلاق، حق مہر، عدت اور میراث نے منسوخ ٹھہرایا ہے۔

اب باقی رہ گیا اس آیت کریمہ کی تلاوت کا مقصد تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اپنے آپ کو خسی کر کے رہبانیت اختیار کرنا چاہتے تھے اور عورتوں کی مجامعت سے بالکلیہ اجتناب۔ لہذا فرمایا: ”تمہارا اپنے آپ کو خسی کرنا اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کے مترادف ہے لہذا انہیں حرام نہ کرو اور یہ آیت نازل ہی اسی ضمن میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خسی ہونے کی رخصت طلب کی تھی اور اپنے آپ پر عورتوں اور ہر موجد لذت شئی اور خوشبو کو حرام کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

﴿فلہذا نزل فی حقہ یا ایہا الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم﴾ (فتح الباری جلد ۹، درمنثور ص ۳۰۷، ۳۱۱) میں اسی مضمون کی بیسوں روایات مذکور منقول ہیں جو عورتوں کے نکاح اور مباشرت اجتناب اور لذیذ اشیاء کے استعمال سے گریز بلکہ آلہ تناسل کے کاٹ پھینکنے کا عزم کرنے پر اس آیت کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور رہبانیت سے اجتناب لازم ٹھہراتی ہیں امام ابو بکر صراح نے بھی اسی طرح فرمایا۔ ﴿یحتصل ان یرید بہ النہی عن الاستخصاء وتحريم النکاح المباح﴾

(احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۱)

عین ممکن ہے کہ اس آیت کریمہ میں خسی ہونے سے منع کرنا مقصود ہو اور نکاح مباح کو حرام ٹھہرانے سے لہذا اس آیت کریمہ میں مدعائے روافض پر کوئی دلالت موجود نہیں ہے۔  
**اقول :-** اس آیت کریمہ میں حلال کو حرام ٹھہرانے سے منع کیا گیا ہے اور منہجہ کو حرام ٹھہرانے کا عمل تو صرف عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرزد نہیں ہوا تھا اگر کوئی فعل اور عمل ان سے ثابت ہوا تو وہ عورتوں سے مطلقاً اجتناب اور ترک جماع بلکہ اس کی صلاحیتوں کو بھی معدوم کرنے کا عزم لہذا اس میں نکاح مباح اور عقد دوام جو کہ معمول اور مروج تھا اس کی تحریم سے منع

کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان کے اس عزم و ارادہ کے اظہار پر متعہ کی رخصت شارع علیہ اسلام کی طرف سے ثابت ہوئی اگر وہ اباحت اصلیہ یا دور جاہلیت کے معمول کو ملحوظ رکھتے تو پھر اس گزارش کی ضرورت ہی نہ تھی۔

لہذا جب رخصت شریعہ ثابت ہی اب ہوئی تو تحریم حلال یعنی متعہ کو حرام قرار دینے سے نہی کیونکر مقصود ہو سکتی تھی۔ ﴿کَمَا قَالَ تَعَالَى، لَا تَحْرَمُوا طَيِّبَاتٍ مَا أَحَلَّ اللَّهُ.....﴾ الغرض یہ بات بالکل واضح اور عیاں ہو گئی کہ اس آیت کریمہ میں متعہ کو حرام ٹھہرانے سے نہیں روکا گیا بلکہ اپنے آپ کو خفی کر کے ان لذائذ سے محروم کرنے کی کوشش سے روکا گیا ہے۔ الحاصل اس روایت سے روافض کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور ہمیں اس کا کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔

### حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

جہاں تک اہل سنت کی کتابوں میں مذکور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اقوال کا معاملہ ہے تو وہ تین طرح کے ہیں اول یہ کہ متعہ مطلقاً مباح ہے اس قول کو عمار مولیٰ الشریعہ نے حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان سے دریافت کیا کہ متعہ سفاح و زنا ہے یا نکاح تو انہوں نے فرمایا! ﴿”لا سفاح ولا نکاح“﴾ یہ نہ ہی زنا ہے اور نہ ہی نکاح ہے میں نے عرض کیا تو یہ ہے کیا؟ انہوں نے فرمایا! ﴿”ہی المتعہ کَمَا قَالَ اللہ“﴾ یہ متعہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ اس میں عدت ہے؟ تو فرمایا ہاں ایک حیض، جب دریافت کیا دونوں مرد و عورت وارث بھی بنتے ہیں؟ تو فرمایا نہیں۔

(اخرجہ ابن المنذر در منثور ج ۲ ص ۱۴۱، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۹)

نیز عطائے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿یرحم اللہ عمر ما كانت المتعہ الا رحمة من اللہ رحم بها امة﴾



محمد ﷺ ولولا نهيہ عنها ما احتاج الى الزنا الاشقى قال وهى التى فى سورة النساء فما استمتعتم به منهن .... الى .... ليس بينهما وراثۃ الى وليس بينهما نكاح واخبر انه سمع ابن عباس رضى الله عنهما يراها الان حلالا ﴿﴾  
(اخرجه عبدالرزاق وابن المنذر، درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱)

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ پر رحم فرمائے متعہ تو فقط اللہ تعالیٰ کی رحمت تھا جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا اور اگر ان کی طرف سے اس کی ممنوعیت نہ ہوتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتا مگر شقی اور بد بخت اور متعہ وہی ہے جو سورہ نساء میں ہے کہ تم ان سے تمتع اور نفع اندوزی کرو مقررہ مدت تک مقررہ اجرت کے عوض اور متعہ میں مرد و عورت کے درمیان وراثت نہیں ”تا“ اور نہ ہی ان کے درمیان نکاح ہے اور عطا نے بتلایا کہ انھوں نے حضرت ابن عباس کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ وہ اب بھی اس کو حلال سمجھتے ہیں۔

دوسرا قول یہ ہے کہ انھوں نے متعہ کو صرف حالت اضطراری میں مباح رکھا جس طرح کہ مردار اور خنزیر حالت اضطراری میں مباح ہے جیسے کہ ابن ابی جرہ نے کہا کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے اس میں رخصت دی ﴿فقال له مولیٰ انما كان ذلك وفى النساء قلة والحال شديد فقال﴾  
(بخاری، درمنثور ج ۲ ص ۱۴۰) ابن عباس نعم ﴿﴾

تو ان کے آزاد کردہ غلام نے کہا کہ یہ رخصت صرف اس وقت تھی جب کہ عورتوں میں قلت تھی اور حالت اضطراری تھی تو فرمایا ہاں اور اسی قسم کا مضمون سعید بن جبیر سے ابن المنذر طبرانی اور بیہقی کے حوالہ سے درمنثور ج ۲ ص ۱۴۱ پر منقول ہے۔

﴿فقال انما لله وانا اليه راجعون لا والله ما بهذا افتيت ولا هذا اردت ولا احللتها الا للمضطر ولا احللت منها الا ما احل الله من الميتة والدم﴾

ولحم الخنزیر ﴿﴾

یہ آپ نے کیا کر دیا رہ گزار اور سوار جناب کا فتویٰ لے اڑے ہیں اور اس کے متعلق شعراء نے طنز یہ اشعار کہے ہیں جب آپ کے استفسار پر میں نے دو شعر سنائے تو آپ نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون بخدا نہ میں نے یہ فتویٰ دیا ہے اور نہ ہی میرا یہ مقصد تھا میں نے تو متعہ صرف مجبور اور مضطر کے لئے مردار اور دم مسفوح اور خنزیر کی طرح مباح ٹھہرایا ہے۔

فاکمی اور خطابی نے ذکر کیا ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”میں نے ابن عباس سے عرض کیا ﴿﴾ لقد سارت بفتياك الركبان وقال فيها الشعراء يعني في المتعة فقال والله ما بهذا افتيت وما هي الا كالميتة لا تحل الا للمضطر ﴿﴾  
(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶)

آپ کے متعہ کے جواز کے فتویٰ کو سوار لے اڑے اور اس کے متعلق شعراء نے شعراء کہے ہیں تو آپ نے فرمایا بخدا میں نے علی الاطلاق اس کے جائز ہونے کا فتویٰ نہیں دیا وہ تو صرف مردار کی مانند ہے جو سوائے مجبور محض اور مضطر کے کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔  
اسی مضمون کو امام بیہقی نے سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے نقل کیا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں ”الا انما هي كالميتة والدم ولحم الخنزير“ غور سے سنو متعہ مردار رگوں سے بہتے نجس خون اور خنزیر کے گوشت کی مانند ہے۔

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶، تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس مضمون کی متعدد روایات ذکر کرنے کے بعد فرمایا ﴿﴾ فهذه اخبار تقوى بعضها ببعض وحاصلها ان المتعة انما رخص فيها بسبب العزلة في حال سفر ﴿﴾  
(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۶)

یہ روایات ایک دوسرے سے تقویت پکڑتی ہیں اور ان کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت ابن

ہاں کے نزدیک متعہ کی رخصت صرف سفر کی حالت میں ہے اور وہ بھی بیوی کے نہ ہونے کی صورت میں جب کہ آدمی صبر و ضبط سے کام نہ لے سکے۔

تیسرا قول ان کی طرف سے یہ ہے کہ متعہ مطلقاً حرام ہے اور اس کی سابقہ اباحت منسوخ ہو چکی ہے۔

1۔ ابو داؤد نے اپنے ناخ میں ابن المہذراور نحاس نے عطا کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

﴿قوله تعالى فما استمتعتم به منهن﴾، قال نسختها، يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن ﴿

(کبیر ج ۱۰، ص ۴۹، درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹)

کہ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن الاية﴾ کو اس قول باری تعالیٰ نے منسوخ نہیں دیا ہے کہ اے نبی ﷺ جب تمہاری امت عورتوں کو طلاق دے تو انہیں ان کے وقت عدت میں طلاق دیں اور فرمایا کہ طلاق والی عورتیں تین حیض تک انتظار اور عدت میں رہیں۔

2۔ ابن حاتم نے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے۔

﴿قال كان متعة النساء في اول الاسلام (الى) و كان يقرأ فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى نسختها محصنين غير مسافحين و كان الاحصان بيد الرجل يمسك متى شاء﴾ (درمنثور ج ۲ ص ۱۳۹، ۱۴۰)

متعہ نساء آغاز اسلام میں تھا ایک شخص ایسے شہر میں جاتا جہاں پر اس کے ساتھ اس کا ساز و سامان درست کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا تو وہ اتنے عرصہ کے لئے کسی عورت کے ساتھ ازدواجی رشتہ قائم کر لیتا جتنے عرصہ میں وہ فارغ ہو سکنے کا ظن غالب رکھتا تو وہ عورت اس کے مال و متاع کی حفاظت کرتی اور آپ قول باری تعالیٰ ﴿فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى﴾

﴿پڑھتے جس کو قول باری تعالیٰ﴾ محصنین غیر مسافحین ﴿نے منسوخ ٹھہرا دیا اور عورت کی عصمت مرد کے ہاتھ میں دے دی جب تک چاہے اسے اپنے عقد میں رکھے اور جب چاہے اسے طلاق دے دے۔

3۔ طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ﴿قال كانت المتعة في اول الاسلام (الى) حتى نزلت هذه الآية "حرمت عليكم امهاتكم" الآية فنسخ الاولى فحرمت المتعة وتصديقها من القرآن الاعلى ازواجهم او ما ملكت ايمانهم وما سوى هذا الفرج فهو حرام﴾

(درمنثور ج ۲ ص ۱۳۰ و کذا فی ترمذی ج ۱ ص ۲۱۳)

یعنی متعہ ابتدائے اسلام میں مباح تھا (بخطر پچھلی روایت میں تفصیل مذکور ہوئی وہ یہاں بھی ہے) حتیٰ کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ الایہ تو اس نے پہلے حکم کو منسوخ ٹھہرا دیا اور اس کی تصدیق قرآن مجید سے یہ ارشاد خداوندی کر رہا ہے ﴿الْاَعْلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ﴾ کہ فلاح پانے والے مومن وہ ہیں جو اس صفت کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں اور لونڈیوں پر اور ان دو کے علاوہ ہر فرج حرام ہے۔

4۔ ﴿وروی ایضا انه قال عند موته اللهم انی اتوب الیک من قولی فی المتعة والصرف﴾ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۴۹، ابوسعود ج ۳ ص ۱۱۷)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ انھوں نے وفات کے قریب کہا اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں متعہ کے بارے میں اپنے قول سے اور بیع الصرف کے قول سے۔ ﴿وقع الجماع بعد ذالک علی تحریمها من جمیع العلماء الا الروافض وکان ابن عباس یقول باباحتها﴾ (نووی مع مسلم ج ۱ ص ۴۵۰)

بعد ازاں منعہ کی حرمت پر تمام علماء کی طرف سے اجماع و اتفاق ہو گیا سوار و انفس کے اور حضرت ابن عباس پہلے اباحت کے قائل تھے۔

۱۔ قاضی میاض علیہ الرحمۃ نے کہا ﴿روى عنه انه رجع عن ذلك﴾

(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے جواز منعہ کے قول سے رجوع کر لیا تھا۔

۲۔ ابن بطل مالکی نے کہا ﴿روى عنه الرجوع باسناد ضعيفة﴾

(فتح الباری ج ۵ ص ۱۳۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جواز منعہ کے قول سے رجوع مروی و منقول ہے اگرچہ ان روایات کی اسانید ضعیف ہیں۔

۳۔ علامہ بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں ج ۷ ص ۲۴۶ پر صاحب مفہم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

﴿اجمع السلف والخلف على تحريمها الا ما روى عن ابن عباس وروى عنه رجع﴾ تمام اسلاف و اخلاف کا منعہ کی حرمت پر اجماع ہے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جواز کا قول منقول ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

۴۔ امام ابن ہمام نے فرمایا ﴿وابن عباس صح رجوعه بعد ما اشتهر عنه من اباحتها﴾

(فتح القدر ج ۳ ص ۱۵۱)

۵۔ علامہ ابن نجیم نے (بحر الرائق ج ۳ ص ۱۰۸) میں فرمایا ﴿وما نقل عن ابن عباس من اباحتها فقد صح رجوعه﴾ اگرچہ مشہور قول ان کا منعہ کی اباحت ہے لیکن ان کا اس قول



سے رجوع کرنا صحیح طریقہ پر ثابت ہے۔

ف۔ ابن بطال کے قول میں اسانید ضعیفہ کا ذکر ہے لیکن تعدد طرق ضعف کو دور کر دیتا ہے لہذا صحت رجوع میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی علی الخصوص امام ترمذی کی تصریح کے بعد۔

10۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی نبی اکرم ﷺ کا حکم تحریم نقل کر کے بعد فرمایا

﴿و فی الباب عن سبرة الجہمی وابن ابو ہریرہ حدیث علی حدیث حسن صحیح والعمل علی هذا عند اہل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرہم وانما روى عن ابن عباس شئ من الرخصة فی المتعة ثم رجع عن قوله حیث اخبرہ عن النبی ﷺ﴾ (ج ۱ ص ۱۳۳)

حرمت متعہ کے باب میں حضرت سبرہ جہنی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایات ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مروی حدیث حسن صحیح ہے اور تمام اہل علم اصحاب نبی اکرم ﷺ اور دیگر حضرات کا عمل اسی پر ہے اور صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے قدرے رخصت متعہ کے بارے میں منقول ہے پھر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا جب کہ خود ہی رسول اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کی خبر دی۔

11۔ تفسیر مظہری میں سنن بیہقی کے حوالے سے مذکور ہے ﴿عن الزہری ابنہ قال مامات ابن عباس حتی رجع عن فتواہ بحل المتعة وکذا ذکر ابو عوانہ فی صحیحہ﴾ (تفسیر مظہری ج ۲ ص ۷۶)

یعنی زہری سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس نے اپنے وصال سے قبل حلت متعہ والے فتویٰ سے رجوع کر لیا تھا اور یہی مضمون ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔

الغرض ان تمام اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کو سند اباحت اور دلیل جواز بنانا کسی طرح بھی روا اور جائز نہیں ہے۔

علی الخصوص جب کہ اباحت کا قول ان کے ذاتی استنباط و اجتہاد پر مبنی ہے اور اس کے قابل صریح الدلالہ اور صحیح ترین روایات مرفوعہ متصلہ سے نبی اکرم ﷺ کا اسے حرام ٹھہرانا ثابت ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انہیں احادیث کے ساتھ استدلال کرتے ہوئے انہیں اسی سے باز رہنے کی تلقین کرنا ثابت ہے بلکہ سرزنش کرتے ہوئے فرمانا ﴿انک رجل تائه﴾ تو حیران و سرگرداں اور راہ راست سے بھٹکا ہوا انسان ہے کیونکہ خود رسول اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمایا ہے کذا فی صحیح مسلم۔ کیا سید عالم ﷺ کے صریح ارشادات اور احادیث پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہوتے ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس سرزنش کے بعد بھی کسی طرح کا تمسک اور سہارا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے مل سکتا ہے جب کہ ان سے رجوع بھی ثابت ہو اور وہ بھی صحیح السند روایات کے ساتھ اور اس سے بھی قطع نظر کر لیں تو محض تعارض و تناقض اقوال ہی اس تمسک اور استدلال کو نبخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے کیونکہ معروف قاعدہ ہے۔ ﴿اذا تعارضتا تساقطا﴾ جب دلائل میں تعارض آجائے تو وہ درجہ اعتبار سے گر جاتے ہیں۔

### حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے متعہ کو جائز رکھنے والوں کی فہرست میں اضافہ کے لئے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حوالہ بھی دیا ہے (بحذف عربی) ”خداوند عالم نے متعہ کے متعلق قرآن میں آیت نازل کی پھر اسے کسی دوسری آیت سے منسوخ نہیں کیا اور رسول نے ہمیں متعہ کرنے کا حکم دیا پھر اس سے ممانعت نہیں فرمائی یہاں تک کہ ایک شخص نے اپنی رائے سے جو چاہا کہہ دیا ان کی مراد یہ ہے کہ عمر نے اس کی ممانعت کر دی“ (تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

## الجواب القویم بفضل اللہ الرحیم:

تفسیر کبیر کا حوالہ دے کر علامہ صاحب اپنے طور پر داد تحقیق اور حق تدقیق ادا کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فرد جرم عائد کر گئے مگر یہ نہ سوچا کہ تفسیر کبیر فن حدیث کا کتاب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں مذکور ہو گا وہ درجہ صحت تک بھی پہنچا ہوا ہو یا اس میں سہو و ذہول کا امکان نہیں ہو گا حقیقت حال یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طریق سے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور ہے بھی متعہ کے متعلق مگر اس میں وجہ اشتباہ یہ ہے کہ متعہ نساء کے بارے میں نہیں بلکہ متعہ حج کے بارے میں ہے۔ صحیح مسلم کتاب الحج میں اس حقیقت کا پچشم خود مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ حج سے بھی منع کیا تھا اور آپ اس کو جائز سمجھتے تھے لہذا آپ نے اپنے نظریہ پر قرآن و سنت سے استدلال پیش کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی تاویل یہ ہے کہ آپ نے قرآن یعنی حج اور عمرہ کی ایک ہی ادائیگی کو اولیٰ اور انسب قرار دیا کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا اور قرآن مجید میں بھی دونوں کو اکٹھا ادا کرنے اور اتمام تک پہنچانے کا حکم ہے۔ ﴿اتموا الحج والعمرة لله﴾ لیکن پہلے ایام حج میں عمرہ بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا تھا لہذا اسید عالم ﷺ نے اس توہم کو عملی طور پر ختم کرنے کے لئے حج کا احرام باندھنے کے بعد حکم دیا کہ جن کے ساتھ ہدیہ کے جانور نہیں ہیں وہ عمرہ کر کے حج کا احرام کھول دیں اور بعد ازاں آٹھ ذوالحجہ کو حج کا احرام باندھ لیں تاکہ قولا اور عملا عمرہ کا ان ایام میں جواز اور عمرہ کا احرام کھول کر درمیان میں آسائش اور بیویوں سے مجامعت وغیرہ کا جواز ثابت ہو جائے لیکن اس سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ بہتر صورت ادائیگی حج کی یہی تمتع ہو بلکہ قرآن میں مشقت زیادہ ہے اور جتنی مشقت زیادہ ہوتا ہی اجر و ثواب زیادہ ملتا ہے لہذا امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن حج اور عمرہ کو زیادہ افضل سمجھتے ہوئے اس کا حکم دیا اور تمتع کے خلاف اولیٰ ہونے کی وجہ سے اسے منع فرمایا اور یاج حج کا احرام باندھ کر پھر عمرہ کے

الحال اور اس کے اس کے فتح کرنے سے منع فرمایا کہ سید عالم ﷺ نے یہ شرعی طریقہ نہیں بتلایا تھا۔  
 اللہ تعالیٰ مصلحت کے تحت وقتی طور پر یہ حکم جاری اور نافذ فرمایا تھا تو امیر المؤمنین رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے اس کو معمول بنالینے سے منع فرمایا بہر حال اس روایت کو عورتوں کے ساتھ متعہ کے  
 متعلق سے کوئی تعلق نہیں ہے لہذا اس کا یہاں ذکر سراسر تحکم اور سینہ زوری ہے اور بلا وجہ  
 حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف بغض و عناد کا اظہار ہے۔

## حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی متعہ کی اباحت کے قائل  
 حضرات میں شمار کرتے ہوئے کہا۔

جناب جابر بن عبد اللہ انصاری بھی اس کے جواز کے قائل و عامل تھے ابو نضرہ بیان  
 کرتے ہیں کہ ہم جناب جابر کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آ کر متعہ حج اور متعہ نساء  
 کے بارے میں عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اختلاف کا تذکرہ کیا  
 انہوں نے کہا ہم نے آنحضرت ﷺ کے عہد میں متعہوں پر عمل درآمد کیا ہے بعد ازاں جب عمر نے  
 اس کی ممانعت کر دی تو پھر ہم نے (بوجہ تقیہ) عود نہیں کیا۔

ابو الزبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب جابر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم رسول خدا  
 اور ابو بکر کے زمانہ میں مٹھی بھر آٹا یا کھجور دے کر متعہ کرتے تھے یہاں تک کہ عمر نے اس کی  
 ممانعت کر دی (صحیح مسلم مع نووی ج ۱ ص ۴۵۱، تجلیات ص ۲۹۶، ۲۹۵)

## الجواب منہ توفیق الصواب:

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیش کردہ دونوں روایتوں سے  
 صاف ظاہر کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ اتفاق کیا اور ان کے منع کرنے

کے بعد پھر کبھی متعہ کے قریب نہ گئے حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کو مدتیں گزریں گئیں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت بھی گزر گیا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور امارت بھی۔ یزید پلید کے آنجہانی ہونے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور امارت آپہنچا مگر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کہ اس متعہ کی ممنوعیت پر قائم ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متفق و متحد تو پھر اس کو سند جواز اور دلیل اباحت قرار دینے کا کبھی جواز رہ جاتا ہے۔

### مضحکہ خیز اضافہ

ڈھکوصاحب نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم امتناعی نافذ کرنے پر حضرت جابر کے متعہ نہ کرنے کی یہ وجہ بیان کی کہ انہوں نے تقیہ کرتے ہوئے متعہ نہ کیا مگر ان کے وصال کے بعد اتنا عرصہ بیت جانے پر تقیہ کرنے کا کیا مطلب؟ علاوہ ازیں یہ فعل علانیہ تو ہوتا نہیں حتیٰ کہ شیعہ صاحبان اس عقد کے دوران بچی کے ماں باپ کو بھی پتہ نہیں چلنے دیتے تو حضرت جابر بھی اس پر خفیہ طور پر عمل پیرا رہتے نہ اس میں گواہ نہ اعلان و تشہیر۔ جب اس عمل متعہ کا دار و مدار ہی تقیہ اور اخفاء پر ہے تو ازراہ تقیہ نہ کرنے کا کیا معنی ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے زنا حرام کیا ہے اور اس پر سنگین سزا بھی مقرر کر رکھی ہے مگر لوگ پھر بھی زنا کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آخر عند اللہ اور عند الرسول جائز امر کے لیے اس قدر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کی پابندی کیوں کہ ان کے وصال کے چوالیس پینتالیس سال کے بعد بھی اس کے قریب نہ گئے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں قطعاً تقیہ وغیرہ نہیں تھا بلکہ نسخ کا حتمی علم نہیں تھا جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کے منع کیے جانے کا اعلان کیا تو نسخ کا یقین ہو گیا اور سب صحابہ کا اس پر اتفاق بھی معلوم ہو گیا لہذا پھر اس کے قریب نہ گئے



علامہ اودمی نے فرمایا:

« هذا من محمول على ان الذي استمتع في عهد ابى بكر وعمر لم يبلغه

(مسلم ج ۱ ص ۳۵۱)

السخ

یعنی جن صحابہ سے یہ فعل سرزد ہوا تو ان کو منسوخ ہونے کا علم نہیں ہوا تھا لہذا یہ شہادت (اعلو صاحب کے خلاف ہے اس کو اپنے حق میں سمجھنا خود فریبی بھی ہے اور عوام فریبی بھی۔

## حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نظریہ

علامہ ذہکو صاحب نے امیر المؤمنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجوزین متعہ میں شمار کرتے ہوئے کہا ”حضرت علی علیہ السلام کا یہ فرمان زبان زد خلاق ہے فرمایا اگر عمر متعہ کی ممانعت نہ کرتا تو سوائے کسی شقی و بد بخت کے (یا سوائے کسی شاذ و نادر آدمی کے) اور کوئی زنا نہ کرتا۔“

(تجلیات ص ۲۹۵)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے متعہ کی حرمت کا اعلان کسی بھی صاحب علم پر ظنی نہیں ہے اور بخاری و مسلم جیسی مستند کتب حدیث میں مروی و منقول ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر رد و قدح اور سرزنش بھی کسی سے پوشیدہ نہیں اور اس حرمت کا اعلان بھی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ خود سرور عالم ﷺ کی طرف سے نقل کیا ہے تو اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف متعہ کو جائز سمجھنے کی نسبت کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم مناسب سمجھا وہ دیا مگر اب تو دور مرتضوی ہے آپ جو مناسب سمجھتے تھے وہ حکم آپ کو دینا چاہیے تھا اور اگر اس حکم سے خلق خدا کو جرم زنا سے بچا جاسکتا تھا اور کتاب و سنت میں اس کی اباحت بھی موجود تھی تو آپ کا فرض تھا کہ متعہ کی اباحت رخصت کا حکم دیتے اپنے دور حکومت میں آپ کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جو لوگ آپ کے لیے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل الصحابیوں اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف جنگ و جدال اور حرب و قتال تک سے گریز نہیں کرتے تھے وہ سراسر اپنی بھلائی اور عام اہل اسلام کی بھلائی کے مشتمل امر اور بالخصوص اخروی درجات و مراتب میں عظیم ترقی اور رفعت کے موجب و باعث اور میں کیونکر مخالفت کر سکتے تھے لہذا آپ کو فرمان باری تعالیٰ ﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ پر عمل کرتے ہوئے اس کار خیر کا ضرور حکم دینا چاہیے تھا اور اس کی بندش سے ہونے والے مفاسد کا سد باب کرنا چاہیے تھا اور فرمان باری تعالیٰ ﴿لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ کی تنقید اور اعتراض و انکار کو خاطر میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن ہے کوئی شیعہ جو ہوش و خرد کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کر سکے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ کو اپنے دور خلافت میں مباح قرار دیا تھا بلکہ شیخ الطائفہ ابو جعفر الطوسی صاف صاف اقرار کرتا ہے کہ آپ ازراہ تقیہ متعہ کی حرمت کا اعلان کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

عن زید بن علی عن آبائه عن علی علیہم السلام قال حرم رسول اللہ ﷺ یوم خیبر لحوم الحمر الاہلیۃ ونکاح المتعۃ ﴿فان هذا الروایۃ وردت مورد التقیۃ وعلی ما یدھب الیہ مخالفو الشیعۃ...﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

یہ نظریہ شیعہ کو مبارک ہو ہم تو صرف اور صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ جو زبان سے فرماتے تھے وہی ان کا حقیقی نظریہ ہوتا تھا اور شیر خدا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے ڈر نہیں سکتے تھے اور ڈرتے تھے تو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب کہلانے کے حقدار نہیں ہو سکتے تھے نعوذ باللہ منہ اصولی بات تو یہ ہے کہ صحیح ترین روایات اور کتب صحاح کے مقابل و مناقض جو روایت ہوں اس کی تاویل ہو سکے تو فہما ورنہ اس کو رد کر دیا جائے گا لہذا یہ روایت مردود اور ناقابل اعتبار ہے اور یا اس کا

فقہاء اہل اہم یہ ہے کہ فی الجملہ متعہ جائز رہتا تو اس میں یہ مصلحت حاصل ہوتی لیکن ایک شے  
 فی الجملہ پہلو خیر و شر کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ خیر والے پہلو کے پیش نظر اس کی آرزو بھی کی  
 جائے گی اور شر والے پہلو کے لحاظ سے نفرت و کراہت بھی مثلاً موت کی آرزو و لقاء خداوندی کے  
 لحاظ سے ہوتا ہے اور مصائب و آلام سے گھبرا کر منع ہے لہذا متعہ کا جواز برقرار رہنا زنا سے مانع  
 اس کی وجہ سے بہتر تھا لیکن شرفاء کی عزت و ناموس کے خلاف ہونے اور نسب و نسل کا ضیاع  
 ان کے نان و نفقہ وغیرہ سے محرومی کی وجہ سے اس میں قباحت تھی لہذا اس کو ممنوع ٹھہرانے  
 آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اتفاق و موافقت فرمائی نہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ کے دور حکومت میں مخالفت فرمائی اور نہ اپنے دور حکومت میں۔

### اقتدار شیعہ اور اس کی لغویت

چونکہ حضرت امیر کے ہم زمان سیرت شیخین کے معتقد تھے اور اس کی مخالفت کو  
 برداشت نہیں کرتے تھے لہذا آپ اپنے دور خلافت میں بھی ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے ورنہ  
 یہی چھوڑ جاتے اور آپ تنہا رہ جاتے یا قلیل ترین مخلص شیعہ (احتجاج طبری، مجالس  
 المؤمنین) بلکہ خود علامہ ڈھکو صاحب نے تنزیہ الامامیہ پر بھی یہی عذر بیان کیا ہے لیکن عذر کئی وجہ  
 سے لغو اور باطل ہے۔

**اول:-** اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ ہو سکے تو امامت اور خلافت کا بار گراں  
 سر لیکر عام اہل اسلام کی عملی اور اعتقادی کوتاہیوں کو اپنے ذمہ لینا بہت بڑا خسارے کا سودا ہے۔

**دوم:-** اس عذر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شخصیت کو سراسر ناقص پست غیر  
 معتبر اور ناقابل اعتداد گردانا لازم آتا ہے یعنی ان کی کوئی ماننا تھا اور نہ سنتا تھا ان کے کہنے پر عمل  
 کس نے کرنا تھا تو اس میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح کھلی توہین و تحقیر ہے جو عقل مند

دشمن بھی قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ صاحب ہوش و خرد مومن۔ جن لوگوں نے ان کو مسند خلافت اور منصب امامت سونپا تھا ان کا مقصد کیا تھا؟ مخالفت کرنا یا اطاعت کرنا اور جن اکابرین سے جنگ لڑی وہ اپنے شوق سے یا آپ کے حکم سے؟

**سوم:-** نیز اگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یا رسول اکرم ﷺ کے دور میں متعہ حرام نہیں کیا گیا تھا تو آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل بلکہ ان کے آقا اور مولا کا عمل پیش کر کے اپنا موقف مدلل اور مبرہن انداز میں پیش کر سکتے تھے اور ہر کسی کے لیے چون و چرا کی تمام راہیں مسدود کر سکتے تھے لیکن آپ نے ایسا اقدام نہ کر کے اس کی حرمت اور عدم جواز پر مہر تصدیق لگا دی۔

## اجماع اہل بیت کے دعویٰ کی لغویت

جب یہ حقیقت ذہن نشین ہو چکی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور حکومت میں بھی متعہ کے جواز و اباحت کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی اعلانیہ اس طرح کا قول کیا بلکہ تقیہ کیے رکھا اور عام اہل اسلام کے ساتھ موافقت فرمائی تو اہل تشیع کا یہ دعویٰ بھی لغو و باطل ہو کر رہ گیا کہ متعہ کی اباحت اور جواز پر تمام اہل بیت مجتمع اور متفق ہیں کیونکہ صاحب اقتدار و اختیار ہستی بر ملا حرمت اور عدم جواز کا اعلان کرتی رہی تو دوسرے ائمہ کرام جو مسند اقتدار و اختیار پر فائز نہیں تھے وہ اس کی اباحت اور جواز کا اعلان کس طرح کر سکتے تھے لہذا یقینی امر یہی ہے کہ جو مذہب اہل بیت کرام کا ظاہر اور معروف تھا اور جو ان سے تواثر اور توارث کے ساتھ ثابت تھا، وہ صرف اور صرف متعہ کی حرمت اور عدم جواز میں اور اس کے برعکس جو کچھ ہے وہ محض ان دو چار راویوں کی کارستانی ہے جن کو امام جعفر صادق اور دیگر حضرات نے یہود و مجوس اور مشرکین اور اہل تمثیل سے بھی بدتر قرار دیا تھا لہذا ان روایات میں نہ کوئی وزن اور نہ ہی وہ اعتداد و اعتبار کے لائق ہیں

بلکہ ان کا مقصد وحید اہل اسلام میں فقری انتشار اور عملی گراوٹ پستی اور رذالت پیدا کرنا ہے انہیں نادانستہ طور پر یہود و مجوس کی راہ و روش پر گامزن کرنا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب گئے تھے انا للہ وانا الیہ راجعون

## شہادات اربعہ پر بے جواز تکیہ اور اعتماد

علامہ ڈھکوصاحب نے فرمایا ”شہادت کا سب سے بڑا کورس چار عدد کا ہے اور معتبر شہادات سے ثابت ہو گیا کہ متعہ والی آیت محکم ہے اور منسوخ نہیں ہے اگر نسخ کی اصلیت ہوتی تو کس طرح ان حضرات سے پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ (تجلیات صداقت ۲۹۶)

## الجواب بفضل الوہاب

علامہ موصوف بلا وجہ شہادت کے چکر میں پڑ گئے اول تو انہیں معلوم ہونا چاہیے چار حضرات کی شہادت تب بنتی ہے جب براہ راست وہ ڈھکوصاحب کے پاس بیان دے قطعاً باطل ہے اور اگر کوئی چیز اس طرح کی ثابت ہوئی ہے تو وہ راویوں کی وساطت سے محدثین کی نقل ہے جس سے وثوق اور اعتماد میں کمی آسکتی ہے کیونکہ راوی اور ناقل عاہ ہوتے ہیں اور ضعیف بلکہ کاذب بھی اور سبھی محدث بھی ہم پلہ نہیں ہیں لہذا مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ جیسی ممتاز اور مستند کتب احادیث میں جب سر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حرمت کی تصریح موجود ہے تو پھر غیر معتبر اور غیر مستند کتب کی منع مناقض روایات کیونکر قابل قبول اور مفید مدعا ہو سکتی ہیں اور جواز متعہ کی شہادت کیسے بن سکے اور ان سرآمد روزگار محدثین کے بیان کے بعد دوسرے کسی محدث کا مخالف قول کیا وزن رکھ دوں :- ان حضرات کی طرف منسوب روایات کا وہ معنی و مفہوم ہی نہیں جو ڈھکوصاحب سمجھا بلکہ اس کی حقیقت اور ان حضرات کا نظریہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے جو علامہ صاحب



موافق نہیں ہے لہذا ان کو آخری کورس قرار دینا تو دور کی بات ہے اس میں ایک کی بھی شہادت نہیں پائی گئی جب ان کے بیانات میں آیت کے متعہ کے جواز پر دلالت کا بھی ذکر نہیں ہے تو اس کا محکم ہونا اور غیر منسوخ ہونا کیسے ثابت ہو گیا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں آیت کا ذکر ہے اور اس کے نسخ کی نفی کا بھی لیکن وہ تو متعہ حج کے متعلق ہے نہ کہ متعہ نساء کے متعلق لہذا یہ علامہ صاحب کی سراسر سینہ زوری اور تحکم ہے اور دیانت و انصاف کا خون ناحق علاوہ ازیں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منع کرنے پر ہم نے متعہ ترک کر دیا تو وہ گواہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے موافق ہو گیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رد فرمایا اور انہیں حیران سرگرداں شخص قرار دیا تو اگر ایسی شہادات سے دعاوی ثابت ہو سکتے ہیں تو پھر شیعہ عدالت میں سے کوئی دعویٰ خارج ہو ہی نہیں سکے گا کیا اسی کو اجتہاد اور تحقیق و تدقیق کہتے ہیں؟

سوم:- اگر چار کا عدد پورا ہو جاتا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قطعاً اس کی حرمت کا نفاذ نہ کرتے کیونکہ آپ کا مطالبہ بھی یہی تھا کہ اگر چار گواہ اس پر پیش کر دیے جائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے حرام فرمانے کے بعد پھر حلال فرمایا ہے تو میں اس کی حرمت کو نافذ نہیں کرتا ورنہ آج کے بعد جو شخص شادی شدہ متعہ کرے گا میں اس کو سنگسار کرادوں گا ملاحظہ فرمائیے:

(ابن ماجہ ص ۱۴۱)

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ما قال لما ولی عمر بن الخطاب خطب الناس فقال ان رسول اللہ ﷺ اذن لنا فی المتعة ثلاثا ثم حرمها واللہ لا اعلم احدا یتمتع وهو محصن الا رجعتہ بالحجارة الا ان یتبني ربعة یشہدون ان رسول اللہ ﷺ احلها بعد اذ حرمها (ابن ماجہ ص ۱۴۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی خلافت و امارت بنائے گئے تو آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ایک رسول خدا ﷺ نے ہمیں تین دن کے لئے متعہ کی اجازت دی تھی پھر اس کو حرام قرار دیا بخدا میں کسی کے متعلق اگر معلوم کر لوں کہ اس نے متعہ کیا ہے اور وہ شادی شدہ بھی ہے اس کو سنگسار کر دوں گا مگر یہ کہ وہ چار گواہ پیش کرے جو کہ اس امر کی گواہی دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد پھر اس کو حلال قرار دیا تھا۔

مگر آپ کے اس اعلان کے باوجود چار تو کجا دو گواہ بھی دستیاب نہ ہوئے بلکہ کبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کردہ حدیث پر آپ کے ساتھ موافقت فرمائی اور تسلیم کیا۔ اور متعہ کی حرمت پر اجماع صحابہ منعقد ہو گیا لہذا کتاب و سنت کی شہادت اور صحابہ کے بعد اس کی حرمت میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی اور نہ کسی شہادت سے جواز ثابت کیا جاسکتا ہے۔

## اعتراف جرم کس کا؟

علامہ ڈھکو صاحب نے ”عمر بن خطاب کا اعتراف جرم“ کا عنوان قائم کر کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اس ناپاک قول کی نسبت کی ہے چنانچہ علامہ ڈھکو صاحب لکھتے ہیں ”حقیقت یہ ہے کہ یہاں مدعی ست اور گواہ چست والا معاملہ ہے انہوں نے اس قدر تاویل و تفسیر کی کہ صرف عمر کی گرتی ہوئی پوزیشن کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کے سلسلہ میں کی ہیں کہ روایت سے نسخ کا نظریہ اختیار کیا ہے۔۔۔۔۔ مگر جناب عمر ڈکنے کی چوٹ برسر منبر یہاں کرتے ہیں ﴿متعنان کاننا مشروعین فی عہد رسول اللہ ﷺ وانا انھی ع متعۃ الحج و متعۃ النکاح﴾ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۸۹)

دوسرے رسول کے زمانے میں جائز تھے مگر میں ان سے ممانعت کرتا ہوں ایک

اور دوسرا متعہ نکاح۔

شرح فاضل کوٹھی (ص ۲۸۴ طبع ایران) پر بجائے انی کے ”وانا حرمتها“ موجود ہے ﴿کذا فی المحاضرات للراغب﴾ ب (میں ان دونوں کو حرام قرار دیتا ہوں) اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء ص ۱۳۷، ۱۳۶ طبع مصر پر اولیات عمر کے ضمن میں تصریح کی ہے کہ اول من حرم المتعہ عمر پہلا شخص ہے جس نے متعہ کو حرام قرار دیا۔

لیجئے اب تو یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص رمز و مصلحت کے ماتحت (کہ رموز مملکت خویش خروان دانند) متعہ کو حرام قرار دیا ورنہ خدا و رسول نے اسے حلال قرار دینے کے بعد اسے ہرگز حرام قرار نہیں دیا ورنہ عمر حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف دینے کی بجائے خدا و رسول کی طرف دیتے۔ اب مسلمانوں کی مرضی ہے کہ وہ خدا و رسول کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کریں یا عمر کا فیصلہ مان کر اسلام کا جوا گردن سے اتار دیں

۔ بس اک نگاہ یہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ما تبين له الهدى ويتبع غير سبيل

المؤمنين وتوله مانولى ونصله جهنم وساءت مصيرا﴾

مگر معلوم ہوتا ہے کہ متعہ کو حرام قرار دینے والے عمر کو خدا اور رسول سے زیادہ مانتے

(تجلیات ص ۲۹۷، ۲۹۸)

ہیں

الجواب السديد ومنه التوفيق:

قبل ازیں آیات کلام مجید اور احادیث رسول ﷺ سے متعہ کی ممنوعیت واضح ہو چکی اور کتب شیعہ سے بھی ممنوعیت کی روایات حضرت علی المرتضیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اور اگر اکابر اہل بیت کے حوالہ سے نقل کی جائیں گی اور ابھی ابھی ناظرین کرام نے ابن ماجہ کی روایت میں ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے متعہ کی ممنوعیت فرمائی اور ساتھ ہی مطالبہ کیا کہ اس کی ممنوعیت کے بعد کسی کو اس کا حلال ٹھہرایا جانا معلوم ہو تو وہ چار گواہ اس پر پیش کرے لیکن مرکز اسلام مدویدہ ملوہ میں ہزاروں صحابہ کرام کی موجودگی میں چار گواہ دستیاب نہ ہو سکے بلکہ ایک نے بھی اٹھ کر کہا کہ میں نے سرور عالم ﷺ سے سنا کہ وہ اس کو حرام ٹھہرانے کے بعد مباح اور جائز قرار دے رہے تھے حتیٰ کہ اسد اللہ الغالب فاتح خیبر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی شہادت نہ دی بلکہ اپنے دور خلافت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس کا حکم تحریم نقل فرماتے رہے جس سے اجماع صحابہ بمعہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واضح ہو گیا اور اس آیت کا مصداق خود وہ صاحب اور دیگر دلدادگان متعہ قرار پائے جو اس نے نقل کی ہے

﴿وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُوْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَئَاتٌ مُّصِيْرًا﴾  
 جو شخص بھی راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا اور اسی جہنم واصل کریں گے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ متعہ کے شائقین کو خدا اور رسول اور ائمہ کرام سے متعہ مقدم۔ اس کے خلاف کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہیں اور کیوں نہ ہو ﴿حَبْكُ الشَّيْءِ يَعْمُ يَعْصَمُ﴾ جس چیز کی محبت ہو تو اس کے بارے میں انسان اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے یعنی نہ اس میں عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی تنقید اور بیان و تقریر اس کے خلاف سن سکتا ہے۔

## متعہ کو حرام کرنے والا کون ہے؟

ابن ماجہ شریف کی روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ تصریح فرمائی کہ تین دین کے لئے اس کو رسول خدا ﷺ نے مباح فرمایا بعد ازاں اس کو حرام کر دیا اور قبل ازیں بھی فتح الباری، بیہقی کے حوالے سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوران خطبہ نبی اکرم ﷺ کے منع فرمانے کی تصریح فرمائی مزید مندرجہ ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

﴿اخر ج البيهقي عن عمر رضي الله تعالى عنه انه خطب فقال ما بال رجال ينكحون هذه المتعة وقد نهى رسول الله ﷺ عنها لا اوتي باحد نكحها الا رجمته﴾  
(در منشور ج ۲ ص ۱۳۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو یہ متعہ کرتے تھے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے نہی فرمائی میرے پاس جو شخص بھی ایسا لایا گیا جس نے متعہ کیا ہو گا تو میں اس کو سنگسار کر دوں گا۔

ابن ماجہ، سنن بیہقی، ابن منذر، در منشور وغیرہ کے اندر مذکور اس تصریح کے بعد کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے برسر منبر یہ اعلان کیا کہ خود سرور عالم ﷺ نے متعہ کو ممنوع اور حرام ٹھہرایا ہے پھر بھی یہ رٹ لگاتے جانا کہ متعہ کو صرف اور صرف عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی طرف سے حرام کیا ہے اور اسے خدا اور رسول ﷺ نے حرام نہیں کیا ڈھٹائی اور بے حیائی کی انتہاء ہے اس لئے علامہ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا:

﴿ان عمر لم ينه عنها اجتهدا وانما نهى عنها مستندا الى نهى رسول الله ﷺ وقد وقع التصريح بذلك فيما اخرج ابن ماجه.... وخرجه ابن



(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۷)

المندار والبیہقی .... ﴿

بیشک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعہ سے از روئے اجتہاد نہیں فرمائی بلکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف اس نہی اور ممنوعیت کی نسبت کرتے ہوئے اس سے منع فرمایا اور اس نسبت کو صریح ابن ماجہ، ابن منذر، اور بیہقی کی نقل کردہ روایات میں موجود ہے۔

﴿قال الطحاوی خطب عمر فنهی عن المتعة ونقل ذلك عن النبي ﷺ فلم ينكر عليه ذلك منكر وفي هذا دليل على متابعتهم له على ما نهى عنه﴾  
(فتح الباری ج ۹ ص ۱۳۸)

امام طحاوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطاب فرمایا اور متعہ سے منع کیا اور اس ممنوعیت اور حرمت کو نبی اکرم ﷺ سے نقل فرمایا تو کسی منکر نے اس حکم اور نقل میں آرٹیکل اور اعتراض نہ کیا لہذا اس امر کی بین دلیل ہے کہ سب نے متعہ کی ممنوعیت میں آپ کی موافقت و متابعت فرمائی لہذا اس کو صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی رائے قرار دینا قاطع غلط ہے اور خلاف دیانت و امانت۔

ان روایات کی روشنی میں ڈھکوصاحب کی منقولہ عبارت کا مفہوم بھی بالکل بے غمراہ ہو گیا کہ متعہ نساء سید دو عالم ﷺ کے دور میں مباح تھا اور پھر آپ نے ہی اس کو حرام کر دیا لہذا میں اس سے منع کرتا ہوں اور پوری شدت کے ساتھی حتیٰ کہ کسی کو اس کا مرتکب پایا گیا تو سنگین سزا دوں گا چونکہ اس قسم کا اعلان تحریم اور اس کے ارتکاب پر اس طرح کی سنگین سزا کی دھمکی پہلے نبی پائی گئی تھی لہذا ﴿اول من حرم المتعة﴾ کا معنی بھی واضح ہو گیا اور انا انہی یا انا احرم معنی بھی کہ میں اس نہی اور حرمت کو نافذ کر رہا ہوں اور میں نے نبی اکرم ﷺ کا حرام ٹھہرانے بھرے مجمع میں اعلان کر کے عذر ختم کر دیا لہذا اس سابقہ اباحت کی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے اور نہ لاحقہ تحریم اور ممنوعیت سے کسی کو بے خبر رہنا چاہیے اور دوسرے مقام پر بھی اس امر

وضاحت کی جا چکی ہے کہ نائب اور خلیفہ کی طرف بھی احکام کی نسبت جائز ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ (الاعراف ۱۵۷) رسول خدا ﷺ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال ٹھہراتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام حالانکہ دوسری جگہ فرمایا ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (الانعام ۵۷) کہ حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (النساء ۵۹) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول خدا ﷺ اور امراء و حکام کی اطاعت کرو لہذا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی امر اور خلیفہ رسول ﷺ ہونے کی وجہ سے ان کی اطاعت اہل اسلام پر لازم تھی۔

لہذا اپنی طرف بھی نسبت دیتے ہوئے فرمایا کہ جس طرح رسول خدا ﷺ نے اسے حرام فرمایا اور ان کی اطاعت لازم میں بھی اس کی حرمت کو نافذ کر رہا ہوں لہذا امیری اطاعت بھی تم پر لازم ہے تو جس طرح تحلیل و تحریم کی نسبت رسول اکرم ﷺ کی طرف سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان امور کو حرام نہیں فرمایا اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف نسبت کرنے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ اسے رسول معظم ﷺ نے حرام نہیں فرمایا۔

عجیبہ

﴿إِنَّا أَنْهَىٰ يَا إِنَّا أَحْرَمَ۔۔۔﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور ﴿لَمْ يَحْرَمَهَا﴾ اور ﴿قَدْ نَهَىٰ عَنْهَا﴾ بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جملے ہیں اور یہی کا مطالعہ بھی دھکوصاحب نے کیا ہوا ہے اور بایں ہمہ وہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں (لیجیے اب تو یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جناب عمر نے ہی اپنے دور حکومت میں کسی خاص چیز و مصلحت کے تحت منع کو حرام کر دیا تھا۔) تا ورنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمت یا ممانعت کی نسبت اپنی طرف

جائے خدا اور رسول کی طرف دیتے) تو اس سے بڑھ کر اندھیر گمراہ کیا ہو سکتی ہے اور امانت کی دنیا میں ایسے دعاوی کا کیا وزن اور اعتبار ہو سکتا ہے؟ اور اس تفرقہ اور تقسیم کا کبر ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص کا ایک قول معتبر اور حجت و سند ہو اور اسی کا دوسرا قول ناقابل امانت و اعتبار وہ حقیقت تو قطعاً واضح نہ ہوئی جو ڈھکوسل صاحب واضح کرنا چاہتے تھے البتہ یہ امانت ضرور واضح ہو گئی کہ علامہ موصوف سخت بددیانت اور انتہائی خیانت پیشہ ہیں۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلان

### اور صحابہ کرام کی تصدیق و تائید

جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ برسر منبر یہ اعلان فرما رہے ہیں کہ متعہ رسول مکرم ﷺ نے حرام فرمایا ہے اور میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کر رہا ہوں اور اس کے بعد کسی کے لیے لاعلمی اور بے خبری کا عذر قابل قبول نہیں ہوگا تو صحابہ کرام علیہم الرضوان اگر اس کو حرام نہیں سمجھتے تھے تھے اور رسول خدا ﷺ کی طرف تحریم، منع اور نہی کی نسبت کو غلط سمجھتے تھے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حقیقت حال واضح کرتے اور ان پر ان کی غلط فہمی عیاں کرتے اور ان کے اس الزام کو دین میں مداخلت سمجھتے ہوئے مسترد کرتے کیونکہ اس امت کی شان ہی یہی ہے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کی گئی ہو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو لیکن اس خیر ام کا سراپا خیر اور بھلائی کا دوسرا یعنی قرن اول اور مہاجرین و انصار اور اصحاب نبی ﷺ اس اعلان کو سن کر خاموش ہیں بلکہ سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور پہلے منسوخی کا علم نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اس فعل کا مرتکب ہو بھی چکا تھا تو اب قطعی طور پر اس سے الگ ہو چکا ہے جیسے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے

اندریں حلات ڈھکو صاحب ہی بتلائیں کہ مہاجرین اور انصار نے جناب عمر کا حکم مان کر اسلام کا جو گردن سے اتار پھینکا تھا یا وہ کامل مومن رہے اور واجب التقلید خود اس کی ذکر کردہ آیت بتلا رہی ہے کہ مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلنے والا جہنم کی راہ پر گامزن ہے اور مومنین اور ان کی اجماعی راہ تو متعہ سے احتراز واجب تھا اور اس کو حرام اور ممنوع سمجھنا ہے لہذا متعہ ولد ادگان نے اسلام کا جو گردن سے اتار پھینکا ہے نہ کہ اس کی حرمت کے قائلین نے اور خیر الامت کے خیر القرون کے نقش قدم پر چل رہے ﴿والحمد لله علی ذلک﴾ علامہ صاحب نے تفسیر کبیر کے حوالے سے جو عبارت ذکر کی اس کے ساتھ ہی صاحب تفسیر کبیر بصیرت افروز اور رافضیت سوز استدلال متعہ کی حرمت پر موجود ہے ذرائع اور صحابہ کرام راستہ معلوم کریں:

رازی علیہ الرحمہ نے کہا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ دو متعے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں تھے میں ان سے منع کر رہا ہوں اور اس کے مرتکب کو سزا دوں گا۔

﴿متعّتان کانتا علی عهد رسول اللہ ﷺ انا انہی عنہما و اعاقب علیہما﴾ (تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰) متعہ کے حرام ہونے کی بین دلیل ہے کیوں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پہلے ہی سے متعہ کی حرمت کو جانتے تھے لہذا خاموش رہے یا متعہ کو تو حلال سمجھتے تھے لیکن دین کے معاملے میں مداہنت اور بے پرواہی سے کام لیتے ہوئے خاموش رہے اور قبل ازیں متعہ کی اباحت یا حرمت کا انہیں علم ہی نہیں تھا تیسری صورت کے متعلق فرمایا ﴿فہذا ایضا باطل لان التمتعہ بتقدیر کونہا مباحۃ تکون کالنکاح و احتیاج الناس الی معرفۃ الحال فی کل واحد منہما عام فی حق کل﴾

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

یعنی متعہ کے متعلق ان کی لاعلمی کا دعویٰ قطعاً باطل ہے کیوں کہ مباح ہونے کی صورت

وہ نکاح کی مانند ہوتا ہے اور لوگوں کی محتاجی نکاح اور متعہ کے بارے میں حصول معرفت کی یکساں اور سب کو شامل ہے اور اس قسم کے معاملات کا مخفی رہنا ممنوع ہے بلکہ یہ امر واجب ہے کہ اس کی اباحت کا علم بھی کو ہوتا بلکہ جس طرح سب کو معلوم تھا کہ نکاح مباح ہے اور مخفی نہیں اس طرح یہ بھی معلوم ہونا ضروری کہ متعہ بھی مباح ہے اور منسوخ نہیں ہے دوسری بات کے متعلق فرمایا ﴿والشانی یوجب تکفیر عمر و تکفیر الصحابہ لہن من علم النبی ﷺ حکم باباحۃ المتعۃ ثم قال انها محرمة محظورة من غیر نسخ الفہو کافر باللہ ومن صدقہ علیہ مع علمہ یکونہ مخطئا کافرا کان کافرا ما و هذا یقتضی تکفیر الامۃ و هو علی ضدقو لہ تعالیٰ "کنتم خیر امة"﴾

(ج ۱۰ ص ۵۰)

دوسری صورت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تکفیر لازم آتی ہے اور تمام صحابہ کرام نیز بھی کیونکہ جس کو معلوم ہو کہ نبی اکرم ﷺ نے متعہ کی اباحت اور جواز کا حکم دیا ہے پھر کہہ یہ حرام اور ممنوع ہے بغیر اس کے کہ وہ منسوخ ہوا ہو تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور جس اس کی کاری اور کفر معلوم ہو اور باوجود اس کے اس کی تصدیق و تائید کر دے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا۔ طرح امت مصطفیٰ ﷺ کا کافر ہونا لازم آئے گا حالانکہ یہ لازم باطل ہے کیونکہ فرمان باری ﴿کنتم خیر امة﴾ کے سراسر خلاف ہے جب امت کی خیریت و فضیلت اور شان اس رف اور بھی عن المنکر منصوص من اللہ ہے تو جس کی تائید و تصدیق وہ کریں گے لامحالہ وہ بھی در بے راہ روی سے محفوظ ہوگا۔

﴿ولما بطل هذان القسمان ثبت ان الصحابة انما سکتوا عن الانکار

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لانہم کانوا عالمین بان المتعۃ صارت منسوخۃ

(تفسیر کبیر ج ۱۰ ص ۵۰)

(اسلام)



جب وہ دونوں شقیں باطل ہو گئیں تو ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر صرف اس لئے انکار نہ کیا کہ وہ اس حقیقت سے باخوبی واقف تھے کہ متعہ اسلام میں منسوخ ہو چکا ہے۔

اس بیان صداقت نشان سے واضح ہو گیا کہ متعہ کی منسوخی کا اقرار و اعتراف حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی پوزیشن کو سہارا دینے کی کوشش کے لئے نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام مہاجرین و انصار کی پوزیشن بچانے کے لئے ہے اور علی الخصوص حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گرتی ہوئی پوزیشن بچانے کے لئے ہے جو ﴿الحق مع علی و علی مع الحق﴾ کی شان رکھنے والے ہیں کہ ان کا باطل اور کفر کے ساتھ اتفاق و اتحاد لازم نہ آئے اور تمام حاضرین اور سامعین کا ایک عمر بن الخطاب سے ڈر کر خدا جل جلالہ و مصطفیٰ ﷺ کے سامنے بے پرواہی اور مہملت کا مرتکب ہونا لازم نہ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی اور قرآن کی پوزیشن مجروح نہ ہو اور اس کا جھوٹ اور کذب لازم نہ آئے۔

﴿تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران ۱۱۰)

مگر ڈھکوسل کی بلا سے جس جس مقدس ہستی پر زد پڑتی ہے پڑے صرف متعہ گنجائش نکل آئے۔ العیاذ باللہ۔ اس لئے انھوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے خلاف میں بھی صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ڈر سے اور خوف سے ازراہ تقیہ متعہ کو قراد دیتے دکھایا ہے۔ ﴿لا حول ولا قوة الا باللہ﴾

## قول فیصل

شیعی اصول اور قواعد و ضوابط کے مطابق ہر مختلف فیہ مسئلہ میں ائمہ اہل بیت قول، قول فیصل اور حکم کی حیثیت رکھتا ہے تو ہم انہی کے اقوال سے ہی اس مسئلہ کا حل پیش

اسی ہیں۔

﴿قال الخطابی تحريم المتعة كالا جماع لاعتن بعض الشيعة ولا يصح على قاعدتهم في الرجوع في المختلفات الى على واهل بيته فقد صح عن على انها نسخت ونقل البيهقي عن جعفر بن محمد انه سئل عن المتعة فقال هي الزنا بعينه.﴾  
(فتح الباری ۹، ص ۱۳۸)

علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ متعہ کی حرمت اجماعی مسئلہ ہے صرف بعض شیعہ اس میں مخالف ہیں اور ان کے قاعدہ اور ضابطہ کی رو سے اس کی مخالفت کی کوئی وجہ جواز نہیں کہ مختلف فیہ امور میں حضرت علی اور ان کے اہل بیت علیہم الرضوان کی طرف رجوع کرنا لازم ہے۔ کیونکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے منسوخ ہونے کا اعلان فرمایا اور بیہقی نے امام جعفر صادق سے نقل کیا ہے کہ ان سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ بعینہ زنا ہے۔ اور شیعی کتب سے بھی اس کی ممنوعیت حضرت علی اور حضرت امام جعفر صادق کی زبانی نقل کی جائے گی۔ لہذا ڈھکوصاحب کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اعتراف جرم کی نسبت کرنا دراصل تمام مہاجرین و انصار اور ائمہ اہل بیت کو مجرم ماننے کے مترادف ہے

﴿نعوذ بالله من ذلك۔﴾

## کیا متعہ کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے؟

محمد حسین ڈھکوصاحب نے جوش متعہ میں حقائق سے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا: صحابہ کرام کے اقوال کریمہ سے روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہوتا ہے کہ خدا و رسول نے متعہ کو حلال کرنے کے بعد ہرگز ہرگز حرام قرار نہیں دیا بلکہ اس کی بندش بعض منافقین کی سازش کا نتیجہ ہے۔

(تجلیات ص ۲۹۴)

صحابہ کرام مہاجرین و انصار اور ائمہ اہل بیت کا اجماع و اتفاق ملاحظہ کر لینے کے بعد ولدادگان متعہ کے یہ ناپاک کلمات صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جناب پاک میں گالی اور بکواس نہیں بلکہ ان تمام مقدس ہستیوں کو منافق قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ طرز اور شیوہ منافقین کا ہی ہے کہ جب انہیں کہا جاتا۔ ﴿لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ﴾ (البقرہ ۱۱)

زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ﴿إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ﴾ ہم تو اصلاح کے درپے ہیں۔ مسلمان فساد ہی ہیں اور جب کہا جاتا ﴿آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ﴾ اس طرح ایمان لاؤ جیسے کہ کامل انسان ایمان لائے تو وہ کہتے ﴿أَنْتُمْ مِنْ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ﴾ کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جیسے سفیہ اور بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کے دونوں دعوؤں کے رد کر فرمایا ﴿إِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ آلا انہم ہُم السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿

فسادی یہی منافق ہیں نہ مسلمان لیکن انہیں شعور نہیں اور ان کے حواس معطل ہیں اور یہی سفیہ اور بے وقوف ہیں لیکن ان میں علم و دانش نہیں ہے۔

جس طرح ان منافقین کے مرض قلب کی وجہ سے ان کی سمجھ الٹی ہو گئی تھی اس طرح آج کے منافقین کی سمجھ بھی الٹی ہو گئی ہے۔ خدا و مصطفیٰ کی تحریم اور منع و نہی کے بعد اور اجماع صحابہ و اہل بیت کے بعد اس کو دوبارہ مباح ٹھہرانے اور اہل اسلام کو خدا و مصطفیٰ کا باغی بنانے کی کوشش اور اہل ایمان کی متفق علیہ راہ سے لوگوں کو ہٹانے کی ناپاک سعی منافقین کی بدترین سازش ہے ورنہ تحریم کے بعد اباحت کے ثبوت کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھرے مجمع میں مطالبہ کیا کہ چار آدمی اٹھ کر اس کی گواہی دیں کہ سید عالم نے اس کو حرام کرنے کے بعد حلال ٹھہرایا ہو مگر ایک شخص نے بھی اٹھ کر ایسی شہادت نہ دی۔

علاوہ ازیں جن احادیث میں پہلے پہل اباحت اور رخصت کا ذکر ہے ان میں وقت کی

اللہ کے ساتھ ہی مذکور ہے اور بعد ازاں حرام کئے جانے کی۔ اس لئے علامہ قرطبی نے فرمایا

﴿الروایات کلھا متفقۃ علی ان زمن اباحۃ المتعۃ لم یطل وانه حرم

اجمع السلف والخلف علی تحريمها الا من لا یلتفت الیہ من الروافض﴾

(فتح الباری ج ۹، ص ۱۳۸)

تمام روایات اس حقیقت پر متفق اور متوافق ہیں کہ اباحت متعہ کا زمانہ طویل نہیں تھا  
نبی اکرم ﷺ نے بھی اس کی حرمت کا اعلان فرمایا اور تمام سلف و خلف کا اس کی حرمت پر اتفاق  
ہے ماسوائے روافض کے جن کا قول ناقابل التفات ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جب اس  
فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوا اور یہود و نصاریٰ کی عورتیں اور بچیاں قیدی بن کر بطور ملک  
غازیان اسلام کے استعمال میں آگئیں جن کے لئے نہ نکاح کی ضرورت نہ چار چار کی پابندی  
حق مہر اور نہ گواہ اور تشہیر وغیرہ کا تو انھوں نے اہل اسلام سے بدلہ لینے کے لئے ان کی بچہ  
بہنوں میں اس قباحت کو عام کر دینے کی ناپاک کوشش کی اور ہزار ہزار کے ساتھ متعہ کو  
مٹھرا دیا اور گواہوں وغیرہ کی پابندیاں بھی ختم کر دیں اور چونکہ ان کا داؤ اس وقت تک چل  
سکتا تھا جب تک کوئی آڑ نہ ہوتی تو بقانون لکل ضالۃ علة اس گواہی کی علت کے طور پر  
منسوخ شرعی حکم کا سہارا لیا گیا جو مخصوص حالات میں محدود وقت کے لئے تھا اور پھر ہمیشہ کے  
اس کو حرام کر دیا گیا۔ لہذا علامہ ڈھکو صاحب کو اہل ایمان کے آئینہ ہائے صافیہ میں اپنی منہ  
صورت نظر آئی مگر جشی کی طرح اپنی صورت کو قبیح سمجھنے کی بجائے شیشے کی قباحت معلوم ہوئی۔

## حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی گستاخی

علامہ ڈھکو صاحب نے ابن عباس و ابن زبیر کا عجیب مکالمہ کا عنوان قائم کر  
حضرت عبداللہ بن زبیر کی دوران امارت حضرت عبداللہ بن عباس پر تنقید و تبصرہ کو نقل کر

ہوئے کہا۔

ایک مرتبہ ابن زبیر نے ابن عباس پر طعن کرتے ہوئے کہا بعض وہ لوگ جو بصارت کی طرح بصیرت کے بھی اندھے ہیں وہ کہتے ہیں متعہ جائز ہے۔

عبداللہ بن عباس جو نابینا ہو چکے تھے جب ان کے کانوں میں بھنک پڑی تو چونک کر کہا اپنی والدہ سے جا کر پوچھو کہ ان کے اور تمہارے والد (زبیر) کے درمیان جو آتش محبت تھی وہ کس طرح لگی؟ اور پہلی رات کس طرح خوشبو سلگائی گئی۔

(عقد فرید ابن عبداللہ اندلسی ج ۲ ص ۱۱۳ طبع مصر)

محاضرات راغب اصفہانی میں اس قدر اضافہ ہے کہ جب ابن زبیر نے گھر جا کر والدہ سے حقیقت حال پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ تم متعہ سے پیدا ہوئے ہو مخفی نہ رہے کہ عبداللہ بن زبیر کی والدہ اسماء ہیں جو ابوبکر صاحب کی بڑی صاحبزادی اور ام المومنین عائشہ صاحبہ کی بڑی مشیرہ ہیں۔

(تجلیات صداقت ص ۲۹۵)

الجواب ومنہ توفیق الصواب

علامہ ڈھکو صاحب کا اس حوالے کو یہاں درج کرنے کا مقصد سوائے بغض باطنی اور بدادوت قلبی کے اظہار کے اور کوئی نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا والد ہجرت کے فوراً بعد ہو گیا تھا یا زیادہ سے زیادہ بیس ماہ بعد۔ اور متعہ کی حرمت کا حکم خیر یعنی مسات ہجری میں یا عند التحقیق فتح مکہ آٹھ ہجری کے موقع پر سرور عالم ﷺ نے دیا تو اندریں سورت بالفرض حقیقت حال وہی ہو تو بھی اس کے یہاں پیش کرنے سے متعہ کا جواز جس میں اسلام اور شیعہ کا نزاع ہے وہ کیسے ثابت ہو گیا اور اس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسب و حسب پر کیا طعن لازم آیا جب کہ یہ عقد اس وقت حرام ہی نہیں تھا۔ علاوہ ازیں عقد نکاح کے بعد خاوند بیوی میں جو محبت پیدا ہوتی ہے یا شب زفاف جو خوشبو وغیرہ سلگائی جاتی



ہے کیا وہ ناجائز ہے اور غیر اخلاقی فعل ہے؟ جب علامہ ڈھکو کے والد صاحب نے ان کی امی سے متعہ یا نکاح کیا تھا تو دشمنی پیدا ہو گئی تھی یا بدبو پھیلانے کا انتظام کیا گیا تھا اور بھنگیوں کو انسانی لعالت اس کمرے میں جمع کرنے کا آرڈر دیا گیا تھا اگر کسی میں اسلام و ایمان کی رمت بھی ہو تو اسے یہ نسبت دیکھ کر کہ حضرت اسماء کس کی بہن ہیں اور کسی ہستی کی سالی ہیں ایسے تذکروں سے شرم آنی چاہیے کیوں کہ یہ اہل ایمان کی ماں کی بہن گویا خالہ کا معاملہ ہے اور سرور عالم کی بھی بہن کا معاملہ ہے کیونکہ سالیوں کو بہنوں کا درجہ حاصل ہے مگر جہاں نہ ایمان ہو اور نہ شرم و حیاء کا نام و نشان ہو وہاں اس قسم کے اخلاقی تقاضوں کو ملحوظ رکھنے کی توقع بھی عبث ہے۔ شیعہ مذہب میں اصل الاصول ہی یہی ہے کہ جو ہستی رسول اکرم ﷺ کے جتنی قریب ہے اور جس قدر عنایت اور نوازش محبوب خدا ﷺ کی اس پر ہے اسی قدر اس کو زیادہ مطعون کیا جائے اور سب و شتم گالی گلوچ اور طنز و تنقید کا نشانہ بنایا جائے اور ضرور ہونا بھی اس طرح چاہیے کیونکہ یہ مذہب یہودیت کا اور یسویت کا ملغوبہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا۔

﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾

(المائدہ ۸۲)

کہ تم ضرور بالضرور یہود اور مشرکین کو اہل ایمان کے ساتھ شدید ترین عداوت رکھنے والے پاؤ گے اگر یہ عنصر ان میں نہ ہو تو ان کا نسب بھی مشکوک ہو جائے اس لئے اپنے صحیح النسل ہونے کے ثبوت کے طور پر انہیں ایسی حرکات کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے ڈھکو صاحب نے حضرت ابو بکر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت اسماء کی رشتہ داری بیان کرنی ضروری سمجھی رہا حضرت ابن عباس کا اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا معاملہ تو وہ قریبی رشتہ دار بھی ہیں اور شرف صحابیت سے بہرہ ور اور تقریباً ہم عمر۔ لہذا ان کا باہمی معاملہ دو بھائیوں کا معاملہ ہے جس میں ہمارے دخل دینے کا کوئی جواز نہیں۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا باہم

دست و گریبان ہونا اور چھوٹے بھائی کا بڑے بھائی کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ کر گھسیٹنا قرآن میں مذکور ہے۔ مگر ہمارے لئے کف لسان اور سکوت کے بغیر چارہ نہیں ہے اور یہی حکم صحابہ کرام کے باہمی نزاع و جدال اور تلخ کلامی میں ہے۔ لہذا اس کو اچھا لانا اور ہوا دینا قطعاً ناجایز بلکہ ناجائز ہے۔

۲۔ علامہ ڈھکو صاحب اگر روایات کے انکار پر آتے ہیں تو اپنی صحاح اربعہ اور علی الخصوص حضرت مہدی کی مصدقہ کتاب کافی کلینی کی روایات کی صحت کا انکار کر دیتے ہیں اور ایک ہی مضمون یعنی تحریف قرآن پر دلالت کرنے والی دو ہزار سے زیادہ مستفیض و متواتر روایات کا اور جب استدلال کرنے پر آتے ہیں تو غیر متداول اور رطب و یابس پر مشتمل تاریخی اور ادبی غیر مستند کتابوں کو قرآن کا درجہ دے لیتے ہیں خواہ وہ روایات صحاح ستہ کے مخالف ہوں بلکہ قرآن کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں اگر علامہ موصوف یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ روایات کے صحیح اور ضعیف، موضوع اور اختراعی ہونے کا فیصلہ دے سکیں حتیٰ کہ اپنی صحاح اربعہ کے خلاف بھی تو انہیں ایسی ہستیوں کے متعلق اس قسم کی بے سرو پا روایات کا سہارا لے کر اہل سنت کو الزام دینے کے بہانے ان مقدس اور بزرگ ہستیوں پر طعن زنی اور تنقید و اعتراض سے بھی گریز کرنا لازم ہے۔

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بلکہ شہادت تک حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ان کی زوجیت میں رہیں اور آپ کے لطن سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پانچ صاحبزادے متولد ہوئے۔ حضرت عبد اللہ، عاصم، عروہ، منذر اور مصعب رضی اللہ عنہم۔ اور حضرت اسماء کی سکونت حضرت زبیر کے گھر رہی اور جملہ اخراجات بھی انہی کے ذمہ رہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی شخص سے آپ کا عقد نکاح قطعاً ثابت نہیں تو اس صورت میں آپ کے حق میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ متعہ کا دعویٰ قطعاً بے بنیاد ہے اور سر اسر خلاف حقیقت شیعی مورخ صاحب ناخ التوارخ نے میدان جنگ میں حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی باہمی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ جب اس ملاقات کا ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو علم ہوا تو انہوں نے کہا۔

واذ بیراہ بیچارہ خواہرم اسماء بیوہ گشت گفتہ بیناک مباحث کہ علی را سلاح جنگ در نیست ہانا با او سخن خواہد گفت (ناخ کتاب الجمل ج سوم کتاب دوم ص ۵۵)

افسوس ہمارے زبیر پر میری بہن اسماء بیوہ ہو گئی لوگوں نے کہا خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سلاح جنگ نہیں ہیں۔ صرف اتنی بات ہے حضرت علی حضرت زبیر کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ حضرت صدیقہ کو یہ خطرہ لاحق ہوا تھا کہ کہیں جنگ کے لئے جمع ہوئے ہیں تو حضرت زبیر کے مقتول ہونے کی صورت میں میری بہن اسماء بیوہ ہو جائے گی اگر وہ مقتول نہ ہوئے تو پھر وہ بیوہ نہیں ہوں گی۔ اسی شیعہ مورخ نے ہجرت کے سال اور واقعے میں حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کا اپنی والدہ ام رومان اور ہمشیرگان حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہن کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا واسماء ذات النطاقین بعبد اللہ بن الزبیر حامل بود۔

(ناخ جلد اول کتاب دوم ص ۴۶)

اس دوران حضرت اسماء ذات النطاقین حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حاملہ تھیں اور لکھا۔ ہم دریں سال عبداللہ بن زبیر متولد شد و مسلمانان از ولادت شاد شدند۔

یعنی ہجرت کے پہلے سال ہی حضرت عبداللہ بن زبیر متولد ہوئے اور ان کی ولادت سے اہل اسلام بہت خوش ہوئے کیونکہ یہود نے مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر دیا ہے لہذا ان کی نسل منقطع ہو جائے گی۔ مگر ان کی ولادت نے ان کے دعویٰ کو باطل کر دیا۔ لہذا

اہل اسلام کو ان کی ولادت کی بہت خوشی ہوئی۔ الغرض یہ صورت حال حضرت اسماء اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح دوام کی واضح دلیل ہے اور اس کا خلاف سراسر وہم و مغالطہ ہے اور گمان فاسد۔

علامہ ڈھکو صاحب نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کرنے کے لئے عقد کا سہارا لیا ہے۔ حالانکہ وہ کتاب محض ادب عربی سے تعلق رکھتی ہے اور اس میں درج واقعات و حکایات یا روایات کی صحت وغیرہ کا اس نے قطعاً التزام و اہتمام ہی نہیں کیا نہ اس میں اسناد وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ تاکہ راویوں کا حال معلوم کر کے اس روایت کی حیثیت متعین کی جاسکے۔

علاوہ ازیں وہ سنی مصنف ہی نہیں بلکہ شیعہ نظریات کا حامل ہے جیسے کہ عقد فرید کے مقدمہ میں جناب احمد امین نے ذکر کیا ہے۔

﴿وہو امیل الی التشیع فی اعتدال فیقص مایعلی شان الطالبین فی رفق ولا یتخرج من ذکر مالیس من مذہبہ﴾ (مقدمہ ص ۹)

ابن عبد ربہ تشیع کی طرف زیادہ مائل ہے باوجود معتدل ہونے کے اور نرم انداز میں وہی کچھ بیان کرتا ہے جو طالبیوں (جناب ابوطالب سے نسبت قرابت رکھنے والوں) کی شان کو بلند و برتر کرنے کا موجب ہو اور جو کچھ اس کے مذہب اعتدال کے مطابق بھی نہیں ہوتا اس کے ذکر میں حرج محسوس نہیں کرتا۔

مزید برآں یہ کہ وہ یا وہ گوئی اور بے ہودگی سے بھی پہلو تہی نہیں کرتا اور مذہب و اعتقاد سے قطع نظر شریفانہ انداز بیان بھی اختیار نہیں کرتا۔ ﴿وان کان ذوقہ یسبوا احیانا فیروی من الہجر مالا یلیق﴾ (مقدمہ عقد فرید از احمد امین ص ۹)

اگرچہ اس کا ذوق کبھی کبھار راہ استقامت سے دور ہو جاتا ہے اور وہ ہڈیاں اور بیہودگی

متل غیر متناسب اور ناموزوں امور کو روایت کر دیتا ہے۔ علاوہ ازیں انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بھی اس کے متعلق تصریح موجود ہے لیکن اس کے باوجود ابن عبد ربہ پر تشیع کا غلبہ تھا۔  
(انسائیکلو پیڈیا ج ۱، ص ۵۹۵ سطر نمبر ۱ مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی)

ایسے مصنف کے حوالے دے کر علامہ ڈھکو صاحب جس تحقیق و تدقیق کا حق ادا ہے ہیں وہ بھی واضح ہو گئی اور یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ دھوکہ دہی کے فن میں بھی یکتا ہیں اور اپنے مذہب کے غیر معروف شیعہ قسم کے مصنفین کو سنی ظاہر کر کے عوام کو دام فریب میں مبتلا کرنے کی مذموم کوشش سے بھی باز نہیں رہتے۔

**سوال:** خود حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعہ کا اقرار منقول ہے جیسے کہ قاضی ثناء اللہ پتی نے تفسیر مظہری میں ذکر کیا ہے کہ نسائی اور طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا۔

﴿فَعَلْنَا هَا عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ہم نے زمانہ رسول اللہ ﷺ میں متعہ کیا۔  
(مظہری ج ۲ ص ۷۴)

**جواب اول:** جمع کا صیغہ استعمال کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خود متکلم بھی اس میں ہو بلکہ بالعموم متکلم کلام سے خارج ہوتا ہے۔ ﴿کَمْ هُوَ الْمَقْرُورُ فِي مَوْضِعِهِ﴾  
علاوہ ازیں جمع کا صیغہ بعض کے فعل پر بھی سچا آتا ہے اور اس میں کلام نہیں کہ صحابہ علیہم الرضوان میں سے بعض نے ابتداء میں دو دراز سفروں پر ہوتے ہوئے سرور عالم ﷺ سے اجازت سے محدود وقت کے لئے متعہ کیا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ لہذا ان بعض کا فعل بطور متکلم کے صیغہ سے تعبیر کر دیا گیا جس طرح جائیداد کے لالچ میں قتل کئے جانے والے اسرائیل کے فرد کے قتل کی نسبت تمام بنی اسرائیل کی طرف کر دی گئی۔

﴿قَالَ تَعَالَى: وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَءُتُمْ فِيهَا﴾ (البقرہ ۷۲)



حالانکہ اس کو صرف چچا زاد بھائیوں نے قتل کیا تھا۔

نہج البلاغہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے ﴿انما انا و انتم عبید مملو کون لا رب غیرہ یملک منا مالا نملک من انفسنا و اخرجنا مما کنا فیہ الی ما صلحنا علیہ فابدلنا بعد الضلالۃ بالہدی و اعطانا البصیرۃ بعد العمی﴾ (جلد ۱ ص ۵۳۹ مصری)

میں اور تم صرف اور صرف غلام مملوک ہیں اس رب کے جس کے علاوہ کوئی رب نہیں جو ہمارے نفوس کا اس قدر مالک ہے کہ ہم ان پر اس قدر ملکیت نہیں رکھتے اور اس نے ہمیں اس حالت سے جس میں تھے نکالا اس حالت کی طرف جس پر ہم درست اور راست قدم ہیں پس ہمیں گمراہی اور ضلالت کے بدلے ہدایت عطا فرمائی اور بے خبری اور بے بصیرتی کے بعد دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔

حالانکہ اہل سنت اور شیعہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضلالت اور بے راہروی کا مرتکب قطعاً نہیں مانتے لہذا کتاب اللہ اور فرمان مرتضوی سے واضح ہو گیا کہ خود متکلم کا عموم کلام میں داخل ہونا اور صیغہ جمع کی وجہ سے ہر فرد کا اس فعل میں حقیقتاً شریک ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ لہذا محض ان الفاظ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس فعل کا مرتکب ثابت کرنا تحکم اور سبب زوری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے متعلق شیعہ نظریہ

۱۔ ﴿عن ابی جعفر علیہ السلام قال سمعته یقول قال امیر المؤمنین علیہ السلام اللہم العن ابنی فلان (عبداللہ و عبید اللہ ابنی عباس) و اعم ابصار ہما کما اعمیت قلوبہما الا جلیں فی رقبته و اجعل عمی ابصار ہما دلیلا علی عمی

(رجال کشی ص ۵۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ المؤمنین نے حضرت عباس کے ان دو بیٹوں عبد اللہ اور عبید اللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے متعلق یہ بددعا کی کہ اے اللہ ان دونوں پر لعنت بھیج اور ان کی آنکھوں کو بھی اندھا کر دے کہ ان کے دلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور ان کی آنکھوں کا اندھا ہونا ان کے دلوں کے اندھا کرنے کی دلیل بنا دے۔

امام زین العابدین سے ان کے متعلق یہ الفاظ ایک علمی مباحثہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

(رجال کشی ص ۵۳)

﴿القد طمع الخائن في غير مطمع﴾

اس خیانت پیشہ نے ایسی جگہ کامیابی اور غلبہ کی حرص کی ہے جو اس کے طمع و حرص کا مقام نہیں یعنی ہم پر علمی مباحثہ میں غالب نہیں آ سکتا۔

حادثہ سے مروی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (حضرت) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بصرہ پر عامل بنایا ﴿تحمل كل مال في بيت المال بالبصرة الحق بمكة وترك عليا عليه السلام وكان مبلغه الف درهم﴾

(ص ۵۷)

انہوں نے بصرہ کے بیت المال میں جتنا مال تھا اس کو ازراہ خیانت جمع کر کے مکہ پہنچا دیا اور حضرت علی علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ کر مکہ میں جا بیٹھے اور اس مال کی قیمت بیس لاکھ درہم تھی اب آپ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور رورور کر فرمایا۔

﴿هذا ابن عم رسول الله ﷺ في علمه وقدره يفعل مثل هذا فكيف يومن من كان دونه اللهم اني قد مللتهم فارحني منهم واقبضني اليك غير عاجز ولا ملول﴾

یہ رسول اللہ ﷺ کا چچا زاد بھائی ہے اور باوجود اس عظیم علم اور بلند مرتبہ کے اس قسم کے افعال کا مرتکب ہے تو دوسروں پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ اے اللہ میں ان سے سخت ملال میں ہوں لہذا مجھے ان سے راحت بخش اور اپنی طرف بلا لے در آنحالیکہ میں عجز اور ملال سے محفوظ ہوں۔ اسی ضمن میں طویل خط و کتابت طرفین سے ذکر کرنے کے بعد آخر میں عبد اللہ بن عباس کا یہ جواب درج کیا ہے کہ میں (بطور خیانت وغیرہ) روئے زمین کے تمام زرو مال کو لے کر اللہ تعالیٰ کی جانب پیش ہوں تو وہ اس سے بہتر ہے کہ ﴿الْقِسَى السَّالِئِةُ بَدْمِ رَجُلٍ مُسْلِمٍ﴾ کہ میں کسی مسلمان کا خون ناحق بہا کر اس کی جناب میں پیش ہوں گویا کہ یہ ایک تعریض ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے کہ تم نے خون مسلم ناحق بہایا ہے اگر تم نے اس کا جواب دے دیا تو میں بھی اس مال کا جواب دے لوں گا۔

شیعی عالم مامقانی نے نقل کیا ہے کہ جب عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور امارت میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر دوران خطاب یہ تنقید کی کہ یہ وہ شخص ہے جس نے لاکھوں درہم بصرے کے بیت المال سے ہتھیا لئے جب کہ وہاں پر لوگ گھٹلیاں کھا کر گزر بسر پر مجبور تھے تو حضرت عبد اللہ بن عباس نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

﴿وَمَا حَمَلِيَ الْمَالُ فَانَهُ كَانَ مَالًا جَبِينًا وَاعْطَيْنَا كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ وَوَبَقِيَتْ بَقِيَّتُهُ هِيَ دُونَ حَقِّنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ فَاخْذِنَا بِحَقِّنَا﴾

(تنقیح المقال ج ۲، ص ۱۹۵)

لیکن میرا مال کو اٹھالانا تو وہ ایسا مال تھا جسے ہم نے جمع کیا تھا اور ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اور کچھ بچ گیا جو کہ اس سے بھی کم تھا جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی رو سے بنتا تھا لہذا ہم نے اپنا حق وصول کیا۔

مامقانی صاحب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ردِ حمل، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کے اعتراض و انکار پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جواب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

﴿و غایۃ ما یمکن ان یوجہ بہ انہ کان مغروراً بعلمہ فاجتہد باستحقاقہ  
لہ و کونہ دون حقہ وان اخطاء فی اجتہادہ لکونہ فی قبال النص و قد کان علیہ  
ان اخطاء اولاً ان یتوب و ترجع المال ولم یتحقق منہ ذالک وبالجملة فتامیر  
امیر المومنین ایاہ علی البصرۃ یثبت عدالتہ و خیانتہ لبیت المال یریلھا﴾

(جلد ۲ ص ۱۹۵)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل کی توجیہ جس حد تک ممکن ہے وہ یہ ہے کہ  
انہیں اپنے علم پر غرور و ناز تھا اور اسی مغروری میں انہوں نے ازراہ اجتہاد اپنا استحقاق بھی سمجھ لیا اور  
اس مال کو اپنے استحقاق سے کم بھی۔ اگرچہ انھیں اس اجتہاد میں خطا اور غلطی لگی کیونکہ یہ نص کے  
مقابلے میں اجتہاد تھا اور ان پر لازم یہ تھا کہ جب غلطی سرزد ہو گئی تھی تو اس سے توبہ کرتے اور مال  
کو واپس کرتے لیکن ان سے توبہ اور مال کی واپسی ثابت نہیں ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت  
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کے بصرے پر عامل اور گورنر بنانا جہاں ان کی عدالت اور امانت اور  
مستند ہونے کی دلیل ہے ان کا بیت المال کے اموال میں خیانت کرنا اس عدالت و ثقاہت اور  
اتحاد و اعتبار کو معدوم کرنے والا ہے۔

ان روایات اور تبصروں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو پتہ چل گیا کہ حضرت عبداللہ بن  
عباس کی عظمت اور ادب و احترام ان لوگوں کے نزدیک کس حد تک ہے؟

اپنے نظریہ کے خلاف ان کا کوئی عمل اور اقدام نظر آئے تو وہ خطا کار ہیں۔ عدالت  
سے محروم اور خیانت پیشہ بھی ہیں اور علم پر غرہ اور نازاں ہو کر صریح نصوص کی خلاف ورزی کرنے  
والے بھی ہیں۔ اور امیر المومنین کو قتل ناحق میں ملوث اور اہل اسلام کے خون سے ہولی کھیلنے

والے اور اللہ کے حضور اس اقدام کی توجیہ اور معذرت سے عاجز و قاصر ماننے والے بھی ہیں۔  
 متعہ کا معاملہ ہو تو ایسے ثقہ کہ کتاب اللہ، سنت رسول علیہ اسلام اور اجماع امت کی بھی ان کے  
 ذاتی اجتہادی قول کے مقابل کوئی وقعت نہیں ہے۔ حالانکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
 ان کو متعہ کے جواز و اباحت کے فتویٰ سے منع کیا اور ان کو حیران و سرگردان شخص قرار دیا اور سر  
 عالم رحمۃ اللہ علیہ کا حکم تحریم ان کو سنایا۔ خود ان کا آخر الامر رجوع ثابت اور توبہ کرنا مروی و منقول مگر  
 سب کچھ سچ ہے شیعہ کے لئے صرف اور صرف ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس کا متعہ جائز  
 رکھنا ہی کافی ہے جس سے صاف ظاہر کہ یہ ابن عباس کی محبت و عقیدت کے تحت نہیں نہ ان کو  
 معصوم عن الخطا سمجھنے کی وجہ سے بلکہ صرف اور صرف حب متعہ اور اس کے عشق کا کرشمہ ہے  
 ﴿وحبک الشی یعمی ویصم﴾ لہذا اس طرح کے آپ کی طرف منسوب قول سے  
 استدلال نہ برہانی انداز ہے اور نہ ہی جدلی اور نہ ہی اصولی مناظرہ و مباحثہ کے مطابق و موافق  
 ہے بلکہ صرف مشاغبہ اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی نا تمام و نامشکور۔  
 ۴۔ ملا حسن فیضی تفسیر صافی ص ۳۳ پر رقمطراز ہے:

﴿ویسرون تفسیرہ عمن یحسبونہ من کبر ائہم مثل ابی ہریرۃ وابن  
 عمر و انس و نظر ائہم و کانوا یعدون امیر المومنین من جملتہم ویجعلونہ  
 کواحد من الناس و کان خیز من یستندون الیہ بعدہ ابن مسعود و ابن عباس  
 ممن لیس علی قولہ کثیر تعویل و لالہ الی الباب الحق سبیل و کان ہولاء  
 الکبراء ربما یتقولون من تلقاء انفسہم غیر خالفین من مالہ (الی) ولم  
 یعلموا ان اکثرہم کانوا یطنون انفاق و یحترون علی اللہ ویفترون علی رسول  
 اللہ... الخ﴾

اہل السنۃ و الجماعت تفسیر قرآن ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جن کو وہ اپنے



کبراء سمجھتے ہیں مثلاً ابو ہریرہ۔ عبد اللہ بن عمر اور انس وغیرہ کے اور امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان میں سے ایک فرد شمار کرتے ہیں اور ان کے بعد جن کو بہترین مفسر قرار دیتے ہیں۔ اور حجت و سند وہ ہیں عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس جن کے قول پر کوئی خاص اعتماد نہیں اور نہ ہی ان کو حق خالص تک رسائی حاصل تھی بلکہ ان کے یہ اکابر بسا اوقات تفاسیر الٰہی طرف سے گھڑ لیتے تھے اور ان کے انجام بد سے ذرا برابر خوف نہیں رکھتے تھے اور بسا اوقات رسول خدا ﷺ کی طرف بھی منسوب کر دیتے تھے اور جنہوں نے ان صحابیوں سے یہ تفسیری اہال نقل کیے ہیں ان میں سے بعض تو ان کی حقیقت حال سے بھی بے خبر تھے۔ بس وہ صرف (الصحابۃ کلہم عدول) کے قائل تھے اور ان میں سے کسی کے حق میں عدول و انحراف کو ہائز نہیں رکھتے تھے۔ حالانکہ ان کے زعم کے برعکس ان صحابہ کرام میں سے اکثر در پردہ منافق تھے اور اللہ تعالیٰ پر جرات و جسارت سے کام لینے والے، رسول نبی ﷺ پر افتراء و بہتان اٹھانے والے۔

۵۔ نیز الروضۃ من الکافی ج ۸، ص ۲۳۵ اور رجال کشی ص ۱۶ میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

عن ابی جعفر قال کان الناس اهل الردۃ بعد النبی الا ثلاثة فقلت من الثلاثة فقال المقدر بن اسود، و ابوذر الغفاری و سلمان فارسی

یعنی ماسواء تین صحابیوں حضرت ابوذر، حضرت مقدار اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہم کے سب صحابہ مرتد ہو گئے۔ العیاذ باللہ۔ لہذا بقول ان کے ابن عباس بھی نعوذ باللہ مرتدین میں داخل ٹھہرے تو ان اقوال کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ صاحبان کا حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پیش کرنا استدلال کے لائق برہانی اور جدلی دونوں کے خلاف ہیں۔

برہانی استدلال کے تو اس لئے کہ جب وہ لوگ ان کو مومن ہی تسلیم نہیں کرتے اور ان

کی تفاسیر کو اللہ تعالیٰ پر جرات اور رسول ﷺ پر افتراء قرار دیتے ہیں تو پھر ان کے اقوال کو دلیل بنانے کے کیا معنی؟ اور جدلی طریق استدلال کے اس لئے خلاف ہے کہ ہمارے لئے حضرت عبداللہ بن عباس اور دیگر صحابہ کرام جن کی طرف منسوب روایات کو اہل تشیع پیش کرتے ہیں اپنی تمام تر عظمت کے باوجود عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ علم و حکمت میں برابر نہیں علی الخصوص جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی طرف سے متعہ کی حرمت نقل فرما رہے ہیں اور صحابہ کرام کی اکثریت عظیمہ حتیٰ کہ حضرت علی المرتضیٰ شہر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس حکم میں ان کے ساتھ متحد و متفق ہیں۔ جن کے عبداللہ بن عباس سے علم میں زائد ہونے کا شیعہ برداری کو بھی اعتراف ہے تو پھر اہل السنۃ والجماعت کے خلاف ان کے ذاتی خیال اور استنباط کو پیش کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ فرمان رسول ﷺ بہر حال مقدم ہے اور اس میں کسی مدعی اسلام کا اختلاف بھی نہیں۔

پھر لطف یہ ہے کہ وہ بلا ضرورت واضطرار اس کو جائز تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ صرف اس صورت میں جب ایسی مجبوری درپیش ہو جیسے بھوکے شخص کے لئے مردار اور خنزیر کھانے کی اور اس قول سے بھی ان کا رجوع منقول ہے۔ چلو رجوع میں اتفاق نہ سہی تعارض اقوال ہی سہی۔ تاہم آخر تک اس نظریہ پر قائم رہنا یقینی طور پر تو ثابت نہ ہو تو ایسی صورت میں شیعہ برداری کے لئے اس قول کا سہارا لینا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بلکہ اس سے بھی زیادہ ناقص اور نا کافی سہارا لینے والی بات ہے۔

## متعہ کی ممانعت، کتب شیعہ سے

۱۔ عن المفضل قال سمعت ابا عبد الله عليه السلام يقول في المتعة دعوها اما يستحي احدكم ان يرى في موضع العورة فيحمل ذلك على صالحی

المرآۃ واصحابہ ﴿﴾

مفضل سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو متعہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اسے چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم میں سے ایک شخص عورت کی شرم گاہ کو دیکھے اور پھر اس کا اپنے نیک بھائیوں اور ساتھیوں کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے۔ (استبصار ج ۳ ص ۷۹، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

عن حفص بن البحتری عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الرجل یتزوج مکر متعۃ قال یکرہ للعب علی اہلہا ﴿﴾

حفص بن بختری سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا ہے جو کہ باکرہ عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور ناپسندیدہ، کیونکہ یہ اس کے اعزہ و اقارب کیلئے عار اور عیب ہے۔

(استبصار ج ۳ ص ۷۹۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۵)

عن ابی الحسن عن علی عن بعض اصحابنا یرفعہ الی عبد اللہ علیہ السلام قال لا تمتع بالمومنة ﴿﴾

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مومنہ کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کیونکہ متعہ کی سزا تم اس کو ذلیل و خوار اور بے عزت و بے آبرو کرو گے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

عن زید بن علی عن آباءہ علیہ السلام عن علی علیہ السلام قال حرم رسول اللہ ﷺ لحوم الحمر الاہلیۃ و نکاح المتعۃ ﴿﴾

(استبصار ج ۳ ص ۷۷، تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۱)

حضرت زید بن زین العابدین نے اپنے آباء کے واسطے سے حضرت امیر المومنین

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے پالتو گدھوں اور نکاح کو حرام قرار دیا۔

**ف:** ان روایات سے رسول اکرم ﷺ اور ائمہ کرام کی زبانی متعہ کی حرمت و کراہت اور اس مومنات اور ان کے اہل و اقارب کے لئے موجب ننگ و عار اور باعث ذلت و خواری ثابت ہو گیا اور یہ امر روز روشن کی طرح عیاں کہ تذلیل مومن و مومنہ حرام اور سخت مکرم و ناپسندیدہ امر ہے لہذا متعہ بھی حرام اور ناپسندیدہ فعل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مضمون کی روایت کتب اہل السنّت میں موجود ہے اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی متعہ کا بعینہ زنا ہونا منقول ہے۔ لہذا شیعہ اور سنی کتب کی یہ روایات متعہ کی حرمت و ناپسندیدگی پر متفق ہیں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔

﴿الزمو السواد الاعظم فان يدالله على الجماعة واياكم والفرقة فان الشاذ من الناس للشيطان كما ان الشاذ من الغنم للذئب﴾ (نہج البلاغہ مصری ج ۱ ص ۲۹۸)  
سواد اعظم اور جماعت عظمیٰ کے ساتھ وابستہ رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دست شفقت و عنایت جماعت پر ہے۔ اور افتراق و شذوذ سے دور رہو کیونکہ جماعت سے الگ ہونے والا انسان شیطان کا لقمہ ہے جس طرح ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑ بھیڑیوں کا لقمہ بن جاتی ہے اور امر واقعہ بھی یہی ہے اور شیعہ کو اس کا اعتراف بھی ہے کہ سواد اعظم اہل سنت و الجماعت ہیں اور یہ سواد اعظم رہے ہیں چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے۔

فقیر گفت اہل سنت ہمیشہ سواد اعظم بودہ اند (مجلس المؤمنین ج ۱ ص ۵۷۲) اور دوسرے مقام پر کہا:

حضرت امیر درایام خلافت خود دید کہ اکثر مردم حسن سیرت ابو بکر و عمر را معتقد اند و ایشان را حق مے دانند قدرت بر آن نداشت کہ کارے کند کہ دلالت بر فساد خلافت ایشان داشتہ باشد  
(مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۴)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اپنے ایام خلافت میں یہ مشاہدہ کیا کہ اکثر لوگ اور جمہور اہل اسلام ابو بکر و عمر کے حسن سیرت کے معتقد و معترف ہیں۔ اور ان کو برحق علیفہ سمجھتے ہیں تو آپ میں اس امر کی قدرت اور سکت نہ رہی کہ ایسا کام کریں جو ان کی خلافت کے ناحق اور فاسد ہونے پر دلالت کرے اور ایسے ہی مضامین، شافی و تلخیص شافی اور تنزیہ الانبیاء میں موجود ہیں۔ لہذا یہ حقیقت دو پہر کے آفتاب کی طرح بے غبار ہو گئی کہ آپ نے اہل السنہ سے ہی وابستہ رہنے کو لازم فرمایا اور ان سے علیحدگی کو شیطان کا لقمہ بننے سے تعبیر کیا اور اہل السنہ کا مذہب، حرمت متعہ ہے۔ اور یہ احادیث و روایات جو شیعی مستند کتب حدیث میں منقول ہیں اور ائمہ کرام کی منشاء و مرضی کے مطابق اور اس کا خلاف سراسر ضلالت و گمراہی ہے۔

﴿کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَمَنْ يَشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

## شیعی تاویلات اور ان کی لغویت

شیعی محدثین نے ان روایات کی عجیب و غریب اور بے سرو پا تو جیہات و تاویلات کی ہیں۔ عقل و خرد کا منہ چڑایا ہے اور متعہ کی اباحت ثابت کرنے کے شوق میں ائمہ کرام کی عزت و آبرو اور استقلال و استقامت کو پامال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا علی الخصوص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عظیم افتراء اور بہتان طرازی سے کام لیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بہتان و افتراء



چوتھی روایت جس میں حضرت زید، حضرت زین العابدین، حضرت امام حسین اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سند سے نبی اکرم ﷺ کا پالتو گدھوں اور نکاح متعہ کو حرام ٹھہرا مروی و منقول ہے۔ اس کے متعلق شیعہ کے شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے کہا:

﴿فالوجه في هذا الخبران نحملها على التقية لانها موافقة لمذهب العامة﴾  
اس روایت کی توجیہ یہ ہے کہ ہم اس کو تقیہ پر محمول کریں کیونکہ یہ جمہور اہل اسلام یعنی اہل السنّت کے موافق ہے۔

(استبصار جلد ثالث ص ۷۷، و کذا فی تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۲۵۱)

﴿سبحانک هذا بہتان عظیم...﴾ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی اولاد امجاد نے سینوں کے ڈر سے یا ان کی دلجوئی کے لئے حرام کہہ دیا اور رسول معظم ﷺ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا۔ اس سے بڑا ظلم اور تجاوز ان مقدس ہستیوں پر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ ان کو سینوں کے ڈر اور خوف کی وجہ سے ان کی ہمدردیاں اور اعانت و تائید حاصل کرنے کے لئے خدا و مصطفیٰ پر افتراء پردازی اور بیان بازی کا مرتکب اور اسلام کا حلیہ مسخ کرنے والا تسلیم کر لیا جائے۔ حالانکہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار اپنے خطابات میں ڈر اور خوف اور مدہانت فی الدین کے اتہامات کی نفی فرماتے رہے ہیں اور کیوں نہ ہو شیر خدا اور اسد اللہ الغالب ہو اور برحق نائب رسول ہوں اور دین کے معاملہ میں کسی ضعف و ناتوانی اور مدہانت وغیرہ کا مظاہرہ کریں یہ کیونکر ممکن ہے اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں ان کا عمل بھی اس توہم کو بیخ و بن سے اکھڑنے والا ہے۔

سر داد نہ داد دست در۔ دست یزید      حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

کیا عام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام نہیں ہے

تیسری روایت کے متعلق ابو جعفر طوسی نے ایک توجیہ و تاویل یہ ذکر ہے کہ متعہ اس عورت کے ساتھ ممنوع ہے جو شریف خاندان کی ہو کیونکہ اس کے ساتھ متعہ کرنے سے اس کے اہل اقارب کو عار لاحق ہوگی اور خود اسے ذلت و حقارت سے دوچار ہونا پڑے گا اگرچہ فی نفسہ متعہ ممنوع اور حرام نہیں ہے۔

﴿يَحْتَمِلُ أَنْ يَكُونَ الْمُرَادُ بِهِ إِذَا كَانَتْ الْمَرْءَةُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ الشَّرَفِ فَإِنَّهُ لَا يَنْبَغِي التَّمَتُّعُ بِهَا لِأَمَّا يَلْحَقُ أَهْلُهَا فِي ذَلِكَ مِنَ الْعَارِ وَيَصِيبُهَا هِيَ مِنَ الذِّلِّ وَأَنْ لَمْ يَكُنْ مَحْظُورًا﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳، استبصار ج ۳ ص ۷۷)

حالانکہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مطلق مومنہ کا ذکر کیا ہے اس میں کسی خاندان کی تخصیص نہیں فرمائی اور نصوص کتاب و سنت کو اپنے ظاہر پر رکھنا ضروری ہوتا ہے اور عام ہوں تو ان کا عموم پر رکھنا لازم ہوتا ہے لہذا یہ تاویل بالکل بے محل اور بے جواز ہے نیز مشتق پر حکم ہو تو مبداء اشتقاق علت حکم ہوتا ہے۔ لہذا یہاں پر مومنہ کا ایمان اس ممنوعیت اور حرمت کی علت ہے نہ کہ خاندانی برتری۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ عوام اہل اسلام کی عزت و ناموس کا تحفظ اسلام میں نہیں ہے کیا اسلام ان کی عزت و حرمت کو پامال کرنے کی اجازت دیتا ہے پھر اگر متعہ کرنے والا بھی شریف خاندان کا فرد ہو تو کیا اس کو بھی متعہ کرنے سے عار لاحق ہوگی یا نہیں؟ لاحالہ پھر شرفاء کے لئے مطلقاً اس کو بوجہ عار ہونے کے ممنوع اور حرام تسلیم کرنا پڑے گا۔

علیٰ ہذا القیاس اگر متعہ کرنے والے مرد اور عورت کا تعلق شریف خاندان سے ہو تو نکاح دوام ان کے لئے عار نہیں مگر متعہ عار اور عیب بن گیا اور موجب ذلت و حقارت تو مہر نیمروز

کی طرح واضح ہو گیا کہ متعہ شیعہ کے نزدیک نکاح کی مانند نہیں ہے۔ اور یہ فعل کہنے اور رذیل لوگوں سے سرزد ہو تو ہوشرفاء کے لئے باعث ننگ و شرم ہے اور شرافت کے خلاف مگر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عداوت اور دشمنی ان کے لئے اس اعتراف سے مانع ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: ﴿جَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ﴾

اور یہ حقیقت بھی کسی سے مخفی نہیں کہ اسلام میں عزت و کرامت کا دار و مدار نسب پر نہیں تقویٰ پر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ تو ثابت ہو گیا کہ یہ فعل کسی متقی اور دیندار کے لئے روا نہیں ہے بلکہ اوباش اور رذیل لوگوں کا کام ہی ہو سکتا ہے الغرض شیخ الطائفہ کی یہ توجیہ بھی متعہ کو شرفاء اور دیندار لوگوں کے لئے جائز نہ بنا سکی تو اس کے ذریعے حسی حسینی اور مرتضوی و مصطفوی درجات تک رسائی کا کیا امکان ہو سکتا ہے۔

ابو جعفر نے یہی توجیہ اس روایت کی یہ بیان کی ہے:

﴿هذا حديث مقطوع الاسناد شاذة يحتمل ان يكون المراد به

اذا كانت المرأة من اهل بيت الشرف﴾ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۳)

یہ حدیث شاذہ ہے اس کی اسناد منقطع ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم اس مومنہ کے متعلق ہو جو شریف خاندان سے تعلق رکھتی ہو اس کے ساتھ متعہ جائز نہیں ہے کیونکہ بوجہ متعہ اس کے اہل خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے اور اس کو بھی ذلت و رسوائی لاحق ہوگی اور یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہوگا بغیر اس کے کہ ممنوع ہو۔

**اقول:** پہلا اعتراض ساقط الاعتبار ہے کیونکہ متعدد روایات متصل الاسناد اسی مضمون پر مشتمل

امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شیعہ صاحبان کی صحاح میں منقول ہیں منجملہ ان کے حفص بن ہستری کی روایت ہے کہ امام صاحب سے باکرہ کے ساتھ عقد متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو

آپ نے فرمایا۔ ﴿يَكْرَهُ لِلْعَيْبِ عَلٰی اَهْلِهٖا...﴾ مکر وہ ہے کیونکہ اس سے اس کے اہل  
خانہ کو عار و عیب لاحق ہوتا ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۵، استبصار ج ۳ ص ۷۹)

اور اسی طرح ابوسعید قماط کی روایت کہ میں نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

عرض کیا:

﴿جارية بکر بین ابویہا تدعونی الی نفسہا سرامن ابویہا افا فعل  
ذلک؟ قال نعم واتق موضع الفرج قال قلت فان رضیت بذلک قال واد  
رضیت بذلک فانه عار علی الابکار﴾ (تہذیب ج ۷ ص ۲۵۴)

والدین کے ہاں موجود کنواری لڑکی مجھے خفیہ طور پر اپنی طرف بلاتی ہے اپنے والدین  
سے چوری چھپے تو کیا میں اس کی دعوت قبول کر لوں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور اس کے فرج والی جگہ  
سے بچنا یعنی جماع نہ کرنا۔ میں نے عرض کیا تو اگر وہ راضی ہو جائے پھر بھی؟ فرمایا اگر چہ راضی  
ہو جائے کیونکہ ان کے ساتھ مباشرت (بطور متعہ) ان کے لیے عار اور عیب ہے۔

ان دونوں متصل روایات سے باکرہ کے ساتھ بطور مباشرت متعہ کا اس کے  
موجب ننگ و عار ہونا ثابت ہو گیا۔ اور اس خاندان کے لئے بھی لہذا اس کو شاذ اور مقطوع  
الاسناد کہہ کر گلو خلاصی کرانی ممکن نہیں جب کہ خود ابو جعفر طوسی صاحب نے مکر وہ ہونے والے ق  
کی تائید میں حفص بن البجری والی روایت ﴿يَكْرَهُ لِلْعَيْبِ عَلٰی اَهْلِهٖا﴾ کو پیش  
ہے۔ تو اگر یہ روایت بھی شاذ اور باقابل اعتبار ہے تو اس سے استشہاد کا کیا معنی؟ جب ثا  
ہو گیا کہ متعہ موجب ذلت تو ﴿لَا تَمْتَعْ بِالْمُؤْمِنَةِ﴾ والی نہی اور ممنوعیت بھی ثابت ہو گئی  
تذلیل مومن حرام۔ لہذا اس کا موجب بھی حرام ہو گا اور تہذیب الاحکام والی روایت ﴿وَاتَقِ  
مَوْضِعَ الْفَرْجِ﴾ سے جماع سے اجتناب کا لزوم ثابت ہو گیا کیونکہ قاعدہ یہی ہے کہ نہی حر  
پر دلالت کرتی ہے اور امر و وجوب پر۔ نیز کراہت تحریمی بھی ہوتی ہے اور تنزیہی بھی اور جب

امر حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس کو مکروہ تحریمی قرار دینا لازم ٹھہرانہ کہ مکروہ تنزیہی تو ان قواعد اور اصول کی رو سے شیعہ صاحبان کے لئے حرمت تسلیم کرنے کی صورت میں کراہت تحریمی تسلیم کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ جبکہ مکروہ تحریمی بھی حرام کے حکم میں ہوتا ہے فرق صرف انکار کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کہ حرام کا منکر کافر ہو جائے گا اور مکروہ تحریمی کو حلال ماننے والا کافر نہیں کہلائے گا مگر عمل کی صورت میں فاسق و فاجر دونوں ہوں گے۔

### ثواب متعہ والی روایات کا بطلان

ف: ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد متعہ کے ثواب اور درجات پر مشتمل روایات کا بطلان واضح ہو گیا کیونکہ حرام یا مکروہ تحریمی پر اصرار گناہ میں مستغرق ہونے کا موجب ہے اور فسق و فجور کی پستیوں میں اور اتھاہ گہرائیوں میں گرنے کا نہ کہ مدارج اور مراتب عالیہ پر فائز ہونے کا۔ فتاامل جدا۔

### ممنوعیت متعہ میں وارد پہلی روایت اور علامہ ڈھکو کی غلط بیانی

پہلی روایت جو کہ مفضل نے حضرت امام جعفر صادق سے نقل کی ہے۔ یعنی متعہ کو چھوڑ دو کیا تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم سے کوئی شخص ایک عورت کی شرمگاہ کی جگہ دیکھے پھر اسے اپنے بھائیوں اور احباب کے لئے ذکر کرے اور ان کو اس عورت کے ساتھ متعہ کی ترغیب دے علامہ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا:

اصل بات یوں ہے (جو اصل کتاب میں موجود ہے) کہ کچھ حضرات موسم حج میں مکہ جا کر متعہ شروع کر دیتے تھے ایسے ہی ایک شخص کو امام نے سرزنش کی کہ ایسے موقع و محل پر متعہ کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع و محل پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بدتمہارے دوسرے



ایک ہمایوں پر بھی پڑے یعنی لوگ یہ کہیں کہ یہ لوگ یہاں حج کرنے نہیں آتے بلکہ متعہ کرتے ہیں۔  
(تجلیات صداقت ص ۳۰۴، ۳۰۳)

﴿والجواب بتوفیق الوہاب﴾ عربی عبارت قارئین کرام بار بار ملاحظہ فرمائیں اور اس کہیں حج کا اور مکہ مکرمہ کا تذکرہ دیکھیں تو ہمیں مطلع فرمادیں۔ اور اگر کہیں کوئی ایسا لفظ نہ آئے اور یقیناً نظر نہیں آئے گا اور نہ آسکتا ہے۔ تو پھر آیت معلومہ بے شک نہ پڑھیں مگر اس چوری سینہ زوری سے نفرت کا اظہار ضرور کریں اور اس امر کا یقین کر لیں کہ شیعہ برادری کے پاس روایت کا کوئی جواب نہیں ورنہ اس قدر صریح جھوٹ بولنے پر مجبور نہ ہوتے۔ مزید تحقیق درج ذیل امور پر بھی ایک نظر ڈالتے جائیں۔

۱۔ اس باب کا عنوان ابو جعفر محمد بن یعقوب الکلبی نے یوں قائم کیا ہے: ﴿باب انہ یجب یکف عنہا من کان مستغنيا عنها﴾ جو شخص متعہ سے مستغنی ہو اس پر متعہ سے اجتناب دور رہنا واجب ہے کیا اس میں مکہ مکرمہ اور حج کے موقع کی پھر لگ سکتی ہے؟

۲۔ اس باب میں کل چار روایات ہیں پہلی میں علی بن یقطین نے امام ابو الحسن موسیٰ کاظم سے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تجھے اس سے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے تجھے اس سے بے دیا ہے۔

دوسری روایت میں فتح بن یزید نے امام ابو الحسن سے متعہ کے متعلق دریافت آپ نے فرمایا:

﴿ہی حلال مباح مطلقاً لمن لم یغنه الله بالتزویج ....﴾ یعنی یہ حلال ہے اور مطلق ہے اس شخص کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے نکاح دائمی کے ذریعے سے مستغنی نہیں کیا مستغنی ہو تو صرف دوران سفر مباح ہے جبکہ بیوی سے غائب ہو۔

تیسری روایت محمد بن حسن بن شمعون سے ہے کہ حضرت ابو الحسن نے اپنے بعض

کی طرف یہ فرمان تحریر کیا ﴿لَا تَحْلُوا عَلَى الْمَتْعَةِ﴾ کہ متعہ پر بہت اصرار نہ کرو بلکہ اصل سنت قائم کرنے پر اکتفا کرو اور مفصل روایت بعد میں ذکر کی جائے گی۔

چوتھی روایت مفصل والی ہے کہ انہوں نے متعہ چھوڑنے کا حکم دیا اور سرزنش فرمائی پورے باب اور اس کی تمام روایات میں جس چیز کا نام و نشان تک نہ ہو اس کے متعلق یہ دعویٰ کہ اصل بات یوں ہے نہ وہ جو اصل کتاب میں ہے کتنا بڑا جھوٹ ہے۔ اور بے سرو پا تاویل ہے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہے۔

ولے تاویل شاں در حیرت انداخت

خدا و جبریل و مصطفیٰ را

۳۔ علاوہ ازیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ احرام کی حالت میں وہ لوگ ایسا فعل کرتے تھے یا اس سے آگے پیچھے، حالت احرام میں ہو متعہ ہو یا نکاح دائم میں جماع ہر دو مفسد جہ ہوئے پھر متعہ کی کیا تخصیص؟ اور اس سے آگے پیچھے جس طرح زوجہ سے مباشرت جائز، شیعہ شریعت میں متعہ بھی جائز بلکہ متعہ زیادہ کار ثواب اور موجب ترقی درجات پھر اس سے منع کرنے کا کیا مطلب؟

۴۔ ڈھکوصاحب فرماتے ہیں کہ شرم نہیں آتی کہ ایسے شرمناک موقع پر دیکھے جاؤ اور اس کا اثر بد تمہارے دوسرے نیک بھائیوں پر بھی پڑے۔ ڈھکوصاحب **اول** تو جب متعہ شروع ہوتا ہے تو فرشتے پہرہ پر ہوتے ہیں تو اس وقت کسی سنی غریب کی نظریں کب پڑنے دیتے ہیں جس طرح ثواب متعہ کی روایات میں عرض کر چکے ہیں۔

**دوم:** متعہ علانیہ ممنوع نہیں زوجہ کے ساتھ علانیہ ہم بستری منع ہے تو پھر بھی وجہ تفریق و تخصیص متعہ کی موجود نہیں اس صورت میں تو صرف اتنا فرمانا چاہیے تھا۔ بیٹا بس ذرا پردہ سے اور مخصوص مقامات پر داد عیش دے لیا کرو سر عام نہیں۔

سوم:- متعہ کوئی کرے اور اس کا اثر دوسرے بھائیوں پر پڑے آخر اس کا کون عقل

دور کر سکتا ہے جن کو حالت متعہ پر دیکھا گیا انہیں کے متعلق کہا جائے گا نہ کہ دوسروں کے  
 اس میں اثر بد والی کون سی بات ہے بلکہ ایک عظیم المرتبت رکن اسلام کی ایسے عظیم  
 اثر میں رسم نقاب کشائی ادا ہو رہی ہے تاکہ پورے عالم اسلام میں جلد از جلد پھیل سکے اور ہر  
 یقین کرے کہ ایسی مقدس جگہ یہ طریقہ جاری ہے تو اسے حرام کون کہہ سکتا ہے؟

چہارم:- ڈھکوصاحب اپنے دھرم سے کہیے جس میں امام جعفر صادق رضی اللہ  
 عنہ تھے اس دور میں اس فعل کے جواز کا زبانی علانیہ فتویٰ بھی دیا جاسکتا ہے؟ جب نہیں  
 تو موسم حج میں کرنا اور پھر بھائیوں پر اثر بد مترتب ہونا چہ معنی دارد؟ بلکہ انہوں نے  
 اس طرف نسبت کے ڈر سے ایسے دلدادگان متعہ پر مدینہ میں ہوتے ہوئے متعہ حرام ٹھہرا دیا کہ  
 اگر مہکڑے گئے تو لوگ کہیں گے کہ یہ اصحاب جعفر ہیں اور اس طرح تمہارا فعل میری مخبری کا  
 موجب بنے گا کہ وہ ایسے فتوے دیتے ہیں۔

پنجم:- جن کے ساتھ شیعہ صاحبان متعہ کرتے تھے وہ مکہ میں رہتی تھیں یا اپنے  
 ساتھ لے جاتے تھے پہلی صورت تو ناممکن کیونکہ اہل مکہ اس نظریہ کے خلاف تھے اور پتہ چلنے پر  
 ان کو سنگین سزا دیتے نہ صرف یہ طعنہ کہ یہ متعہ کرنے آتے ہیں اور بس۔ اور دوسری صورت میں  
 کسی کو پتہ ہی کیسے چل سکتا تھا کہ یہ دائمی نکاح والی مومنہ ہے یا وقتی گزر بسر کرنے والی اور سفر کو  
 ٹوٹھکوار رکھنے کے لئے تن بخشی کرنے والی۔

الغرض یہ توجیہ و تاویل سراسر لغو و باطل نہ کتاب سے اس کا کوئی تعلق اور نہ ہی حقائق  
 واقعات سے بلکہ محض جواب سے عاجزی کو چھپانے کی ایک ناکام کوشش اور وہ بھی خوف خدا  
 و خوف خلق سے عاری اور بے نیاز ہو کر اور اپنے عوام کا لانعام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی  
 خاطر صرف اور صرف عیاری اور مکاری سے کام لینے کی ناپاک جدوجہد تاکہ وہ فرض کر لیں کہ

ہمارے مجتہد العصر نے جواب کا حق ادا کر دیا ہے۔

## امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لا جواب ہونا

شیعہ صاحبان نے ایک طرف تو ائمہ کرام کے حق میں قدم قدم پر تقیہ اور اخفاء دعویٰ کیا اور دوسری طرف ائمہ کرام کو تقیہ کے پردہ میں چھپے متنازعہ مسائل پر مناظرے کرنے سے بھر لا جواب ہوتے بھی دکھایا گیا ہے چنانچہ شیعہ کے محدث اول علامہ کلینی نے فروع کا نقل کیا ہے کہ:

۵۔ عبد اللہ بن عمر لیشی امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور متعجب کے متعلق درپا کیا تو آپ نے فرمایا اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا ہے اور زبان نبی ﷺ اسے حلال ٹھہرایا ہے لہذا یہ قیامت تک کے لئے حلال اور مباح ہے۔ تو عبد اللہ لیشی نے کہا جیسا شخص یہ فتویٰ دے رہا ہے حالانکہ حضرت عمر بن الخطاب نے اسے حرام ٹھہرایا ہے آپ نے اگرچہ عمر بن الخطاب نے حرام ٹھہرایا ہے میں تو اسے حلال سمجھتا ہوں۔

عبد اللہ نے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ تم ان کے حرام قرار دیے ہوئے فعل کو حلال مت ٹھہراؤ تو امام موصوف نے فرمایا:

﴿فانت علی قول صاحبک وانا علی قول رسول اللہ فہلم الا عنک﴾

فان الاولیٰ ما قال رسول اللہ ﷺ وان الباطل ما قال صاحبک۔ ﴿

تو تم اپنے صاحب کے قول پر قائم رہو اور میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کار بند ہوں میں تمہارے ساتھ مباہلہ کرتا ہوں کیونکہ اولیٰ واسب وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور باطل وہ ہے جو تیرے صاحب نے کہا یہ سن کر عبد اللہ لیشی نے کہا:

﴿ایسرک ان نساءک وبناتک و اخواتک و بنات عمک یفعلن﴾

امام رضی اللہ عنہ ابو جعفر علیہ السلام حین ذکر نساء و بنات عمہ۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۰، تہذیب الاحکام لابی جعفر طوسی ج ۷ ص ۲۵۰)

کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ تمہاری عورتیں، بچیاں، بہنیں اور بھتیجیاں یہ فحش  
کریں۔ تو امام ابو جعفر محمد باقر نے عبد اللہ لیشی سے منہ پھیر لیا جبکہ اس نے آپ کی عورتوں  
کیوں کا ذکر کیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔

## دریافت طلب امر

اگر واقعی متعہ کرنے سے دوزخ سے رہائی ملتی ہے اور ایک مرتبہ متعہ کرنے سے  
مومن کا مرتبہ، دو مرتبہ متعہ کرنے سے امام حسن کا مرتبہ، تین مرتبہ متعہ کرنے سے حضرت  
المومنین علی کا مرتبہ، اور چار مرتبہ کرنے سے امام ارسل سید الانبیاء علیہ و علیہم السلام کا مرتبہ حاصل  
ہوتا ہے۔ نیز جس نے متعہ نہیں کیا ہو گا روز قیامت اس کے ناک اور کان کٹے ہوں گے  
وغیرہ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرفاء کہ بہنوں، بیٹیوں وغیرہ کو ان درجات کی ضرورت  
ہے۔ اور کیا وہ متعہ سے نفرت و کراہت کا اظہار کرنے پر ان وعیدات اور تشیدات اور  
علامت کا نشانہ نہیں بنیں گی جو متعہ سے نفرت کرنے والوں کے متعلق وارد ہیں لہذا بالکل  
اور آشکار ہو گیا کہ امام موصوف نے علی تقدیر صحتہ الروایت خاموشی اختیار کی اور صرف  
صرف اس لئے اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں تھا کیونکہ جو چیز اپنے لئے پسند  
از روئے شرع شریف دوسرے کے لئے بھی اسے پسند نہ کرنا چاہیے۔ آنچہ برائے خود نمی  
برائے دیگران پسند۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

## علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب

شیعی محدث العصر علامہ ڈھکو صاحب نے اس روایت کے جواب میں بہت پیچ و



کھائے مگر بات بنتی نظر نہ آئی۔ ڈھکوصاحب لکھتے ہیں جب اس (عبداللہ) نے اپنی خار  
اظہار کرتے ہوئے امام علیہ السلام کی بنات اخوات کا ذکر کیا تو امام نے بموجب ارشاد  
﴿اعرض عن الجاہلین﴾ یعنی جاہلوں سے روگردانی کرو، اس سے روگردانی کر لی  
ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا۔ کسی کام کا جائز ہونا اور بات ہے اور اس کا کرنا  
نہیں۔ اگر مثال درکار ہے۔ کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم، تو مثال  
خدمت ہے۔ کتب اہل السنۃ سے ثابت ہے کہ ختنہ لڑکے اور لڑکی کیلئے یکساں سنت ہے مگر  
تو کجا خواص بلکہ خود علماء اہل السنۃ لڑکی کے نام سے گھبراتے ہیں اور لڑکیاں شرم اور عار  
کرتی ہیں۔  
(تجلیات ص ۳۰۳)

**اقول:** یہ سارا کلام شاعری اور لفاظی ہیرا پھیری اور چکر بازی تو کہلا سکتا ہے مگر اس کو جواب  
کسی طرح بھی نہیں کہا جاسکتا تاہم جواب صواب چہرہ رسد؟  
۱۔ عبداللہ لیشی کے اس جواب کو اے امام ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہے کہ  
تمہاری بنات و اخوات اور چچا زاد متعہ کریں خارجیت کا اظہار اور جہالت قرار دے کر جواب  
جاہلاں باشند خاموشی پر اکتفا کیا گیا۔ مگر عبداللہ لیشی کا مقصد تو صرف اور صرف ایک تھا۔  
آنچہ برائے خودنی پسندی برائے دیگران پسند

اگر متعہ کرنا موجب عار نہیں تو اس پر برہمی کیوں؟ اور موجب عار ہے تو دوسروں کے  
لئے اس پر اصرار کیوں؟ بلکہ نہ کرنے کی صورت میں وعیدات اور انداز کیوں؟ اور کرنے کی  
ترغیب دیتے ہوئے حسنین کریمین، علی مرتضیٰ اور سید الانبیاء کے ساتھ درجات میں اشتراک اور  
مساوات کا اعلان اظہار کیوں؟

ب۔ عبداللہ لیشی نے یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اپنی بنات و اخوات کو متعہ کا حکم دیں اور نہ روپے کمانے

اہل حق کی جی لہذا ڈھکوسا صاحب کا اس ضمن میں نکاح حق مہر اور طلاق کے جواز کے فتویٰ اور اس کے اس رد عمل کا ذکر کیا کہ پھر تم اپنی بیٹیوں کو کہو کہ اس طرح روپے کمائیں تو کیا مولوی صاحب کو نقلی نہیں آئے گی؟ بالکل بے رابطہ، بے جوڑ اور بے موقع محل تمثیل ہے کیونکہ اس کا جواب صرف اور صرف یہی تھا کہ جو چیز اپنے لئے پسند نہیں فرماتے وہ دوسروں کے لئے پسند نہیں کرنا چاہیے۔

ڈھکوسا صاحب فرماتے ہیں ایک غیور آدمی سمجھتا ہے کہ یہ خفگی کا مقام تھا کسی کام کا جائز ہونا اور اس کا کرنا اور۔ مگر آپ نے تو ائمہ کرام کی زبانی یہ حکم نقل کر رکھا ہے کہ ہاشمیات کے ساتھ متعہ کرنا۔ پھر عبد اللہ لیشی کے جواب میں ازراہ غیرت خفگی کا اظہار کیا معنی؟ اگر ہاشمیات کے ساتھ متعہ کرنا آپ نے جائز کر دیا تھا تو اسے بھی فرمادیتے میرا فتویٰ جواز کا ہے اور اگر یہ فتویٰ غیرت اور عفت کے خلاف ہے تو پھر شیعہ نے یہ فتویٰ نقل کر کے امام محمد باقر کی غیرت اور عزت پر حملہ کیا ہے اور بدترین گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے۔

﴿عن منصور الصیقل عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فتمتع

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۱)

بالحاشمیة﴾

منصور صیقل نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہاشمیہ کے ساتھ متعہ کرو۔ کیا ہاشمیہ عورت رشتے میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی؟ اور اشراف کے ساتھ متعہ کے مکروہ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ہاشمیہ کو یہ حکم قابل نہیں تھا؟ یا اپنی بے غیرتی یا خارجیت کا اقرار کرو اور یا پھر عبد اللہ لیشی کے سوال کا صحیح جواب دو۔ یا مان لو کہ دلدادگان متعہ نے ائمہ پر افتراء اور بہتان سے کام لیا ہے۔

علامہ صاحب فرماتے ہیں اگر مثال درکار ہے کہ مرد کیلئے باعث ثواب اور عورت کے لئے باعث شرم۔ الخ مگر افسوس تو یہ ہے کہ علامہ صاحب نشہ میں سب کچھ اگلے جا رہے ہیں انہیں

نظیر و مثال کے فرق سے قطع نظر اس جگہ ختنہ کا حوالہ دینے کی کیا گنجائش تھی نہ لڑکے کے ختنہ کے ختنہ پر موقوف نہ لڑکی کا ختنہ لڑکے کے ختنہ پر موقوف۔ مگر متعہ مرد کا عورت کے بغیر اور عورت کا مرد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

کیا علامہ صاحب اور ان کے مردے اور زندہ ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ مرد کا ثواب کمالے مگر عورت کو استعمال نہ کرے لہذا اگر عورت کے لئے موجب شرم ہے تو اعمال مرد کے لئے بھی موجب شرم ہے علاوہ ازیں جو ثواب کی روایات گھڑی ہیں ان میں بھی مرد اور عورت برابر کے حصہ دار ہیں مگر عورتوں کے لئے اسے باعث شرم قرار دینا ان سب روایات کا اور بے ہودہ قرار دینے کے برابر ہے ﴿الیس منکم رجل رشید؟﴾

۵۔ نیز دریافت طلب امر یہ ہے کہ نکاح دوام اور متعہ اگر یکساں حلال اور جائز ہیں تو پھر دائمی نکاح بھی مردوں کے لئے کار ثواب اور عورتوں کیلئے باعث شرم اور عار نہیں ہونا چاہیے اور اگر دائمی نکاح میں شرم اور عار نہ عورتوں کیلئے ہو نہ ان کے اولیاء اور سرپرستوں کے لئے اسی لئے ان سے ہی رشتہ طلب کیا جاتا ہو اور وہ شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق ہو تو آخر متعہ میں عورتوں کے لئے شرم اور عار کا موجب کون سا ہے؟ اگر کسی کو کہا جائے خواہ کتنا بڑا پاک باز کیوں نہ ہو اور اعلیٰ خاندان کا فرد کہ تم پسند کرتے ہو کہ تمہاری بنات و اخوات شادی کر لیں اور نکاح دوام تو کیا وہ اس پر ناراض ہو جائے گا؟

معلوم ہوتا ہے کہ دل گواہی دیتا ہے کہ متعہ رذیل فعل ہے اور روح اسلام کے خلاف اور مقاصد نکاح کے برعکس اور منافی۔ مگر صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض و عناد، شیعہ کو اس کی حرمت کے اقرار سے مانع ہے۔

۶۔ یہ بات بھی سراسر غلط ہے اور واقعات و حقائق کے بالکل خلاف کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے طور پر متعہ کو حرام ٹھہرایا بلکہ ہم خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعدد صحیح روایات سے ثابت کر چکے ہیں کہ خود  
نے متعہ کو حرام فرمایا۔ لہذا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کا دعویٰ کیونکر کر  
سکتے ہیں اور خود شیعہ کتب میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ  
کرام شہر ایا تھا اگرچہ اس کو تقیہ پر محمول کیا گیا لیکن یہ تو ثابت ہو گیا کہ برملا حکم تو حرمت کا  
ہے اور وہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ سرچشمہ ہدایت کی طرف ہے۔

اگر محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر جرات سے کام لے سکتے تھے اور مباہلہ کے لئے  
تھے تو ابوالائمہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو اپنے دور خلافت میں کیوں جائز  
سکے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مباہلہ کا حوصلہ انہیں کیوں نہ ہوا؟  
اگر یہ روایت درست ہے تو تقیہ کے دعویٰ غلط ہیں اور وہ صحیح ہیں تو یہ روایات غلط ہیں  
مسل افتراء۔

الغرض علامہ ڈھکو صاحب کا اضطراب اور بے چینی اس امر کی غماز ہی نہیں بلکہ بین دلیل  
کہ شیعہ صاحبان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اور شیعہ کو امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا  
ہوالہ لیشی کے سامنے لا جواب ہونا تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں یا حکایت کو بے ہودہ تسلیم کے بغیر چارہ  
نہیں ہے۔ کیونکہ یہ خود سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے ﴿تَحِبُّ لَا خِيَكٌ مَّا تَحِبُّ لِنَفْسِكَ﴾  
اذا ایمان یہ ہے کہ اپنے بھائی کیلئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے یا بالفاظ دیگر  
آنچه برائے خود نمی پسندی برائے دیگران پسند

## کثرت متعہ کی ممانعت

ایک طرف شیعہ صاحبان نے ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا ہے اور  
اسے بھی کرام کی طرف منسوب کر دیا ہے اور دوسری طرف کثرت متعہ سے منع بھی انہیں ائمہ

سے نقل کر دیا ہے روایت ملاحظہ فرمائیں:-

۴۔ عن محمد بن الحسن بن شمعون قال كتب ابو الحسن عليه السلام الى

بعض مواليه: لا تلحوا على المتعة انما عليكم اقامة السنة. ﴿

محمد بن حسن بن شمعون کہتا ہے کہ امام ابو الحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالی کی طرف لکھا کہ متعہ پر اصرار نہ کرو اور اس میں زیادہ اشتغال و انہماک سے کام نہ لو بلکہ تم پر صرف سنت قائم کرنا لازم ہے۔ لہذا اس میں دلچسپی اور انہماک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی حرائر اور بیویوں سے منہ ہی نہ موڑ لینا ورنہ وہ کفر کی اور دین سے بیزاری و برات کی مرتکب ہو جائیں گی اور متعہ کا دینے والے کے خلاف فریادی بن جائیں گی اور (یہ معلوم کر کے کہ متعہ کو حلال ٹھہرا کر ان کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی اور بے داد کا دروازہ ہم نے کھولا ہے تو) وہ ہم پر لعنت بھیجے لگیں گی۔ لیکن باز آئے کون؟ مگر سوال یہ ہے کہ جب ہر دن نئی نوٹی لیٹن ملے اور صرف ایک مٹھی گندم بلکہ مسواک پیش کر دینے پر بھی یہ شادی انجام پذیر ہو سکے اور اس کے بعد نان و نفقہ اور رہائش، بستہ اور لباس وغیرہ کی مکمل چھٹی ہو تو پھر ساری زندگی ایک عورت کے ساتھ مقید اور پابان رہنا اور اس کے بھاری بھر کم اخراجات برداشت کرنا کون گوارا کر سکتا ہے؟

زنی نوکن اے خواجہ ہر نو بہار

کہ تقویم پارینہ ناید بکار

اگر منع ہی کرنا تھا تو پھر یہ چسکا کیوں ڈالنا تھا اور یہ دروازہ کھولنا ہی کیوں تھا؟ علی نقی

صحیحہ الروایۃ بھی امام کا یہ فرمان سن کر متعہ کا ہر شیدائی اور دلدادہ یہی کہتا ہوگا۔

اب تو نہ روک اے غنی عادت سگ بگڑ گئی

میرے کریم پہلے ہی لقمہ تر کھلائے کیوں

علاوہ ازیں اگر سنت قائم کرنے تک اس کا جواز محمد و دھاتا تو ہزار ہزار عورت سے متعہ



ہاں کیوں رکھا؟ شاید شیعہ شریعت میں الحاح و اصرار اور اشتغال و انہماک ہزار سے اوپر شروع ہوا ہوگا اور صرف اس صورت میں ہی زوجات کو فریاد کی ضرورت پیش آتی ہوگی لیکن اس کے بغیر عظیم و حکیم خدا نے تو صرف چار تک کی اجازت دیتے وقت ساتھ ہی فرمادیا کہ اگر عدل و انصاف نہ کر سکو تو پھر صرف ایک پر اکتفا کرو۔ ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةٌ﴾ بلکہ یہ بھی فرمادیا کہ تم عدل و مساوات کی کوشش کرو تو بھی کما حقہ عدل و انصاف نہ کر سکو گے۔ ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾

لہذا اس روایت نے ان تمام روایات کا صفایا کر دیا جن میں متعہ والی عورتوں میں حدود و حدود ختم کر دی گئی تھیں اور ستر ستر بلکہ ہزار ہزار سے متعہ کو روکھا گیا تھا۔

## امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا متعہ کو حرام قرار دینا

عن عمار قال ابو عبد الله عليه السلام لي ول سليمان بن خالد قد حرمت عليكم المتعة من قبلي مادمتما بالمدينة لانكما تكشران الدخول علي و اخاف ان توخذافيقال هؤلاء اصحاب جعفر (فروغ کافی جلد ثانی ص ۱۹۸)

عمار سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے اور سلیمان بن خالد کو بہت زیادہ میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہو اور مجھے خطرہ ہے کہ تم متعہ کرتے ہوئے پکڑے جاؤ گے۔ پس کہا جائے گا یہ امام جعفر صادق کے ساتھی اور ان کے متعلقین و معتقدین ہیں (جو اس فعل شنیع اور امر قبیح کا ارتکاب کرتے ہیں اور انہیں شرم اور عار محسوس نہیں ہوتی)۔

اس روایت میں کئی امور غور طلب ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق نے حلال کو حرام کیوں ٹھہرایا کیا متعہ کی حرمت کسی وقت اور مکان کی پابند تھی

اگر نہیں اور اہل تشیع کے نزدیک قطعاً اس طرح نہیں ورنہ مدینہ رسول ﷺ میں اور ائمہ معصومین کی خدمت میں حاضری کے وقت ان مخلصین کو قطعاً متعہ کرنے کی نہ سوجھتی اور نہ امام عالی مقام کو منع کرنے کی ضرورت پیش آتی لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ شیعہ لوگ قطعاً متعہ کو ہر زمانہ اور ہر مقام میں جائز سمجھتے تھے لیکن امام عالی مقام نے ان پر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران اس کو حرام ٹھہرایا تو امام جعفر صادق بھی خدا تعالیٰ کے حلال کو حرام ٹھہرانے کے مرتکب ہو گئے لہذا حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب پر اعتراض کا کوئی موقعہ محل نہ رہا۔

۲۔ امام موصوف نے صرف اپنی ذات پر سے یہ عار دور کرنے کے لئے کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ امام جعفر صادق کے متعلقین متعہ کرتے ہیں اس کو حرام ٹھہرایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مومنین سے اس عار کو دور کرنے کے لئے کہ وہ شہوت کے پتلے ہیں اور جہاں جاتے ہیں شہوت رانی کے درپے ہو جاتے ہیں اور مومنات کو اس اجرت والی اور بکا و مال ہونے کی ذلت اور عار سے بچانے کے لئے اس فعل کو حرام ٹھہرایا لہذا اس صورت میں النبا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اقدام زیادہ موقع اور مستحسن ہو گیا۔

۳۔ اگر امام موصوف کے نزدیک واقعی یہ فعل یعنی متعہ اتنا بابرکت تھا اور موجب درجات عالیہ تو اس کو منع کرنا خیر کثیر میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے مخلصین کو محروم کرنے کا موجب۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قبیح سمجھا لہذا منع کر دیا مگر امام موصوف نے جائز و حلال بلکہ کار ثواب بھی سمجھا اور حرام بھی کر دیا تو کیا یہ حکم قرین قیاس ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

### روایات کی صحت کا معیار

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شیعہ کتب میں متعہ کی حلت بلکہ اس کا رثواب کا موجب ہونے اور درجات عالیہ کا کفیل ہونے کے متعلق ان گنت روایات موجود ہیں مگر سوال یہ ہے کہ

اب دونوں قسم کی روایات موجود ہوں تو ترجیح کس کو ہوگی؟ اس معاملہ میں ہم ائمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۷۵ پر رقمطراز ہے:-

﴿روى عن النبى ﷺ وعن الائمة عليهم السلام انهم قالو اذا جاءكم من احدنا حديث فاعرفوه على كتاب الله فما وافق كتاب الله فخذوه وما خالفه فاطرو حوه اور دور علينا﴾  
(وكنذا في الاستبصار ج ۲ ص ۸۵)

نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے اور ائمہ کرام سے کہ جب تمہیں ہماری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو پس جو اس کے موافق ہو اس کو مضبوطی سے تھامو اور جو اس کے خلاف ہو اس کو پھینک دو۔ لہذا اس ضابطہ اور قاعدہ کی رو سے صحیح اور قابل اعتماد روایات ہو سکتی ہیں جن میں متعہ کی حرمت بیان کی گئی ہے کیونکہ قرآن حکیم کے مطابق وہ ہیں۔ اور جن میں متعہ کی حلت بیان کی گئی ہے اور اس کا عظیم اجر و ثواب، وہ سراسر قرآن مجید کے خلاف ہیں۔ لہذا ناقابل اعتبار ہیں۔

تنبیہ: نیز یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب کی کتب میں ہر قسم کی روایات موجود ہیں۔ ان میں تصحیح و تضعیف اور جرح و تعدیل کی گنجائش ہے اور اس لئے انہوں نے بھی اسماء الرجال کتب وضع کی ہیں تو پھر اہل السنۃ پر محض ان کی کتابوں میں کوئی روایت موجود ہونے سے الزامی کاروائی کا کیا جواز ہے؟ آخر انہیں بھی تو جرح و تعدیل کا حق حاصل ہے۔ اور ان کے نزدیک بھی تصحیح و تضعیف کا ایک معیار ہے لہذا جو اس پر پوری نہ اترے گی وہ ان کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی۔ بلکہ درحقیقت ان اصول و قواعد میں اہل السنۃ امام و پیشوا ہیں اور اہل تشیع کے مقلد اور پیروکار ہیں۔ چنانچہ ابوالحسن بن محمد الشعرانی مقدمہ تفسیر منہج الصادقین میں اس حقیقت

کا خود اعتراف کرتا ہے:-

خود اہل حدیث کہ اس اعتراض از ناحیت ایشان است اکثر اصطلاحات خویش را از عامہ گرفتہ اند مانند حدیث مسلسل و مسند و مرفوع و مقطوع و مدرجہ و منوالہ و جادہ و در اخبار اہل بیت اس اصطلاحات نیامدہ است الا آنکہ چون محدثین ماکتب درایت اہل سنت را خواندند و روش آنانرا پسندیدند و اصطلاحات آنہارا مناسب یافتند (مقدمہ منہج ص ۲۶)

**ترجمہ:** وہ شیعہ محدثین جن کو اہل السنّت کے تفسیری اقوال نقل کرنے کی وجہ سے شیعہ مفسرین پر اعتراض ہے خود انہوں نے اپنے اکثر اصطلاحات اہل السنہ سے اخذ کی ہیں مثلاً حدیث مسلسل اور مسند، مرفوع اور مقطوع، مدرجہ اور منوالہ و جادہ وغیرہ حالانکہ اہل بیت کے مرویات اخبار میں ان اصطلاحات کا نام و نشان نہیں ملتا لیکن جب ہمارے محدثین نے اہل سنت کی کتب درایت (اصول و قواعد) کا مطالعہ کیا اور ان کی روش اور طرز ان کو پسند آئی اور ان کی اصطلاحات ان کو مناسب معلوم ہوئیں تو انہوں نے بھی ان کو اپنالیا۔

الغرض جب شیعہ صاحبان کے نزدیک روایات کی درجہ بندی اور ان میں بعض کی بعض پر ترجیح اور بعض کا رد و قدح امر مسلم ہے تو اہل السنّت جو ان قواعد و ضوابط کے موجد ہیں ان کو یہ حق کیوں نہیں دیا جاتا؟

## عند الشیعہ روایات کی کثرت و قلت معیار حق نہیں

رہا یہ عذر کہ متعہ کی حلت پر دلالت کرنے والی روایات مشہور و مستفیض ہیں اور حرمت پر دلالت کرنے والی اخبار آحاد کے قبیل سے ہیں تو یہ عذر قابل قبول نہیں۔ کیونکہ بقول علامہ نوری طبری صاحب فصل الخطاب، قرآن مجید کی تحریف پر دلالت کرنے والی روایات مستفیض و مشہور ہیں بلکہ متواتر جن کی تعداد دو ہزار سے بھی زیادہ ہے۔ جو قرآن مجید میں ہر قسم کے نقص پر دلالت کرتی

ہیں لیکن شیعہ علماء شیخ صدوق علم الہدی سید مرتضیٰ اور طبری نے ان کو غلط اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا اور قرآن مجید کو کامل و مکمل تحریف سے منزہ و مبرا اور ہر قسم کے نقص سے پاک اور مقدس تسلیم کر لیا جس سے صاف ظاہر کہ یہاں قلت و کثرت اور خبر واحد یا متواتر کا قطعاً کوئی لحاظ نہیں ہے۔ بس طبیعت جس کی طرف مائل ہو جائے اور دل کو بھاجائے۔

## متعہ کے مفاسد کا بیان اور عقلاً ناجائز ہونے کا ثبوت

اگر کوئی عقل مند خواہشات نفس کے جال سے آزاد ہو کر اور اپنی نفسانی ہوس سے مجرہ ہو کر اس عقد فاسد کے مفاسد میں غور و فکر کرے تو قطعاً اس کے حلال اور جائز ہونے کا قول نہیں کر سکے گا۔

۱۔ اولاد کا ضائع ہونا اور تعلیم و تربیت اور تہذیب و شائستگی سے عاری ہونا متعہ میں لازمی امر ہے کیونکہ ایک جہاں گشت آدمی جہاں گیا اس نے متعہ کر لیا اور دو تین دن رہنے کے بعد دوسری اور تیسری جگہ چلا رہا اگر ہر جگہ اولاد پیدا ہو گئی ہو اور اس سے دور رہ کر پرورش پائے تو ہر جگہ اس کا جانا مشکل اور سب کا اس کے پاس جمع ہونا مشکل۔ لہذا وہ اولاد زنا کی طرح بے کسی کی حالت میں وقت گزارے گی اور اخلاقی لحاظ سے بھی تہی دامن ہوگی۔

۲۔ اگر مختلف علاقوں میں متمتع کی بچیاں متولد ہوں تو ذلت و رسوائی حد سے بڑھ جائیگی کیونکہ کفو میں ان کے نکاح کی صورت ہی کوئی نہ ہو سکے گی اور نہ ہی ان کی عزت و آبرو کا تحفظ کیونکہ والدہ بھی نت نئے معہوں کے درپے رہے گی کس کس کے پتے یاد رکھے گی اور کس کس کو اولاد کی اطلاع بہم پہنچائے گی پھر وہ فصلی خاوند بھی کہاں سے کہاں جا چکا ہوگا۔

۳۔ اگر یہ شخص جگہ جگہ متعہ کرتا چلا گیا، اولاد پیدا ہوتی گئی تو میراث کا معاملہ بالکل الجھ کر رہ جائے گا۔ وراثت بھی تقسیم ہونے سے رہی کیونکہ کیا پتہ اولاد کہاں کہاں پھیلی ہے پھر لڑکے کتنے ہیں اور لڑکیاں کتنی؟ نیز اولاد کی وراثت کا معاملہ بھی الجھ جائے گا کہ باپ کدھر ہے؟ اور دوسرے بہن



بھائی کتنے اور کہاں کہاں؟ کیونکہ متعہ تو ہزار ہزار عورت سے ہو سکتا ہے اور ایک دن اور رات کے لئے بھی بلکہ ایک دفعہ جماع اور قضاء شہوت کے لئے بھی تو اتنا طویل حساب کتاب رکھنا بہت ہی مشکل اور ناممکن ہوگا بلکہ ان اعداد و شمار کے لئے تو بہت ہی وسیع محکمہ درکار ہوگا۔

۴۔ اگر سفر طویل ترین ہو اور ہر جگہ پڑاؤ ڈالتے وقت متعہ کا کاروبار جاری رہے اور متعہ عورت سے بچیوں کا تولد ہوتا رہے تو جب دس گیارہ سال بعد ادھر گزر ہو تو یقیناً ممکن ہے کہ یہ باپ جس نے اس عرصے میں بیٹی کی شکل ہی نہیں دیکھی اس سے متعہ کر بیٹھے کیونکہ وہ متعہ عورت تو ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ کے بعد دوسری جگہ پھر تیسری جگہ متعہ کرنے میں لگی ہوگی اور اس عقد میں گواہ نہ اعلان تشہیر اور مکان اور رہائش گاہ کی پابندی اور مکان وغیرہ تو اس متمتع کا وہاں پر تھا نہیں جس میں بچی کی سکونت کا انتظام ہوتا اور مکان میں رہائش سے کچھ اندازہ لگ سکتا تو آخر اس ظلم سے بچنے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ متمتع کا بھائی یا بیٹا بھی اس سفر پر روانہ ہوا اور ان بچیوں کے ساتھ متعہ کرتا چلا گیا کیونکہ کوئی کہاں تک جملہ قرابت داروں اور متعہات کی تعداد یاد رکھے وہ تو ہزاروں کے ساتھ جائز ہے تو اس قباح سے بچنے کی آخر کیا صورت ہو سکتی ہے؟

۶۔ اگر ایک آدمی اس سفر میں ان عورتوں کے ساتھ متعہ کرتا جائے جو اس سے پہلے شخص سے متولد ہوئیں تا چالیس پچاس بہنوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے عدت کے اندر عقد متعہ لازم آجائے گا۔ جو انتہائی قبیح ہے اور جرم عظیم۔

۷۔ عقد متعہ میں ایک گواہ کی بھی ضرورت نہیں چوری چھپے عقد ہو گیا ماں باپ نے ایام متعہ میں دوسری جگہ نکاح اور رخصتی کر دی لڑکی کی ۔۔۔ ظہار بھی نہیں کر سکتے (کیونکہ وہ خفیہ کاروبار تھا) تو اب دو عقد بیک وقت مجتمع ہو گئے اور اگر متمتع نے مدت متعہ کے بقایا دن معاف کر دیے اور اس طرح خدا خونی کا مظاہرہ کر بھی دیا تو کم از کم متعہ کی عدت میں دوسرا عقد لازم آ گیا اور یہ بھی

مطلقاً ناجائز ہے۔

۸۔ عقد متعہ خفیہ ہو گیا علق ٹھہر گیا مرد تو چند دن کے بعد فارغ اب لڑکی اس حمل کے ساتھ کیا کرے اور اس لڑکی کا معاشرہ میں کیا مقام ہو گیا بتائے تو کیا بتائے اور چپ رہے تو کیسے اگر کہے بھی سہی کہ یہ متعہ مقدسہ کا کرشمہ ہے زنا کا نہیں تو کون اعتبار کرے گا؟

۹۔ چلو خفیہ والی بات چھوڑیے عقد متعہ میں گواہ رکھے گئے لیکن حمل ٹھہرنے پر وہ شخص انکار کر دے کہ یہ حمل میرا نہیں اس کو کون ثابت کر سکتا ہے کہ یہ اس کا ہے۔ نکاح میں لعان والی صورت موجود ہے۔ مگر متعہ میں تکلیف لعان بھی نہیں تو بلا حیل و حجت وہ متقی شخص فارغ البال ہو گیا اور یہ وبال صرف اس متعہ کی شائق لڑکی کے سر رہ گیا کہ اس مولود کی پرورش بھی کرے اور زنا کا رہنے کی تہمت بھی برداشت کرے اور فصلی خاوند فقط قسم اٹھانے کا پابند بھی نہ ہو۔ ہائے مومنات کی بد قسمتی واہ رے مومنین کی بہار عیش و نشاط۔

۱۰۔ متعہ کو جائز رکھنے والے تو ڈنکے کی چوٹ پر کہہ رہے ہیں حمل کا خرچہ فصلی خاوند کے ذمے نہیں۔ زنی کہ صیغہ شدہ اگرچہ آبستن شود حق خرچہ ندارد۔ (توضیح المسائل ص ۳۵۵)

متعہ میں نان و نفقہ اور رہائش کا بند و بست عورت کے اپنے سپرد ہوتا ہے۔ مرد صرف متعہ کی اجرت دیتا ہے آخر وہ عورت اپنی ضروریات کا انتظام کیسے کرے گی اور دوران عدت جو اس متمتع کی پابند ہوگی اپنے خرچ کا بند و بست کیسے کرے گی لازماً مزدوری وغیرہ کرے گی جو اس متعہ کرنے والے مرد کی عزت نفس کے خلاف ہے اور بازاری عورتوں کی طرح روز و شب کئی لوگوں سے رابطہ رکھے گی جس سے عصمت فروشی کا وسیع دھندا شروع ہو جائے گا۔ کیا اسلام اس کی اجازت دے سکتا ہے؟

۱۱۔ جو عورت دو تین مرتبہ متعہ کر بیٹھے گی اور اولاد متعہ کو بھی جنم دے لے گی فصلی خاوند تو حاجت پوری کر کے گئے اب اس کا مستقبل کیا ہوگا؟ دائمی نکاح کے لئے تو اس کو کوئی شاذ و نادر ہی قبول

کرائے گا لازماً اس کو زندگی بھر اس متعہ پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں اس کے والدین کا معاشرہ میں کیا مقام ہوگا جن کا ہر ڈیڑھ دو ماہ بعد نیا داماد بن رہا ہوگا اور کرایہ کی ٹیکسی کی طرح ان کی بیٹی کو استعمال کر کے رفو چکر ہوتا رہے گا! اور ان کی اس بچی کا مستقبل کیا ہوگا؟ جو اجرت دینے والے کے انتظار میں آنکھیں فرش راہ کئے بیٹھی ہوگی۔

۱۲۔ متعہ عورت پر عدت و فوات لازم ہے اور رواشت میں حصہ نہیں ہے تو چار ماہ دس دن آخر کس طرح اخراجات نکالے گی؟ اور کون اس کا پرسان حال ہوگا؟ جب خاوند کے دکھ میں دوسرے پس ماندگان کے ساتھ اس کی شرکت لازم ہے تو آخر اس کو ترکہ میں سے حصہ دے کر دوسری بیویوں کا ہم پلہ کیوں نہیں بنایا جاتا؟ بیوی ہے تو دونوں حقوق میں برابر ہوتی اور نہیں تھی تو عدت و فوات سے پابندی سے رہائی پاتی اور اپنی گزران کا فکر کرتی کیا یہ اس پر ظلم و زیادتی نہیں اور اسلام اس کا روادار ہو سکتا ہے؟

### لمحہ فکریہ!

کیا ہے کوئی اپنی بہن اور بیٹی کی عزت کا پاسبان جو اس قسم کے گھناؤنے اور گندے فعل کو جائز رکھے اور الٹا اسے کارِ ثواب قرار دے بلکہ عین ایمان سمجھے اور اس کو اخروی فلاح و نجات کا دار و مدار قرار دے۔ کیا وہ نبی الانبیاء اور آخر الزمان پیغمبر جو مکارم اخلاق کی تکمیل و تہمید کے لئے مبعوث ہوئے اور انسانیت کو علمی اور فکری و نظری بلندیوں پر فائز المرام کرنے کے لئے مبعوث ہوئے ان کی شریعت و ملت میں خیس اور غلیظ نظریات و اعمال داخل ہو سکتے ہیں۔

﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

## متعہ کا بطلان از روئے عقل

### متعہ ذلت و رسوائی کا موجب ہے اور بے عقلی کی دلیل

ولد ادگان متعہ نے اس کے جواز پر انوکھا اور چونکا دینے والا استدلال یہ پیش کیا ہے کہ حدیث کی حرمت روایت پر مبنی ہے اور اس کا جواز درایت پر مبنی ہے اور درایت و قیاس اور دلالت عقلی ایامات و اخبار اور دلائل نقلیہ پر مقدم ہے جیسے کہ علامہ کاشانی نے منہج جلد دوم ص ۲۸۶ پر کہا: **ثرویت آں درایت است و نسخ آں روایت و ما طرح نمی کنیم درایت را بر روایت۔**

اس طرح صاحب برہان المحمّد ابو القاسم بن الحسین التّی الرضوی نے سید مرتضیٰ علم الہدی کی کتاب انصار سے اور علامہ ابو الفتوح کی تفسیر رض الجنان سے اور ابن ادریس کی کتاب السرائر سے نقل کیا:

الجبہ برہان عقل و نقل ثابت است ایست کہ **کل منفعته لا ضرر فیہافی عاجل ولا اجل فہی مباحۃ بضرورۃ العقل و ہذہ صفۃ نکاح المتعۃ فیجب اباحۃ بضرورۃ العقل** (ص ۸)

یعنی جو قدر عقلی اور نقلی براہین اور اولہ سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایسی منفعت جس میں نہ دنیا میں ضرر ہو اور نہ آخرت میں تو وہ بقضائے عقل مباح اور جائز ہونی ضروری ہے اور علامہ متعہ میں بھی دنیا اور آخرت کے لحاظ سے کوئی ضرر نہیں ہے لہذا ضرورت عقلیہ کے تحت اس کا مباح اور جائز ہونا واجب و لازم آتا ہے۔

الغرض ان حوالہ جات سے یہ بات مہر نیمروز کی طرح عیاں ہو گئی کہ متعہ کی اباحت پر اصل اور بنیادی دلیل شیعہ علماء کے نزدیک درایت اور قیاس عقل ہے اور دوسرے دلائل محض تائید و تقویت کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ ورنہ نقلی دلائل کی صرف اس قدر اہمیت ہے کہ عقل کی

تائید کریں تو بہتر ورنہ ان کو رد کر دیا جائے گا اور عقل کہتی ہے کہ متعہ منفعت خالصہ ہے اور اس میں نہ دنیوی ضرر اور نہ اخروی۔ لہذا مباح اور حلال ہے۔

والجواب السدید ومنہ التوفیق والتسدید:

یہ استدلال بوجہ باطل اور لغو ہے۔

اول: اگر احکام کا دار و مدار عقل پر ہوتا تو پھر رسل کرام کو بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اور ان کا صرف اور صرف اس لئے مبعوث فرمایا تاکہ یہ عذر ختم ہو جائے کہ ہمیں صحیح اور باطل عقائد میں درست اور ناجائز اعمال میں امتیاز معلوم نہیں تھا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَئِنْ لَمْ يَكُنْ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾

تاکہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عذر اور بہانہ نہ مل سکے لہذا عقل انسانی مدار احکام نہیں ہو سکتی اور جتنے اختلاف مذاہب کفار و مشرکین وغیرہ میں موجود ہیں وہ سب عقل کی پیداوار ہیں اور بت پرست بھی عقل رکھتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس پرستش کو جائز بلکہ ضروری بتلاتی ہے تو کیا علماء شیعہ ان کے تقاضائے عقل کو جائز رکھیں گے؟ بلکہ عقل کو شریعت کے تابع کرنا ضروری ہے اور اسے غلام رسالت رہنا لازم ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ

دوم: علماء شیعہ نے اس قاعدہ اور ضابطہ میں صرف اپنا لحاظ رکھا اور اپنی معمولات عورتوں کا خیال نہیں رکھا۔ ان کے لئے تو سراسر منفعت ہے کہ نہ رہائش کا بوجھ نہ لباس اور نان و نفقہ کا، نہ وراثت سے حصہ بانٹنے کا خطرہ اور نہ ہی اولاد کا بوجھ۔ بلکہ جب چاہا انکار کر دیا کہ یہ میری اولاد ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جیسے کہ مفصل طور پر یہ احکام دوسری جگہ بیان کئے گئے ہیں۔

لیکن متعہ عورتوں کیلئے سراسر نقصان ہے اور وہ منکوحہ عورتوں کے حقوق سے کلیتہً محروم



دہاتی ہیں اور صرف چند صاحب غرض اور اوباش لوگوں کی ہوس نفس کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں۔  
 بعد ازاں ان کیلئے دنیوی لحاظ سے خسارہ ہی خسارہ ہے تو از روئے عقل ان کا متعہ حرام ٹھہر لہذا  
 اہل عقل متعارض ہو گئے۔ اندریں صورت اس کے مباح اور جائز ہونے کو ضرورت عقل قرار  
 دیا تو کور مغز ہونے کی دلیل ہے۔ اسلئے ابوالحسن شعرانی نے ایسی عورتوں کو رشیدہ اور صاحب  
 عقل ماننے سے انکار کر دیا جو اس عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی ہو جاتی ہیں۔

### متعہ پر راضی لڑکیاں بے عقل ہیں

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شیعہ کتب میں دس سال کی لڑکی بغیر اذن ولی کے متعہ  
 کر سکتی ہے۔ مگر ابوالحسن شعرانی نے اس کو زنا قرار دیا اور ان روایات کو موضوع اور من گھڑت۔ مگر  
 اب یہ اشکال سامنے آیا کہ شیعہ فقہاء و مجتہدین نے بھی دس سالہ لڑکی کو خود مختار قرار دیا ہے اور وہ  
 روایات ان فتاویٰ کے عین مطابق ہیں تو ان کو موضوع کیونکر کہا جاسکتا ہے؟ تو اس کا جواب دیتے  
 دئے شعرانی صاحب نے کہا:

آنها کہ جائز داشتند شرط کردند دختر رشیدہ باشد یعنی مصالح و مفاسد خویش را تشخیص  
 دهد و دخترے کہ چنین باشد ہرگز راضی بعقد انقطاعی نمیشود و سرمایہ آبروئے خویش را بباد  
 ہوا نہیں عمل کا شرف رشد نبودن اوست۔  
 (مقدمہ منہج ص ۳۲)

جن فقہاء مجتہدین نے دس سالہ لڑکی کے لئے بغیر والدین اور دیگر اولیاء کی اجازت  
 کے عقد متعہ کو جائز رکھا ہے۔ انہوں نے اس شرط پر جائز رکھا ہے کہ وہ رشیدہ ہو یعنی اپنے نفع  
 و نقصان کو سمجھ سکتی ہو اور موجبات نفع و نقصان میں تمیز کر سکتی ہو اور جس لڑکی میں یہ استعداد ہوگی  
 اور اس قدر شعور ہوگا وہ ہرگز ہرگز عارضی اور انقطاعی عقد پر راضی نہیں ہوگی اور اپنی عزت و آبرو  
 کے سرمایہ کو برباد نہیں کرے گی اور جو لڑکی ایسا عقد کرتی ہے تو اس کے بد تمیز اور بے شعور ہونے پر

یہی کافی و وافی دلیل ہے۔

قابل غور امر یہ ہے کہ جب باشعور اور صاحب عقل و فہم لڑکی ایسے عقد پر رضا مند ہو سکتی اور جو رضا مند ہو جائے اس کی عقل و فہم اور شعور و تمیز سے عاری اور خالی ہونے پر مراد دلیل کی ضرورت ہی نہیں تو پھر ان بڑی بی صلاحیت میں عقل و شعور اور فہم و تدبر نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے؟ جن کی ساری زندگی ہی ہوس ناک لوگوں کی ہوس رانی میں گزر جائے اور وہ اولیاء اور سرپرست کیونکر صاحب فہم و ادراک اور ارباب فکر و نظر سمجھے جاسکتے ہیں۔ جو اپنی بہنوں بچیوں کی اس طرح کے عقد کی اجازت دیں گے لہذا یہ کاروبار سر اسر خلاف عقل و درایت ہے۔

### لمحہ فکریہ

اس سوال کا ابوالحسن شعرانی پر جواب دینا ابھی ادھار ہے کہ جب ایسے عقد پر رضا مند عقل و فہم سے عاری اور غیر رشید ہونے کی دلیل ہے تو فقہاء اور مجتہدین شیعہ نے کون رشیدہ بی بی کیلئے اس عقد متعہ کو جائز رکھا تھا؟ ظاہر ہے جو رشیدہ ہوگی وہ اس پر راضی نہیں ہوگی اور جو راضی ہے وہ رشیدہ نہیں تو بقول شعرانی صاحب کے نہ نومن تیل ہوگا نہ رادھانا چے گی۔ کیا فعل دس گیارہ سالہ لڑکیوں کیلئے بے عقل اور بے شعور ہونے کی دلیل ہے۔ وہ عمر رسیدہ بزرگ عورتوں کیلئے عقل مند اور دانائی کی دلیل ہو سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

نیز جن محدثین نے ایسی روایات نقل کیں بلکہ تیار کیں اور ائمہ کرام کی طرف منسوب کیں اور درجات و مراتب بیان کرتے ہوئے متعہ کرنے والے کو انبیاء کرام اور ان کے عظام سے بھی بڑھا دیا۔ ان کے اندر عقل و تمیز اور نظر و فکر اور ادراک و شعور تسلیم کرنے کا کما حقہ جواز ہو سکتا ہے؟

سوم: عقل اس امر کو مستحسن اور جائز و مباح قرار دے گی جو دنیا کی طرح آخرت میں بھی

واجب عذاب و عقاب نہ ہو لیکن آخرت کے معاملات کا فیصلہ تو عقل کر ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کا حقدار اک ہی نہیں تو پھر متعہ کی اباحت والا حکم امر محال پر موقوف ہو گیا۔

یعنی اخروی مضرت اور نقصان عقل کو متعہ میں معلوم نہ ہو تو حلال ہے اور مضرت سمجھ تو حرام اور اخروی مضرت اور نقصان اسے معلوم نہیں لہذا متعہ کی اباحت و حرمت بھی اس کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اس کو از روئے عقل واجب الاباحت قرار دینا اور اس کے جواز کو واضح اور روشن بدیہی امر قرار دینا احمقوں کی جنت میں بسنے والوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ لہذا خود تراشیدہ دلیل ہی شیعہ کے خلاف ہے۔

ہمارم: جن لوگوں نے محارم کے ساتھ نکاح جائز رکھا اور مردوں کے ساتھ لواطت کو جائز رکھا ہے اسماعیلی، بشری اور نصیری شیعہ انہوں نے بھی اسی درایت کا سہارا لیا کہ یہ منفعت خالصہ ہے اور عقل اس میں کوئی مضرت پہلو نہیں ہے لہذا یہ امور مباح و حلال ہیں۔ تو اثنا عشریہ شیعہ اپنے ان ہمایوں کی اس درایت کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں لہذا انہیں ان امور کو جائز رکھنا لازم اور واجب ٹھہرا اور اگر ان شیعہ کی درایت اثنا عشری شیعہ کے نزدیک غلط ہے کیونکہ محارم کے ساتھ نکاح کو اور مردوں کے ساتھ لواطت کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ لہذا یہ فعل آخرت میں موجب عذاب و عقاب ہے۔ تو ہمارے نزدیک عقد متعہ چونکہ ممنوع حرام ہے لہذا اس کا عقاب آخرت میں مضرت اور نقصان دہ ہے۔ لہذا از روئے عقل و درایت اس کو حلال ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اور اثنا عشریہ شیعہ کی یہ درایت سراسر باطل ہے اور ناقابل التفات و اعتبار۔ بقول ابوالحسن شعرانی بدتمیزی اور بے عقلی کی روشن، عیاں اور آشکار دلیل ہے۔

مہم: ائمہ کرام سے منقول و مروی ہے کہ متعہ مومنین عورتوں کے لئے موجب ذلت ہے لہذا اس کے ساتھ متعہ نہ کرو۔ کنواری بچیوں کے لئے موجب عار اور ننگ ہے اور ان کے خویش

واقارب کیلئے بھی لہذا مکروہ اور ناپسندیدہ فعل ہے۔ جیسے کہ مفصل بیان ان کا گزر چکا تو اس میں بھی عقلی قباحت کا بیان ہے نہ کہ شرعی قباحت کا۔ ورنہ فرماتے اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام فرمایا ہے۔ جب دلیل نقلی ذکر نہیں کی بلکہ اس کا ازروئے عقل موجب ذلہ و رسوائی اور باعث عار و عیب ہونا ذکر کیا ہے اب ان کی درایت درست ہے تو اس کی اباحت واجب اور لازم سمجھنا غلط اور عقلی دلیل بے بنیاد ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو ائمہ کرام کو تقاضائے عقل سمجھنے سے عاری اور قاصر سمجھنا لازم۔ نعوذ باللہ۔ لیکن ائمہ کا فرمان یقیناً عقل سلیم کا ترجمان ہے۔ اور جو کچھ ان علماء نے ذکر کیا ہے وہ تقاضائے نفس اور مقتضائے قوائے حیوانی لہذا الہی درایت کا اسلام اور شریعت مصطفوی ﷺ میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

**سوال:** متعہ زنا سے بچنے کا ذریعہ ہے اور جو حرام سے بچنے کا ذریعہ ہو وہ واجب نہ ہو تو کم از کم اس کا استیجاب تسلیم کرنا تو لازم ہے۔ اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے۔

﴿یرحمہ اللہ عمر ما كانت المتعة الا رحمة من اللہ رحم بها امة محمد ﷺ ولولا نهيہ عنها ما احتاج الى الزناء الاشقى﴾

اللہ تعالیٰ حضرت عمر بن الخطاب پر رحم کرے متعہ نہیں تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت جس کے ساتھ اس نے امت محمدیہ پر رحم فرمایا۔ اگر عمر بن الخطاب کی طرف سے منع اور نہی نہ ہوتا جاتی تو زنا کی طرف محتاج نہ ہوتے مگر شقی اور بد بخت یا قلیل ترین مردم۔

(برہان ص ۹، تجلیات صداقت بحوالہ تفسیر کبیر و نہایہ بن کثیر و درمنشور)

والجواب الشافی بتوفیق الکافی:

اولاً: یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ متعہ کی ممنوعیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے کلام مجید میں ثابت اور سرور

کی طرف سے بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ثابت جیسے کہ آیات مبارکہ اور احادیث مقدسہ اس ضمن میں صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان کی جا چکی ہیں۔ لہذا یہ بات تو قطعاً قرین قیاس نہیں کہ صحاح ستہ کی مرفوع و متصل روایات کو چھوڑ کر صرف ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی قول اختیار کر لیا جائے اور وہ بھی ان لوگوں سے جن کی صحت کا التزام ہی نہیں کیا گیا۔ یافن حدیث سے ہی تعلق نہ رکھتی ہوں۔

ثانیاً: اہل سنت کے نزدیک حضرت ابن عباس اپنی تمام تر علمی عظمت اور برتری کے باوجود حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتے۔ علی الخصوص جبکہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مجمع میں اعلان فرما رہے ہوں کہ سرور عالم ﷺ نے اس سے منع فرمادیا تھا اور اگر کوئی شخص چار گواہ ایسے پیش کر دے جو اس امر کی شہادت دیں کہ آپ نے دوبارہ اس کی اجازت دے دی تھی تو میں بھی اس کی تحریم کا حکم واپس لے لوں گا۔ جیسے کہ ابن ماجہ شریف کے حوالے سے یہ روایت عرض کی جا چکی ہے۔ جو کہ سید عالم ﷺ کی طرف سے تحریم متعہ پر اجماع کی حیثیت رکھتی ہے لہذا اس کے بعد حضرت ابن عباس کے ذاتی خیال کے ساتھ جواز پر استدلال کسی طرح بھی روا نہیں ہو سکتا بلکہ اس قول کی مناسب توجیہ ہو سکے تو بہتر ورنہ اس کو نظر انداز کریں گے۔ نہ کہ آیات مبارکہ، احادیث طیبہ اور اجماع صحابہ کرام علیہم الرضوان کو یہ دلیل اس قدر اہم تھی تو آپ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اسے کیوں نہ بیان فرمایا اور پوری امت پر مہربانی کیوں نہ فرمادی۔

ثالثاً: زنا سے بچانے والا وہی امر مستحب ہو سکتا ہے جو بذات خود ممنوع نہ ہو۔ اگر محارم کے ساتھ جواز نکاح میں کوئی شخص یہی دلیل پیش کر دے تو کوئی صاحب عقل اس کی صحت اور قبولیت کے تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ اس لئے جب اس کے جواز اور اباحت میں ہی بحث و کلام ہے اور وہ



خود بھی از روئے قرآن وحدیث اور اجماع ممنوع ہے تو اس کا ارتکاب زنا کا ارتکاب ہے۔ اور اس سے مانع کیونکر ہوگا۔

رابعاً: بعض اوقات ایک ایسا امر اور معاملہ پیش آتا ہے جس میں مضر اور مفید دونوں پہلو ہوتے ہیں۔ مفید اور کارآمد پہلو کے لحاظ سے اگر اس کا مشروع اور مباح ہونا رحمت ورافت ہے تو مضر اور نقصان دہ پہلو کے لحاظ سے اس کا حرام اور ممنوع ٹھہرایا جانا بھی سراسر رحمت وعنایت ہوگا۔ شراب اور جو پہلے پہل اسلام میں ممنوع نہیں ٹھہرائے گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾

ان دونوں میں بہت بڑا گناہ بھی ہے اور لوگوں کے لئے منافع بھی اور ان کی گنہگاروں کے منافع سے زیادہ ہے۔ مگر بایں ہمہ فوری طور پر ان کو حرام نہ کیا گیا بلکہ عرصہ بعد اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر ان کی حرمت واضح کر دی گئی۔

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْانصَابُ وَالْازْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ

فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ﴾

جزایں نیست کہ شراب جوا، تھان اور فال گیری نجس امور ہیں اور شیطانی امور۔ لہذا ان سے بچو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

اس ارشاد ربانی سے ہر مسلمان بخوبی اس حقیقت کو سمجھ سکتا ہے مثلاً شراب کو ابتداء میں حرام نہ فرمانا بھی ظلم نہیں تھا بلکہ رحم الراحمین کی طرف سے رحمت کا اظہار تھا اور آخر میں اس کو حرام اور نجس قرار دینا اور شیطانی عمل قرار دینا بھی ظلم نہیں بلکہ سراسر رحمت ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

احکام شرعیہ تدریجاً اور آہستہ آہستہ لاگو کئے جاتے رہے تو پہلے پہل ان کو مقید نہ ٹھہرانا بھی رحمت تھا اور بعد ازاں ان کے ساتھ مقید اور مکلف ٹھہرانا بھی سراسر رحمت۔ ابتداءً اسلام میں

یہ لوگوں کے متعلق چار کی تعیین نہیں تھی بعد ازاں ان کی آخری حد چار مقرر کر دی گئی لہذا دونوں کا ہواؤں میں کوئی نہ کوئی مصلحت اور بہتری بھی موجود ہے اور کوئی نہ کوئی تضیق و تکلیف والا پہلو بھی ہے۔ تو اگر ابتدائی حالت کی مصلحت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی کہے کہ اگر یہ تبدیلی نہ آتی تو فلاں مصلحت اور مصلحت حاصل ہوتی تو اس کا مطلب یہ نہ ہوگا کہ آخری حالت میں مصلحت اور مصلحت ہی نہیں ہے یا اس کو پہلی پر فوقیت و رجحان حاصل نہیں ہے۔ مثلاً کوئی کہے کہ عورتوں کی چار تک تحدید نہ ہوتی تو زنا کا ارتکاب کم ہوتا۔ کیونکہ امراء و رؤسا اس سے زیادہ رکھنے پر قادر ہوتے ہیں اور مزید کی رخصت نہ ہونے پر زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔ تو کسی حد تک بات درست ہو سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت اور عواقب امور کا حتمی علم یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ حد بندی بھی سراسر رحمت و عنایت ہے اور اس میں عورتوں کے حقوق کی زیادہ نگہداشت کی گئی ہے۔ اس طرح متعہ کو کبھی اضطراب اور مجبوری کے تحت مباح کیا گیا تو بھی عین مصلحت اور بعد ازاں حرام ٹھہرایا گیا تو وہ بھی عین مصلحت اور اس میں بھی عورتوں کے حقوق کی پہلے کی نسبت زیادہ نگہداشت اور رعایت کی گئی ہے۔ لہذا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول متعہ کی حرمت کے منافی نہیں ہے۔

خامساً: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی متعہ کا ابتداء اسلام میں مباح ہونا اور بعد ازاں اس کا منسوخ ٹھہرایا جانا ثابت ہے۔ جیسے کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ابن ابی حاتم کے حوالہ سے مذکور ہے۔

﴿كان متعة النساء في اول الاسلام (الى) و كان يقرء فما استمتعتم به منهن الى اجل مسمى نسختها محصنين غير مسافحين و كان الاحصان بيد الرجل يمسك متى شاء ويطلق متى شاء.﴾

یعنی متعہ آغاز اسلام میں جائز تھا (تا) اور قول باری تعالیٰ ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ﴾ کے بعد ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ پڑھا جاتا ہے۔ جس کو قول باری ﴿مُحْصَنٰتٍ غَیْرِ مَسَافِحِیْنَ﴾ منسوخ ٹھہرا دیا اور عورت کے احسان اور عزت و آبرو کے تحفظ کا معاملہ مرد کے ہاتھ میں دے دیا گیا وہ جب تک چاہے اسے اپنے عقد نکاح میں رکھے اور جب چاہے طلاق دے دے۔

تفسیر درمنثور میں یہی اور طبرانی کے حوالے سے حضرت ابن عباس کا یہ ارشاد منقول ہے۔

﴿كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِیْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ وَكَانُوْیُقِرُّوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ (الی) حتیٰ نزلت هذه الاية حرمت علیكم امهاتكم الاية فنسخ الاولى فحرمت المتعة وتصديقها من القرآن الاعلى ازواجهم او مملكت وما سوى هذا الفرج فهم حرام۔

متعہ ابتداء اسلام میں مباح تھا اور اہل اسلام اس آیت کی تلاوت اس طرح کیا کرتے تھے یعنی ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ کے اضافہ کے ساتھ جس کا مطلب یہ ہوتا کہ جن عورتوں کے ساتھ تم ایک مدت مقرر تک نفع اندوز ہوتے رہے تو انہیں ان کی اجرت ادا کرو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ، النَّح﴾ تو اس نے پہلی آیت اور قرأت کو منسوخ ٹھہرایا اور متعہ حرام ہو گیا۔ اور اس کی حرمت کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ ﴿اَلَّا عَلٰی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ...﴾ یعنی فلاح پانے والے صرف وہی مومن ہیں جو اپنی شرمگاہوں کی محافظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں پر یا مملوکہ لونڈیاں پر اور اس کے علاوہ تمام فرج حرام ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک بھی متعہ کو حرام کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ اور اس نے ﴿الِیْ اَجَلٍ مُّسَمًّی﴾ کی تلاوت اور اس کے حکم

کو منسوخ ٹھہرایا ہے اور اس نے اس نسخ اور رفع اباحت میں مصلحت اور رحمت دیکھی۔ لہذا حضرت ابن عباس کی ان روایات کو نظر انداز کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور اس روایت کے ساتھ ان کی منافات بھی نہیں کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بہت باہتمام تمام نفاذ اور عمل درآمد کرانے کے لحاظ سے ہے۔ اور اس کی ممنوعیت کا اعلان کر کے عذر اور تعلل ختم کرنے کے لحاظ سے ورنہ ایک جائز اور مباح کو حرام ٹھہرانے والے اور شریعت میں تغیر و تبدل کرنے والے شخص کے لئے دعاء رحمت کا کیا مطلب؟ حالانکہ آپ نے اگر ہی دعا رحمت کے ساتھ کیا ہے۔

سادساً: زنا سے مانع ہونے کے لحاظ سے متعہ کا وجوب یا استحباب اس وقت ثابت ہوتا جب اس کے علاوہ دوسری صورت موجود نہ ہوتی جب نکاح دوام یا لونڈیوں کے ساتھ نکاح جیسی صورتیں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادی ہیں تو پھر اس کا استحباب وغیرہ کیسے ثابت ہو گیا؟

سابعاً: اگر متعہ صرف اس لئے مستحب ہونا لازم ہے کہ اس میں بوجھ زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑتا تو پھر حرائر کے ساتھ نکاح دوام کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں اس کا حکم دیا جانا چاہیے تھا۔ حالانکہ اس ارحم الراحمین نے دوسروں کی لونڈیوں سے نکاح کرنے کی رخصت دی مگر متعہ کی رخصت نہ دی اور یہ رخصت بھی خوف زنا کے تحت دی اس لئے فرمایا:

﴿ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ وَأَنْ تَصْبِرُوا خَيْرٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾  
اور لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی رخصت تم میں سے اس شخص کے لئے ہے جو رحمت تجرد سے خوفزدہ ہو (اور زنا کے ارتکاب سے اندیشہ ناک ہو) اور صبر کرنا تمہارا بہت بہتر ہے (لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے سے) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے اس ارشاد تعالیٰ سے صاف ظاہر کہ رحمت کا اظہار اس نے صرف اس صورت میں فرمایا کہ حرہ سے نکاح کی طاقت نہ ہونے کی صورت میں

لوٹنے کے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی۔ اگر متعہ رحمت ہوتا تو اس کا ذکر از حد ضروری تھا کیونکہ لوٹنے میں نہ تو تہذیب و شائستگی اور تربیت ہوتی ہے۔ اور نہ ہی اولاد آزاد اور مالک حریت ہوتی ہے بلکہ لوٹنے کے مولیٰ کی غلام بن جاتی ہے اور قیمت ادا کر کے باپ کو آزاد کرانا پڑتی ہے۔ اور سرور عالم ﷺ نے فرمایا: کہ جس میں نکاح کرنے کی ہمت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے کیونکہ اس سے شہوانی طاقتوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔ لہذا رحم الرحیمین اور رحمتہ للعالمین ذاتوں نے جو صورت بیان فرمائی رحمت وہی ہے۔ اور سراسر مصلحت بھی وہی ہے نہ کہ ہم اپنی درایت اور دلالت عقل سے رحمتوں کے نئے باب کھولنے لگ جائیں۔

### متعہ خالص زنا ہے

جب کلام مجید کی آیات بینات سید الانبیاء علیہ السلام اجماع صحابہ کرام اور ائمہ اہل بیت اتفاق سے متعہ کی منسوخیت اور اس کی حرمت ثابت ہو گئی تو اب بلا ریب و تردد ہم کہتے ہیں کہ متعہ بالکل زنا ہے۔ اور اس کا مرتکب زنا کار اور فاسق و فاجر ہے اور یہی حکم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے جیسے کہ بیہقی نے نقل کیا ہے کہ آپ سے متعہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ہی الزنا بعینہ۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۰)

لیکن شیعہ علامہ محمد حسین دھکو صاحب اس بات پر بہت رنجیدہ و کبیدہ بلکہ سراپا غیظ و غضب اور مجسم اشتعال بنے نظر آتے ہیں کہ متعہ کو زنا اور قبیح ترین فعل کیوں قرار دیا گیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ نے زنا کو حلال کر دیا؟ حالانکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں مباح و حلال تھا۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۰)

اقول و علی توفیقہ اعول:



ہماری گزارشات کے مطابق کتاب و سنت، اجماع امت اور علی الخصوص ائمہ اہل بیت کرام کے ارشادات سے اس فعل کی اباحت اور رخصت منسوخ ہو چکی اور اس کی حرمت ثابت ہو چکی تو اس کے بعد وہ یقیناً زنا ہے اور اس کا مرتکب فاسق و فاجر اور جب تک اس کی حرمت بیان نہیں ہوئی تھی تو اس کا مرتکب زنا کار نہیں تھا۔ علامہ موصوف کی منطق الٹی ہے کہ جو فعل حرام ہونے کے بعد زنا کہلاتا ہو اس کو تحریم سے پہلے بھی زنا کہنا چاہیے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ پر اور رسول اللہ ﷺ پر زنا کے حلال ٹھہرانے کی وجہ سے فتویٰ لگانا چاہیے۔ اب اس علامہ کو کون سمجھائے کہ عورت کے ساتھ جنسی تعلقات کی حدود شرعیہ سے تجاوز زنا کہا جاتا ہے۔ اور قوانین و احکام شرعیہ کی مخالفت زنا ہوگی نہ کہ مخالفت و تجاوز سے قبل ہی کوئی فعل زنا بن جائے گا۔

مثلاً ہماری شریعت میں دو بہنوں کو ایک شخص اپنے عقد کی نکاح میں نہیں رکھ سکتا لیکن پہلی شریعتوں میں یہ صورت عقد کی مباح اور جائز تھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عقد میں دو سگی بہنیں تھیں حضرت لیا جو یہودہ کی والدہ تھیں اور حضرت راحیل جو سیدنا یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اور موجودہ احکام میں تفاوت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ ﴿وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾

اور تم پر دو بہنوں کو عقد نکاح میں جمع کرنا حرام کر دیا گیا ہے مگر وہ جو گزر چکا تو اس فرمان خداوندی کے بعد ایک بہن کے ہوتے ہوئے دوسری بہن سے شادی کرنے والے اور جنسی تعلق قائم کرنے والے کو زنا کا مرتکب نہیں کہیں گے اور کیا علامہ موصوف یہاں بھی ہم پر یہی اعتراض کریں گے کہ ان کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے زنا کو حلال کر دیا تھا؟

نیز حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں چونکہ سوائے آپ کی اولاد کے نسل انسانی وجود ہی نہیں تھا تا کہ ان کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے نسل انسانی کو بڑھایا جاسکتا اور اس نور کی بقاء کا سامان کیا جاسکتا لہذا اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم و حوا علیہما السلام میں باہمی ازدواجی تعلقات

قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ اور اس طرح ہوتا تھا کہ ایک بطن کے لڑکے لڑکی کا دوسرے بطن کی لڑکے لڑکی کے ساتھ باہم نکاح کر دیا جاتا جیسے شیعہ کے عظیم مفسر علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اور انہی کے مورخ نے روضہ الشہداء میں اس کی تصریح کی ہے بلکہ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس طرح منقول ہے ملاحظہ ہو۔

(انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۲۶۴ مولفہ سید نعت اللہ الجزازی)

لیکن یہ حوالہ جات نقل کرنے کے بعد جزازی نے ڈھکوسل صاحب کی طرح اس پر اعتراض کر دیا کہ وہ دونوں بطن والے بہن بھائی تھے لہذا ان کا باہمی نکاح کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ اور یہ تو سراسر مجوسیت ہے اور ان کا جنسی تعلق قائم رکھنا زنا کا ارتکاب کرنا ہے وغیرہ وغیرہ۔ جس کا جواب دیتے ہوئے قاضی محمد طباطبائی نے اپنے استاد کاشف الغطاء کے حوالہ سے کہا:

«ان الزنا ليس الا مخالفة القوانين الشرعية والنواميس المقررة من المشرع الحكيم وحيث ان في بدء الخليقة لا يمكن التناسل الا بهذا الوضع اجازة الشرع في وقته بوجود المقتضى وعدم المانع» (حاشیہ انوار نعمانیہ ص ۲۶۴)

یعنی زنا قوانین شرعیہ کی مخالفت کا نام ہے اور منع حکمت سے صادر ہونے والے الہامی دائمی احکام کی خلاف ورزی کا اور ابتداء تخلیق میں تو والد و تناسل کا سوائے اس وضع و طریقہ کا امکان ہی نہیں تھا لہذا شریعت نے اس وقت میں اس عقد کے جواز و اباحت کا مقتضی اور موجب موجود ہونے کی وجہ سے اور مانع و موجب تحریم موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کا جائز رکھا اور جب یہ ضرورت پوری ہو گئی تو حفظ نسل اور احکام وراثت وغیرہ کی خاطر اس کو حرام فرما دیا لہذا اس کو زنا یا مجوسیت سے تعبیر کرنا سراسر غلط ہے۔

الغرض اب بہن بھائی کے عقد اور جنسی تعلق کے زنا ہونے میں کسی کو بحث اور کلام نہیں ہو سکتا۔ اور ابتداء و آغاز میں خود ائمہ کرام سے اس کا وقوع اور تحقیق منقول ہے اور شیعہ مفسر و

مورخ اور فقہا بھی اس کے قائل ہیں۔

لہذا علامہ ڈھکو صاحب کا متعہ کی اباحت و رخصت کے حرمت سے بدلنے اور زمانہ بن جانے پر حیرت و تعجب کا اظہار بذات خود محل تعجب ہے اور سر اسر گھبراہٹ اور سرگردانی کا مظاہرہ ہے۔ ورنہ تحقیق و تدقیق کی دنیا میں ایسے تو ہمارے قائل کے علم و تحقیق کے نہیں بلکہ عقل و فہم کے لحاظ سے مفلس و فلاح ہونے کی بین برہان ہوا کرتے ہیں۔

## اس فتویٰ کی زد میں کون لوگ آتے ہیں؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں۔ یہ فتویٰ دیکھنے سے قبل یہ دیکھنا تھا کہ اس کی زد میں کون کون بزرگ آتے ہیں۔ جوش کے ساتھ ہوش کی بھی ضرورت ہے ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔ (تجلیات ص ۳۰۰)

الجواب الصواب بتوفیق معطی السداد:

تحریم سے قبل یا اس کے علم سے قبل جو بزرگ سے بزرگ تر ہستی بھی اس فعل کا ارتکاب کرے اس پر کوئی فتویٰ لگ ہی نہیں سکتا جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام یا حضرت آدم علیہ السلام جنہوں نے خود اولاد کا باہمی ازدواجی تعلق قائم فرمایا۔ کیونکہ اس وقت یہ تعلق ممنوع و حرام نہیں تھا۔ لہذا ان پر فتویٰ لاگو نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ان حضرات صحابہ پر بھی جو تحریم سے قبل عقد متعہ کے مرتکب ہوئے اور بعد ازاں اگر کسی کو تحریم کا علم نہیں ہوسکا تو وہ معذور سمجھا جائے گا۔ بوجہ لاعلمی کے نہ کہ اس کا وہ فعل مباح اور جائز ہوگا۔

علامہ موصوف نے یہاں بھی اپنی وصیت و نصیحت کے برعکس صرف جوش کا مظاہرہ کیا۔ ہوش کا مظاہرہ نہیں کیا معذور سمجھا جانا اور مواخذہ نہ کیا جانا علیحدہ امر ہے اور اس فعل کا مباح اور جائز ہونا علیحدہ امر ہے۔ ایک شخص عمداً جھوٹ بولتا ہے تو وہ لعنت کا مستحق ہے۔ ﴿لَعْنَةُ اللَّهِ

عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۱﴾ لیکن غلط فہمی کی بنا پر نادانستہ ایسی بات سرزد ہو جائے جو خلاف واقعہ ہو مگر اس کا گمان یہی ہے کہ جو میں نے کہا ہے واقعہ و حقیقت بھی اسی طرح ہے تو وہ لعنت کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور معذور سمجھا جائے گا۔ لہذا علامہ موصوف نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ صرف شاعرانہ انداز بیان اور صرف الفاظ کا کھیل ہونے کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور تحقیق و تدقیق کی دنیا میں پرکاش کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔

الغرض کتاب و سنت اور ائمہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال اور عقلی و نقلی دلائل سے یہ امر واضح اور عیاں ہو گیا کہ متعہ معروف حرام ہے اور اس کا مرتکب زنا کا رہے اور اس کی حلت و اباحت پر کوئی آیت اور حدیث دلالت نہیں کرتی اور اس ضمن میں شیعہ حضرات کے دلائل کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

## کلمۃ التقدیم

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اما بعد

یہ حقیقت محتاج بیان نہیں ہے کہ دین اسلام نے اللہ تعالیٰ کی امداد و اعانت اور اس کی ازی وعدہ ﴿لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ مُكْلَهُ﴾ کے تحت تمام ادیان عالم پر غلبہ اور برتری حاصل کر لی اور صرف دلائل و براہین سے اس کا مقابلہ ناممکن نہ بنایا بلکہ غازیان اسلام کی روز افزوں فتوحات سے اس کو اطراف و اکناف کے ممالک میں تمکین اور غلبہ ظاہری بھی عطا فرمایا حتیٰ کہ ایران، عراق، شام، فلسطین اور مصر وغیرہ سے مجوس، یہود اور عیسائی سلطنتوں کی بیخ کنی کر کے اپنے وعدہ ازی ﴿وَلَيَمَكَّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ﴾ کے مطابق وہاں پر دین اسلام کی حکومت قائم فرمائی اور یوں دین اسلام نظریاتی سطح پر بھی غلبہ اور تفوق سے بہرہ ور ہوا اور نظام کی حیثیت سے بھی نمایاں مقام حاصل کرنے والا مذہب قرار پایا لیکن دشمنان اسلام نے میدان کارزار میں گوغازیان اسلام کے مقابلہ و مقاتلہ کی ہمت اپنے اندر نہ پائی مگر اس کو دل و جان سے تسلیم بھی نہیں کیا تھا اور بالکل ہی سپر انداز اور تنہد پر بھی نہیں ہو گئے تھے بلکہ انہوں نے محاذ بدل کر لڑنے کا فیصلہ کیا جس کے لئے تجویز یہ طے پائی کہ اسلام میں داخل ہو کر اہل اسلام کا بظاہر ہمنوا بن کر ان میں ملک و سلطنت اور حکمرانی اور جہانبانی کے استحقاق کے لحاظ سے جھگڑا پیدا کر دو تا کہ باہم جنگ و جدال تک نوبت آجائے اور ہم ان کی ضرب بھائے شمشیر سے صرف محفوظ ہی نہ ہو جائیں بلکہ ان کے باہمی جنگ و جدال اور قتل و قتال کو دیکھیں اور بغلیں بجائیں اور خود ان کی تلواریں ان سے ہمارے بدلے لیں چنانچہ عبداللہ بن سبا یہودی نے ۳۵ھ



میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف یہی سازش کی اور بنو امیہ اور بنو ہاشم کا ٹکراؤ پیدا کر کے اور ہزاروں مسلمانوں کو اپنی تلواروں سے تہ تیغ ہوتے دیکھ کر اور سلسلہ فتوحات کی یکسر بندش دیکھ کر گھگی کے چراغ جلانے ملاحظہ ہو (ناخ التواریخ جلد ثانی صفحہ ۵۲۳) لیکن صرف اس اقدام سے ان کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہوا بلکہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کریم ﷺ کی اس غیبی خبر کو سچا کر دیا ﴿ان ابنی هذا سید لعل اللہ ان بصلح بہ بین فتنین عظیمین من المسلمین﴾ کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور عالی ہمت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدولت اہل اسلام کے دو عظیم گمراہوں میں صلح کر دے گا۔

چنانچہ آپ نے اپنی خلافت و امارت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کر کے باہمی انتشار و اختلاف کا سد باب کر دیا اس لئے انہوں نے اس سازش کے ساتھ ساتھ نظریاتی اور عملی محاذ پر بھی دین اسلام کے خلاف سازش کا ناکام منصوبہ بنایا اور اہل اسلام کو غلط نظریات اور فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال و افعال کے ذریعے بے دین بنانے کی کوشش کی تاکہ اگر مسلمان کہلائیں تو بھی حقیقت میں مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی، یہودی اور نصرانی یا مادر پدر آزاد ہوں چنانچہ اسی مقصد کو بروئے کار لاتے ہوئے یہود و مجوس وغیرہ نے اہل اسلام میں حلول و اتحاد تجسیم تشبیہ والوہیت علی والوہیت اولاد علی، نبوت علی وآل علی، خلافت بلا فصل اور وصیت وغیرہ کے عقائد داخل کئے معرفت امام کو نماز و روزہ کی جگہ کافی قرار دے کر اعمال کی اہمیت کو ختم کر دیا بلکہ ان کو عیاش، شہوت پرست اور آوارہ بنانے کے لئے ہزار ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کو جائز قرار دیا اور گواہوں کے تکلف کو بھی ختم کیا اور ساتھ ہی نان نفقہ اور سکونت مہیا کرنے کے بارگراں کو بھی معاف کر دیا اور اجرت بھی اتنی معمولی رکھی کہ ہر کس و نا کس ہزاروں عورتوں کو وہ اجرت مہیا کر سکے یعنی جو یا گندم کی مٹھی، مسواک یا پانی کا گلاس پھر اس پر بھی بس نہ کی بلکہ قوم لوط کے عمل کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ مباح قرار دے دیا یعنی اپنی عورتوں کے ساتھ لواطت کو مباح قرار

دیا اور مجوس کے نظریہ تحلیل محارم کو بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اسلام کا حصہ بنا دیا مجوس کا عقیدہ یہ ہے کہ ماں، بہن اور دیگر محارم انسان کے لئے حلال ہیں مگر انہوں نے تھوڑے سے ریشم کے لکڑے کو آلہ قاتل پر لپیٹ کر ماں، بہن اور خالہ پھوپھی سے مباشرت کو جائز کر دیا اسی طرح کلمہ پائس کے طور پر عورتوں کو استعمال کرنے کا طریقہ جاری کر دیا مثلاً ایک شخص کی لونڈی ہے اور دوسرے کو ضرورت پیش آگئی تو وہ چند دن کے لئے متاع مستعار کے طور پر استعمال کر کے واپس کر دے بلکہ آقاؤں اور غلاموں میں کاروباری شراکت کے طور پر اس جنسی تعلق کو مباح کر دیا لونڈی مالک کی ہے نکاح غلام کا ہو گیا ہے مگر جب مالک کی مرضی بن جائے وہ بھی اس کو استعمال کر سکتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور یہ حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں کہ ہر شخص طبعاً شہوانی امور کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور بالخصوص عورتوں کے معاملہ میں آزادی تو اس کو بہت مرغوب ہوتی ہے اسی لئے انگریز جن جن علاقوں پر غالب آتے رہے اور متصرف و حاکم بنے تو انہوں نے عورتوں کی آزادی کا علم بلند کیا اور مخلوط تعلیم کا سلسلہ جاری کر کے جنسی بے راہ روی کو عام کر دیا جس کا تذکرہ اب ناممکن ہو گیا ہے وہ خود تباہ حال تھے ہی انہوں نے اہل اسلام کو بھی اس تباہی و بربادی سے دوچار کر دیا۔

الفرض ان کا یہ عمل اور طرز و طریق بھی اس سازش کا حصہ ہے جس سے نئی نسلوں کو عملاً عیسائی، یہودی اور مجوسی بنا دیا گیا اور صرف اسلامی نام ہی مسلمان ہونے کی علامت رہ گئے ورنہ یہ نظریات اسلامی اور نہ ہی عمل و کردار اسلامی رہ گیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ان نظریات، فاسد عقائد اور گمراہ کن اعمال کی ترویج و اشاعت کسی ایسے ہی نام سے کرنی تھی جس کا اسلام میں تقدس حاصل ہوتا اور عظمت و رفعت تو اس کے لئے اکابر اہل بیت کے نام استعمال کیے اور بالخصوص امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ حالانکہ ان کا اور تمام اہل بیت کرام کا مذہب وہی تھا جو اہل السنۃ الجماعۃ کا مذہب ہے اور وہی مقدس ہستیاں ان کی ان

عقائد اور اعمال میں امام اور قائد تھیں اور ہیں لیکن انہوں نے مکاری اور عیاری سے ان کو ذرا بزدل اور خوف و خشیت کا شکار قرار دے کر ان کے دوزخ کا ایک ظاہری اور علامت جہور اہل اسلام کے مطابق تھا جو محض جان بچانے کے لئے ظاہر کرتے تھے اور تقیہ پر مبنی تھا۔ دوسرا حقیقی اور باطنی جو چند خواص کے سامنے ظاہر کرتے تھے اور لطف یہ کہ ائمہ کا بالعموم مدینہ منورہ رہا لیکن خفیہ ذرائع سے ان کا مذہب عراق میں پھلتا پھولتا رہا کیونکہ وہ خاص اور اسرار اس علاقے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس زمانہ کے ذرائع رسل و رسائل محدود تھے اور یہ مذہب و نظریہ بھی اندر ہی اندر تقیہ اور راز داری کے انداز میں چلایا جاتا تھا۔ لہذا ائمہ کرام تک اطلاع پہنچتے پہنچتے بہت وقت لگ جاتا تھا اور اس دوران وہ بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے ہوتے تھے۔ جب ائمہ کرام ان کے حق میں فرماتے کہ یہ یہود اور مجوس کی مانند ہیں اور تثلیث کے قائلین بھی بدترین ہیں اور یہ جھوٹے، مکار اور مفتری بہتان پرداز ہیں تو یہ لوگ اس کی تاویل یہ کرتے کہ دراصل امام کو ہم سے بڑا پیار اور لگاؤ ہے مگر ہم پر جہور اہل اسلام کی طرف سے قتل اور غصہ و غضب سے ڈرتے ہیں اس لئے اس طرح کے کلمات فرماتے ہیں گویا گالیاں نہیں بلکہ ہمارے لئے تیغ بند تعویذ اور ہماری حرز و حفاظت کی ضمانت ہیں۔ (رجال کشی و حاشیہ)

الفرض اس طرح ان دشمنان دین اسلام نے ائمہ کرام پر بہتان اور افتراء سے کام لے کر خفیہ اور راز دارانہ انداز میں اس بے دینی کو امت میں رائج کر دیا اور شہوت کے پتلوں سے اس کو دل و جان سے قبول کر لیا اور اس کو واقعی اہل بیت کرام کا مذہب و دین اور عقیدہ و نظریہ تسلیم کر لیا حاشا وکلا وہ مقدس ہستیاں ان مکروہ اور سراپا ضلالت اعمال و اطوار سے ان کو جائز قرار دینے سے بالکل مبرا اور منزہ ہیں اور یہ صرف ان دشمنان دین اسلام کی سازشی کارروائی تھی جس کے ذریعے انہوں نے اسلام پر خاکم بدہن کاری ضرب لگانے کی مذموم کوشش کی۔

قارئین کرام! پہلے پہل ان بد اعمالیوں اور شہوت رانی کے ان شیطانی طریقوں کا مذہب شیعہ

کے آئینہ میں مشاہدہ فرمائیں اور اس کے بعد اسلامی مقدس اور منزہ نظریہ ملاحظہ ہو اور خود ہی لکھ کر فرمائیں کہ آیا روح اسلام کے مطابق اور نبوی تعلیمات اور ائمہ کرام کی روش و کردار کے مطابق یہ اعمال و افعال ہیں جن کو شیعہ صاحبان نے جاری کیا ہے یا وہ جس کے اہل سنت و جماعت قائل اور معتقد ہیں۔

﴿ان ارید الا الاصلاح وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ  
اعیننا ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین﴾

## باب اولی

### متعہ کے بیان میں

متعہ کافر عورتوں سے جائز ہے مگر ان کے ساتھ نکاح جائز نہیں

۱۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا باس ان یتمتع الرجل بالیہودیۃ والنصرانیۃ وعنده حرة﴾ (استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حرہ اور آزاد عورت کے نکاح میں ہوتے ہوئے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۲۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام لا باس للرجل ان یتمتع بالمجوسیۃ﴾ (استبصار ص ۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مرد کے لئے مجوسی عورت کے ساتھ متعہ کرنے میں حرج نہیں ہے۔

۳۔ ﴿عن محمد بن سنان عن الرضاء علیہ السلام قال سالتہ عن نکاح الیہودیۃ والنصرانیۃ فقال لا باس بہ فقلت المجوسیۃ قال لا باس بہ یعنی متعہ﴾ (استبصار ص ۷۸)

محمد بن سنان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ نکاح متعہ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے تو میں نے عرض کیا مجوسی عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے تو آپ نے فرمایا اس میں حرج نہیں یعنی متعہ کے طور پر (نہ کہ دائمی نکاح کے طور پر) ملاحظہ ہو (الاستبصار ج ۲ ص ۷۸)



برہان المتعہ میں شیعہ فاضل ابوالقاسم ابن الحسین لکھتا ہے:-

اصحاب ماعقد دائم بازناں اہل کتاب ابتدائی صحیح نیست بخلاف متعہ کہ بازنان یہود و نصاری  
لاست اما بازنان مجوس ترک احوط است (برہان المتعہ ص ۵۴)

ہمارے علمائے اعلام کے نزدیک دائمی نکاح تو اہل کتاب یہودی اور نصرانی عورتوں  
کے ساتھ جائز نہیں ہے البتہ متعہ کا حکم اس سے مختلف ہے وہ ان عورتوں کے ساتھ جائز ہے مگر  
ان عورتوں کے ساتھ محتاط امر یہ ہے کہ متعہ نہ کیا جائے (مگر حرام اور ناجائز نہیں ہے)۔

استبصار میں ابو جعفر طوسی نے مستقل باب قائم کیا ہے۔ ﴿تحریم نکاح الکوافر من  
سائر اصناف الکفار﴾ یعنی ہر قسم کے کافروں کی کافرہ عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہونے کا  
ان اور جن روایات میں یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے ان کی  
یہ کرتے ہوئے کہا۔

﴿الاجبار التی تضمنت جواز نکاح الیہودیات و النصرانیات فانہا  
محتمل وجوہامن التاویل منها ان یکون خرجت مخرج التقیة لان جمیع من  
مالفنا یذهبون الی جواز ذلک فیجوز ان یکون هذه الاخبار وردت موافقة  
بہم کماوردت نظائرہا المثل ذلک (الی) ومنها ان یتناول ذلک اباحة العقد  
بہن عقد المتعہ دون نکاح الدوام علی ما بینناہ فیما مضی﴾

وہ روایات جو یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں  
ان میں مختلف وجوہ تاویل کا احتمال ہے۔ پہلی توجیہ یہ ہے کہ ایسی روایات تقیہ پر محمول ہیں کیونکہ  
تھے فرقے شیعہ کے علاوہ ہیں وہ سب اس نکاح کو جائز رکھتے ہیں لہذا ائمہ اہل بیت کی روایات  
کی از روئے تقیہ عام اہل اسلام کے ساتھ ظاہری موافقت (اور در پردہ مخالفت) پر مبنی ہیں اور  
آخری توجیہ یہ ہے کہ ان میں نکاح سے مراد عقد متعہ ہے نہ کہ دائمی نکاح اور عقد متعہ ان عورتوں

کے ساتھ جائز ہے جیسے کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

یہودی اور نصرانی عورتوں کے ساتھ جواز نکاح منسوخ

۱۔ امام ابو الحسن رضا نے ابو محمد حسن بن الجهم سے دریافت فرمایا کہ جو شخص مسلمان بیوی کے ہوئے نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرے اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا میں آپ پر فدا ہوں تمہارے سامنے میرا کچھ کہنا جسارت ہے آپ نے فرمایا نہیں ضرور جواب دے تاکہ اس طرح تمہیں میری رائے معلوم ہو سکے چنانچہ میں نے کہا نصرانی عورت کے ساتھ نکاح قطعاً درست نہیں ہے خواہ مسلمان بیوی موجود ہو یا غیر مسلمہ انہوں نے دریافت کیا وہ کیوں؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمنن مشرک عورتوں کے ساتھ اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں انہوں نے فرمایا تو اس آیت کے متعلق کیا کہتا ہے:-

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ اہل ایمان میں سے محصنات اور تم سے پہلے اہل کتاب کی محصنہ عورتوں کے ساتھ حلال ہے میں نے کہا یہ حکم پہلے کا ہے اور قول باری تعالیٰ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ وَالْمُشْرِكَاتِ﴾ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے تو آپ مسکرائے (اور کوئی رد و قدح نہ فرمایا)۔

۲۔ ذرارہ ابن اعین سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ تو آپ نے فرمایا ﴿منسوخہ بقولہ﴾  
﴿تَمْسِكُوا بِعَصَمِ الْكُوفَرِ﴾ یعنی یہ آیت دوسری آیت سے منسوخ ہے کہ کافر عورتوں کو  
نکاح میں نہ روکو۔ (استصار ج ۲)۔

۱۔ اور منہج الصادقین میں ہے متاخر و ن اصحاب ما حکم کرد و اند کل کتابیات در منع نہ در غیر آں

(جلد اص ۵۰۷)

فائدہ: ان روایات سے نکاح اور منع کا فرق اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہودی، نصرانی اور مجوسی عورتوں سے نکاح ناجائز مگر منع جائز۔ کیا منع نکاح نہیں ہے یا کفر و شرک وقتی طور پر قابل قبول ہے اور دائمی طور پر قابل قبول نہیں؟ بلکہ قرآن مجید میں جب مطلقاً مشرک عورتوں سے نکاح ممنوع ہے تو پھر وقتی اور دائمی دونوں ممنوع ہوں گے اور جب منع جائز رہا گیا تو اس کو نکاح کہنا از روئے قرآن غلط ہو گیا۔

### منع ہزار عورتوں سے بھی جائز ہے

۱۔ بکر بن محمد ازدی سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو الحسن الرضا سے دریافت کیا ہسی من الاربع قال لا کیا منع صرف چار عورتوں سے جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں (اس میں پابندی جائز نہیں ہے)۔

۲۔ زرارہ سے روایت ہے کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ﴿ما یحل من المتعۃ؟ قال کم شئت﴾ منع کتنی عورتوں سے جائز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا جتنی عورتوں سے چاہے۔

۳۔ ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام صادق علیہ السلام سے منع کے متعلق دریافت کیا گیا ﴿ہسی من الاربعۃ؟ قال لا ولا من السبعین﴾ کیا منع صرف چار عورتوں کے ساتھ جائز ہے؟ تو آپ نے فرمایا نہیں چار تو کیا اس میں ستر کی پابندی بھی نہیں۔

۴۔ عبید اللہ بن زرارہ اپنے باپ کے واسطے سے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ سے منع کے متعلق استفسار کیا گیا کہ صرف چار عورتوں سے ہو سکتا

ہے تو آپ نے فرمایا تزوج منہن الفا تو ہزار عورتوں کے ساتھ متعہ کر کے تفسیر منہن الصادقین جلد دوم ص ۳۹۶ پر مرقوم ہے در نکاح متعہ عدد زوجات نیست اور برہان المجمعہ ص ۶۴ متعہ زیادہ چہار عدد و بلا حصر جائز است۔ الغرض یہ شیعہ صاحبان کا حتمی اور یقینی نظریہ ہے جس میں کوئی اختلافی قول ذکر نہیں کیا گیا استنبصار میں مستقل عنوان قائم کر کے کہا ﴿باب يجوز الجمع بين الاكثر من الاربع﴾ ملاحظہ ہو (ج ۲، ص ۷۹) اور (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۱) پر لکھا ہے ﴿باب انهن من الاماء ليست من الاربع﴾۔

۵۔ محمد بن مسلم امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ﴿المتعۃ لیست من الاربع لانہا لا تطلق ولا توث ولا تورث وانما هی مستاجرة وقال عدتها خمسة واربعون لیلة﴾ متعہ میں چار کا عدد معتبر نہیں (بلکہ ہزار عورت سے ہو سکتا ہے) کیونکہ اس کو نہ طلاق دی جاتی ہے نہ وہ وارث بنتی ہے اور نہ اس کے ساتھ متعہ کرنے والا اس کا وارث ہوتا ہے وہ تو صرف اجرت پر لی ہوئی عورت ہے اور فرمایا کہ اس کی عدت پختا لیس دن ہیں۔

لہذا یہ حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رقیق اس میں کمی و کوتاہی تو محرومی کی علامت ہے۔

باب بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

نبی اکرم ﷺ کی امت کے لئے حکم قرآنی

فائدہ: یار رہے کہ قرآن مجید میں حلال حرہ عورتوں میں سے صرف چار کے ساتھ نکاح جائز رکھا گیا ہے ﴿فَانِكَحُوا مَاطَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنٰی وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان میں سے دو دو یا تین تین یا چار چار کے ساتھ نکاح کر لو۔

لیکن اس صورت میں بھی عدالت نہ کر سکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت کے ساتھ نکاح کرو

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾ اور پھر لونڈیوں کے ساتھ مباشرت پر اکتفا کرو مگر متعہ عقد کس قدر رنگیلا شاہی طریقہ ہے کہ بیک وقت ہزار عورت ہو تو بھی خوب تر ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ متعہ نکاح نہیں ہے یا دوسرے نکاح سے اس کا حکم الگ ہے؟ صورت اولیٰ اس کا جائز ماننا ممکن نہیں ہے۔ اور دوسری صورت میں وہ آیت بتلائی جائے جس سے ثابت ہو کہ عورتوں کے ساتھ متعہ بلا عدد اور بلا حصر جائز ہے ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾

## عقد متعہ میں باپ دادا کی اجازت ضروری نہیں

۱۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے سوال کیا کہ مرد نو جوان عورت کے ساتھ متعہ کر سکتا ہے تو انہوں نے فرمایا ہاں کر سکتا ہے ﴿إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَبِيَّةً تَخْذَعُ قِلْتُ أَصْلَحَ﴾ اللہ فکم الحد الذی اذا بلغت لم تخذع قال بنت وعشر سنین ﴿البتہ اگر بچہ اس کو دھوکہ دیا جا سکتا ہو تو پھر (اذن ولی) کے بغیر جائز نہیں۔ محمد بن مسلم کہتا ہے کہ میں دریافت کیا کہ اس کے لئے عمر کی کیا حد ہے جس تک پہنچ کر دھوکہ کھانے سے بچ سکتی ہے آپ نے فرمایا دس سال یعنی اس عمر کو پہنچ جائے تو متعہ کے معاملہ میں تو خود مختار ہے (مگر کے معاملہ میں خود مختار نہیں بلکہ اذن ولی لازمی ہے)

۲۔ امام ابو عبد اللہ جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا جو باکرہ اور نو جوان لڑکیاں والدین کے پاس ہوتی ہیں ان کے ساتھ متعہ کرنے میں والدین کی اجازت ضروری ہے یا نہیں تو آپ نے فرمایا ﴿لَا بَأْسَ وَلَا أَقُولُ كَمَا يَقُولُ هَؤُلَاءِ الْأَقْشَابُ﴾ اس میں کوئی نہیں ہے اور میں نہیں کہتا جس طرح کہ یہ کور مغز کہتے ہیں۔ یعنی بلا اذن ولی متعہ کے



ہونے کا قول کرتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔

﴿عن التمتع بالبکر اذا كانت بین ابویہا بلاذن ابویہا، قال لا بأس بہ ما لم یقتض ماہنا لک لتعف بذلک﴾

کیا جب نوجوان لڑکی والدین کے زیر سایہ ہو تو ان کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ متعہ کرنا جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ کوئی حرج نہیں ہے جب تک کوئی موجب اذن کا نہ ہو کیونکہ اس طرح اس کو عفت اور پاکدامنی حاصل ہوگی۔

فائدہ: جو دس سال کی عمر سے متعہ کرنے میں مصروف ہو جائے اور بلوغت سے قبل ہی والدین اور اقربا کی اجازت سے بے نیاز ہو اس کی عفت اور پاکدامنی کو کسی طرح کا خطرہ کب لاحق ہو سکتا ہے اور خدا جانے یہ لڑکیاں کس دس گاہ کی تربیت یافتہ ہوں گی کہ اس نوعمری میں بھی کوئی ان کو دھوکہ فریب نہیں دے سکے گا کہاں ہیں غیور ماں باپ جو اس صورت حال کو دیکھ کر بھی اس مذہب کے بانیوں کی اصلیت اور حقیقی چہرہ نہ پہچان سکیں۔

## عقد متعہ میں گواہوں کی ضرورت نہیں

۱۔ حارث بن مغیرہ سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿ما يجوز فی المتعۃ من الشہود؟ قال رجل وامرء تان، قلت فان کره الشہود قال یجزیہ رجل وانما ذلک لمکان المرءۃ لنلا نقول فی نفسہا هذا فجوز﴾ متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر متعہ کرنے والا گواہوں کو ناپسند کرے تو فرمایا صرف ایک آدمی بھی کافی ہے اور اس کی ضرورت بھی صرف متعہ والی عورت کی تسلی کے لئے ہے تاکہ وہ اس کو فوراً اور زنا نہ سمجھے (ورنہ اس عقد کے لئے ایک

گواہ کی بھی ضرورت نہیں ہے اور اگر متعہ کی حقیقت سے واقف ہو تو ایک گواہ کا تکلف بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے)

۲۔ معلیٰ بن خیس کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا متعہ میں کتنے گواہ درست ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا ایک مرد اور دو عورتیں۔ میں نے کہا اگر انہیں گواہ نہ ملے تو انہوں نے کہا نہیں اس قدر گواہوں سے تو عاجز نہیں ہو سکتے تو میں نے کہا اچھا یہ بتلائیے اگر وہ اس سے خوف محسوس کریں کہ ہمارے متعہ کا کسی کو علم ہو تو ایک آدمی کی گواہی کافی ہو سکتی ہے (جو محرم راز ہو اور افشائے راز سے گریزاں ہو) تو آپ نے فرمایا ہاں میں نے عرض کیا: نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں مسلمان لوگ گواہوں کے بغیر نکاح کیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا نہیں **قلت: ارایت ان اشفقوا ان يعلم بهم احد. ایجزیہم رجل واحد قال نعم قال جعلت فداک اکان المسلمون علی عہد النبی ﷺ یتزوجون بغیر بینة قال: لا**

۳۔ زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا **عن رجل تزوج متعة بغیر شہود فقال لا باس بالتزویج البتة بغیر شہود فیما بینہ و بین اللہ و انما جعل الشہود فی تزویج البتة لاجل الولد ولو لا ذلک لم یکن باس** ایک آدمی عقد متعہ بغیر گواہوں کے کرے تو کیا حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اس میں حرج نہیں۔ نکاح دائمی میں گواہی کا اعتبار بھی صرف اولاد کے لئے ہوتا ہے (تاکہ ان کا نسب ثابت ہو سکے) اگر یہ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تو نہ لوگوں کے ڈر خوف سے کوئی ضرورت گواہوں کی تھی اور نہ ہی بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی معاملہ کے لحاظ سے (اور متعہ میں تو اولاد مقصود ہی نہیں ہوتی، بنیادی مقصد تسکین نفس اور قضائے شہوت ہوتا ہے لہذا گواہوں کی کیا ضرورت؟)

ابو جعفر طوسی (صاحب استبصار و تہذیب الاحکام وغیرہ) آخری اور پہلی روایت میں

تطبيق دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ ان روایات سے قطعاً یہ لازم نہیں آتا کہ متعہ کا عقد بغیر گواہوں کے جائز نہیں ہوتا ﴿لأنه ليس في الخبر المنع من جواز النكاح بغير بينة﴾ کیونکہ اس روایت میں عقد متعہ سے گواہ نہ ہونے کی صورت میں منع نہیں فرمایا گیا۔ صرف آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں اہل اسلام کا طور طریقہ بیان کیا گیا ہے ﴿انهم ماتزو جوالا ببينة وذلك هو الافضل﴾ کہ وہ گواہوں کے بغیر نکاح نہیں کرتے تھے اور وہ طریقہ افضل ضرور ہے (مگر بغیر گواہوں کے نکاح، متعہ کے عدم جواز کو مستلزم نہیں ہے)

دوسری وجہ تطبیق یہ بیان کی گئی ہے کہ گواہوں کی ضرورت صرف اس وقت ہوگی جب عورت عارفہ نہ ہو اور متعہ کی حقیقت کو نہ سمجھتی ہو بلکہ بغیر گواہوں کے انعقاد پذیر ہونے والے متعہ کو فجور اور زنا سمجھتی ہو تو اس کا یہ وہم دور کرنے کے لئے ایک گواہ رکھ لیا جائے۔ عبارت ملاحظہ ہو۔ ﴿يمكن ان يكون الخبر ورد موردا لاحتياط دون الايجاب مثلاً تعتقد المرأة ان ذلك فجور اذالم تكن من اهل المعرفة﴾

ف: اگر انہیں ہوش سنبھالتے ہی متعہ کی حقیقت سمجھا دی جائے اور ان کا یہ بے جا وہم دور کر دیا جائے تو کسی کو خبر تک نہ ہونے پائے کہ کس کس کی عیدیں ہو رہی ہیں اور کس کس کی عزت و آبرو پر باد ہو رہی ہے۔

## دو آدمیوں کے متعہ اور نکاح کا اجتماع ایک عورت کے ساتھ

مگر افسوس! کبھی کبھی یہ عرفان اور اخفاء بیکار ثابت ہوتا ہے جب عقد متعہ سے بے خبر والدین لڑکی کا دوسری جگہ عقد کر دیتے ہیں اور متعہ والے عقد کا اظہار اور ابھی عہد و پیمان کے ایام کی بقاء کا بیان خطرہ جان ثابت ہوتا ہے ایک ایسے ہی نامراد محبت کی داستان غم اور امام کا دم در کش والا فرمان سنئے۔

عن المهلب الدلال انه كتب الى ابي الحسن عليه السلام ان امرءة كانت معي في الدار ثم ابها زوجتني نفسها فاشهدت الله وملائكة ورسله على ذلك ثم ان ابها زوجها من رجل اخر فما تقول فكتب التزويج الدائم لا يكون الا بولي وشاهدين ولا يكون يزويج متعة بىكر استر على نفسك واكتبم (رحمك الله) (استبصار ۲، ص ۷۹)

مہلب دلال سے مروی کہ اس نے امام ابو الحسن علیہ السلام کی طرف لکھا کہ عورت میرے ساتھ مکان میں رہتی تھی پھر اس نے اپنا عقد میرے ساتھ کر دیا اور میں نے اس عقد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور سب رسل کرام کو گواہ بنایا۔ لیکن اس کے باپ نے اس کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کر دیا تو کوئی حل بتائیں؟

آپ نے فرمایا: دائمی نکاح ولی اور دو گواہوں کے بغیر نہیں ہوتا اور کنواری عورت کے ساتھ عقد متعہ اس طرح نہیں ہوتا بلکہ اس میں نہ اذن ولی ضروری ہے اور نہ گواہ مگر اس کو چھپا اور دم در کش اللہ تجھ پر رحم کرے (امام تو یہی دعا کر سکتے تھے اور یہی تین بن ورنہ یہ تو ان بڑے بڑے گواہوں کا کام تھا کہ اس لڑکی کے باپ کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے روکتے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ۔

ف: نکاح دائم میں بھی ولی اور گواہوں کی شرط تھی پر مبنی ہے۔ ورنہ اصل مذہب روافض کا یہی ہے کہ قطعاً کسی عقد میں گواہوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ابو جعفر طوسی کہتا ہے: ﴿الخبر خرج من مخرج النقیۃ یدل علی ذلک ماروہ... الخ﴾ اور برہان المعہ میں تصریح کر دی ہے۔ اعلان و شہود نزد اصحاب مادر دائم و منقطع شرط نیست بل مستحب است اس مگر ترس اتہام باشد یافتہ دیگر مترتب میشود اعلان و شہود در آں وقت احوط است۔ ہمارے علماء کے نزدیک نکاح دائمی

اور متعہ میں اعلان اور گواہ عقد کی صحت کے لئے ضروری نہیں ہیں بلکہ مستحب ہیں ہاں تہمت کا اندیشہ ہو یا کسی دوسرے فتنے کا تو اس وقت اعلان کرنا اور گواہ بنانا زیادہ بہتر ہوتا ہے برہان المتعہ ص ۶۶ اور جامع عباسی ج ۲ ص ۱۱۷ میں ہے۔ گواہ گرفتن در عقد متعہ سنت نیست چنانکہ در دائم سنت است، عقد متعہ میں گواہ مقرر کرنا مسنون نہیں جیسے کہ نکاح دائم میں مسنون ہے۔

## عقد متعہ چھپانے کا حیلہ اور تجدید نکاح کا بہانہ

عن اسحاق بن عمار قال قلت لابی الحسن موسیٰ علیہ السلام: رجل تزوج امرأة متعة ثم وثب علیها اهلها فزوجها بغير اذنها علانية والسرة امرأة صدق كيف الحيلة؟ قال لا تمكن زوجها من نفسها حتى ينقضی شرطها وعدتها قلت ان شرطها سنة ولا یصبر لها زوجها ولا اهلها سنة. قال فلیتق الله زوجها الاول ولیتصدق علیها بالایام فانها قد ابتلیت والدار دار هدنة و المومنون فی تقية، قلت فانه تصدق علیها باياها وانقضت عدتها فماتصنع؟ قال اذا خلا الرجل بها فلتقل هي يا هذا ان اهلی وثبو اعلی فزوجونی منك بغير امری ولم یستامرونی وانی الان قد رضیت فاستأنف انت الان فتروجنی تزویجا صحیحاً فیما بینی و بینک

اسحاق بن عمار کہتا ہے کہ میں نے ابو الحسن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا مگر عورت کے ورثاء نے اس کے اذن کے بغیر اس کا زبردستی دوسری جگہ علانیہ نکاح کر دیا عورت چچی ہے اور وہ جھوٹ بولنا پسند نہیں کرتی (اور اپنا عقد متعہ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی) لہذا کوئی حیلہ بتا دو، آپ نے فرمایا: ایام متعہ پورے ہونے تک اور متعہ کی عدت گزرنے تک پچھلے خاوند کو قریب نہ آنے دے (اور پہلے کا حق وفاداری اور



ملک ادا کرے) میں نے عرض کیا کہ ایام متعہ جو طے ہوئے تھے وہ ہیں پورا سال۔ اتنا عرصہ دوسرا خاوند صبر کر سکتا ہے اور نہ عورت کے ولی و وارث۔ تو آپ نے فرمایا: تو پھر پہلا خاوند خدا خوف کرے اور جو کچھ منفعت اٹھالی ہے اسی کو نسیئت سمجھے اور بقیہ عرصہ اس عورت کو معاف کر دے کیونکہ وہ بچاری بری طرح پھنس گئی اور یہ ملک دار اسلام نہیں، محض دار صلح ہے اور مومن کی تقیہ میں ہیں۔ (متعہ علایہ نہیں کر سکتے اور خفیہ یاری لگانے میں اس طرح کا ابتلاء و امتحان ایسا جاتا ہے) میں نے کہا اس نے بقیہ ایام تو معاف کر دیے ہیں اور عدت بھی گزر گئی ہے کیونکہ اس کا پیر کامل تھا اور معرفت کے مقام تک واصل ہو چکا تھا) لیکن اب مسئلہ صرف اتنا رہ گیا ہے کہ پہلے جو علایہ نکاح پڑھا گیا وہ تو ایام متعہ میں تھا، لہذا کالعدم ٹھہرا اور دوبارہ پڑھنے کے لئے کہے تو پردہ اٹھتا ہے) اب وہ کیا کرے؟ تو امام موصوف نے فرمایا: جب خاوند اس کے ساتھ خلوت کرے تو اسے کہے: اے میرے آقا و محبوب! میرے والدین نے میرا نکاح زبردستی میرے ساتھ کر دیا تھا اور مجھ سے مشورہ نہیں لیا تھا (اور میں ڈر خوف کے مارے چپ چاپ پاکی میں بیٹھ کر سسرال آ گئی) لیکن اب یہاں پہنچ کر میں راضی ہو گئی لہذا اب نئے سرے سے میرے ساتھ عقد نکاح کر لے اور یہ معاملہ صرف تیرے اور میرے درمیان رہے (کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے، ورنہ والدین ناراض ہو جائیں گے کہ ہمارا نکاح پسند نہ آیا اور اپنے طور پر نئے سرے سے کیا اور ہو سکتا ہے کہ کچھ شکوک و شبہات بھی پیدا ہونے لگیں)۔

اقول انہیں ابتلاء کے ایام کو مد نظر رکھتے ہوئے مومنین کے لئے نکاح دائمی میں بھی گواہوں کا موجود ہونا ضروری نہ ٹھہرایا گیا تاکہ میاں بیوی ایک دوسرے پر راضی ہو جائیں اور پھسلے کئے دھرے پر پردے پڑے رہیں ماشاء اللہ اماموں نے اپنے شیعہ صاحبان کے لئے کیا کیا سہولتیں پیدا کر دی ہیں۔ نہیں: نہیں بلکہ ان مقدس ہستیوں پر کیا کیا بہتان باندھے گئے ہیں۔

## متعہ صرف عقیقہ عورتوں سے درست ہے

۱۔ ابوسارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: آیا متعہ درست ہے؟ تو آپ نے فرمایا: بالکل حلال ہے۔

﴿فَقَالَ لِي حَلَالٌ وَلَا تَنْتَزِجُ بِالْأَعْقِيفَةِ إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَالَّذِينَ هُمْ لَفَرُوجُهُمْ حَافِظُونَ فَقَالَ لَا تَنْتَزِجُ فَرَجَكَ حَيْثُ لَا تَأْمَنُ عَلَى دِرْهَمِكَ﴾۔  
لیکن متعہ صرف عقیقہ لڑکی سے کرنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ مومن فلاح پانے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں لہذا اپنی شرمگاہ کو وہاں استعمال نہ کر جہاں تجھے اپنے درہم کے متعلق اطمینان نہیں۔

## عقیقہ ہونے کی سند کیا ہے

۱۔ ﴿عَنْ مَيْسِرَةَ قَالَتْ: قُلْتُ لَأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: الْقِيَّ الْمَرْأَةَ بِالْغُلَاةِ النَّسِيِّ لَيْسَ بِهَا أَحَدٌ فَأَقُولُ لَهَا: هَنْتَلُ لَكَ زَوْجًا؟ فَتَقُولُ: لَا فَاتَزَوَّجَهَا قَالَ: نَعَمْ هِيَ الْمَصْدَقَةُ عَلَى نَفْسِهَا﴾۔ ميسره کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: اگر میں ایک عورت کو میرا بننے میں ملوں جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں ہے اور اس سے دریافت کروں: کیا تیرا خاوند ہے؟ وہ کہے میرا خاوند نہیں ہے تو کیا (اس جنگل کو منگل بنانے کے لئے اورہیران کو آباد کرنے کے لئے) اس سے متعہ کر لوں (مزید تحقیق کی گنجائش ہی نہیں) آپ نے فرمایا: ہاں متعہ کر لو، اپنے متعلق جو کچھ اس نے کہا ہے اس کو سچا جاننا لازم ہے۔

۲۔ ابان بن تغلب سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا: ﴿النَّسِيُّ أَكُونُ فِي بَعْضِ الطَّرِيقَاتِ فَأُرَى الْمَرْأَةَ الْحَسَنَاءَ وَلَا أَمْنُ أَنْ تَكُونَ ذَاتَ بَعْلٍ أَوْ مِنْ الْعَوَاهِرِ﴾۔ قال: لَيْسَ هَذَا عَلَيْكَ إِنَّمَا عَلَيْكَ أَنْ تَصَدَّقَهَا فِي نَفْسِهَا۔

میں سفر پر ہوں اور برسرِ راہ کسی جگہ ایک پیکرِ حسن و جمال پر نظر پڑے (اور دوسرا آدمی بھی وہاں) نہ ہو اور بذاتِ خود مجھے یہ اندیشہ بھی ہو کہ عورت ہو سکتا ہے خاوندِ والی ہو یا زنا کار۔ فرمایا: قسم کے ادھام و ظنون میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں بس تجھے اس کی قسم اور اس کے قول یقین لازم ہے۔

خیمہ در ملک یقین زن کہ گماں چیزے نیست

ب: اقول اگر جھوٹی نکلی تو کیا ہو گیا؟ تو معذور ہوگا اور اس کا بقایا جو تیرے ذمہ واجب الادا ہوگا اس کو روک لینا اور کیا ہے؟ نفس و شیطان بھی راضی ہو جائیں گے اور قدرے بچت بھی حاصل ہو جائے گی۔

## اتنی نہ بڑھاپا کی دامان کی حکایت

امام بن فضل کہتا ہے کہ میں نے امام ابو الحسن الرضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ عورت حسین کا دل ہو اور زنا کار بھی ہو ﴿هل تحب للرجل ان يتمتع بها يوما اكثر؟ فقال: اذا كانت مشهورة بالزنا فلا تتمتع منها ولا تنكحها﴾

کیا آپ اس امر کو پسند کرتے ہیں کہ ایک شخص اس پیکرِ حسن و جمال اور غارت گردین ایمان کے ساتھ صرف ایک دو دن کے لئے متعہ کر کے آتشِ عشق کو بجھائے؟ فرمایا: اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور و معروف ہو چکا ہے تو پھر اس سے نہ ہی متعہ کر اور نہ ہی نکاح۔ (لیکن اگر اس کا زنا کار ہونا مشہور و معروف نہیں خواہ تجھے ذاتی طور پر یقین بھی ہے کہ وہ ﴿المرأة الحسنة الفاجرة﴾ شمعِ بر محفل ہے اور سکونِ ہر قلب مضطرب تو اس کے ساتھ متعہ میں حرج نہیں ہے۔

ازرارہ کہتا ہے کہ عمار نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا اور میں بھی اس وقت اودھتھا۔ ﴿الرجل يتزوج الفاجرة متعة قال لا بأس وان كان التزويج الاخر

فلیحصن بابہ ﴿ اس شخص کے متعلق کیا حکم ہے جو فاجرہ زانیہ عورت کے ساتھ متعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے لیکن اگر دائی نکاح ہو تو پھر اپنے دروازے کا پہرہ نہ اٹھائے اور نہ کسی دوسرے کو داخل ہونے دے لیکن متعہ کی صورت میں اس کی پابندی نہیں) فاعتبروا یا اولی الالباب۔

## بیوی کی عفت اور خاوند کی عزت

شیعی محدث کبیر سید نعمت اللہ الجزائری نے نقل کیا ہے کہ ایک عورت فسق و فجور کمائی اور خرچ کرتی تھی خاوند نے اس کو طلاق دے دی اور ایک عقیفہ کے ساتھ تزویج کر لیا اس سے بھی اسی طرح کمائی کرنے کا مطالبہ کیا (چنانچہ حسب الارشاد اس نے وہی روش اختیار لی) تو ایک دن وہ گھر لوٹا اور بیوی نے عمدہ اور لذیذ کھانا پیش کیا اور اس نے دریافت کیا یہ کہاں سے آیا ہے؟ تو اس عورت نے کہا: فلاں شخص آیا تھا اور اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان لایا اور حلوہ بھی چنانچہ ہم نے کھایا، اس کے بعد ہم بستری کی اور یہ بچ گیا تھا جو تمہاری خدمت میں پیش دیا ہے تو غیرت مند خاوند نے کہا:

﴿ اذ اتعاطیت هذا فایاک و اخباری بتفاصيل ما یجری علیک فانی غیور ﴾

(انوار نعمانیہ ص ۱۵۳، جلد ۴)

جب ایسا کام کرے تو خبردار: مجھے ان امور کی تفصیلات سے ہرگز آگاہ نہ کرنا جو تجھ گزریں کیونکہ میں بہت غیرت مند ہوں۔

اگر یہی عفت اور پاکدامنی ہے اور یہی غیرت مندی، تو پھر جو عقیفہ نہیں اور غیرت مند بھی نہیں، ان کا حال کیا ہوگا۔۔۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

نیز بعض روایات میں عقیقہ کی شرط دیکھ کر مغالطہ میں نہ رہنا چاہیے کہ واقعی یہ شرط پوری ضروری ہے اور عقیقہ کا یہاں بھی وہی معنی ہے جو عام اہل اسلام کے نزدیک ملحوظ و معتبر ہے اسی شریعت میں عفت کے معنی بھی مختلف ہیں اور غیرت کے پیمانے بھی۔ بلکہ یہ محض لفظ ہی ہیں جن کے تحت کوئی معنی ہے ہی نہیں۔

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندہ معنی نہ ہوا

﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

کہ مستحق کرامت گناہگار نہ اند

متعہ کے فضائل میں مرقوم روایات سے واضح ہوتا ہے کہ متعہ کرنے والے مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے تو پھر کس قدر زیادتی ہوگی کہ فاجرہ اور زانیہ کو اس نعمت سے محروم کر دے۔ منہج الصادقین میں مذکور ہے اے محمد ﷺ چوں مومن مومنہ راعقد متعہ کند از جائے خود دتا آئے کہ حق تعالیٰ اور رابیا مرزد و مومنہ رانیز مغفور سازد۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو فرمایا کہ اب مومن مرد مومنہ عورت کے ساتھ عقد متعہ کرتا ہے تو ابھی اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتا کہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور مومنہ کو بھی مغفرت و بخشش سے سرفراز فرماتا ہے (یہ تو ہے عقد متعہ کی اہمیت اور جب اس عقد کے تقاضے پورے کریں گے تو پھر کیا کیا درجہ و مراتب ملیں گے وہ بعد میں بتائیں گے ابھی صرف اس معاملہ میں پوری طرح غور و فکر کر لو)

متعہ کی عفت معلوم کرنے کا طریقہ

﴿عن عبد اللہ بن ابی یعفور عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالتہ عن امراة ولا ادري ما حالها: ايتزوجها الرجل متعة؟ قال: يتعرض لها فان اجابته الى عور فلا يفعل﴾ (فروغ ص ۱۹۲، جلد ۲)



عبداللہ بن ابی یعفور نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت کا حال معلوم نہیں ہے کہ عقیقہ ہے یا نہیں تو کیا اس کے ساتھ متعہ کر لیا جائے؟ فرمایا: اس کو زنا دعوت دے اگر وہ قبول کر لے تو اس کے ساتھ متعہ نہ کرے لیکن اس کی رضا مندی کے امتحان لینے والا ہی۔

الوداع اے زہد و ایمان الوداع سجدہ وجود

کہہ بیٹھے تو پھر کیا ہو گیا؟ آئیے اس کا علاج بھی بتلائیے دیتے ہیں۔ اور وہ ہے راصلوات آئندہ احتیاط۔

### آئندہ احتیاط

﴿عن سماعة قال سألنا عن رجل ادخل جارية يتمتع بها ثم نسي ان يشترط حتى واقعها يجب عليه حد الزانی قال: لا ولكن يتمتع بها بعد النكاح ويستغفر الله مما مضى﴾ (فروع کافی جلد ۲، ص ۱۹۸)

سماعہ سے مروی ہے کہ ہم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک شخص نے ایک عورت کو (مکان میں) داخل کیا تا کہ اس کے ساتھ متعہ کرے لیکن وہ شرائط طے کرنا بھول گیا (جذبات شہوانی اور خیالات شیطانی کے غالب آ جانے سے شرائط طے کرنے سے قبل ہی) اس کے ساتھ جماع کر لیا تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو امام موصوف نے فرمایا: نہیں زنا کی حد لگے گی بس نکاح کر کے پھر اس سے لطف اندوز ہو لے، اور گزرے معاملہ سے استغفار کرے (کیا ہے کوئی رائی برابر ایمان رکھنے والا اور ذرہ برابر عقل رکھنے والا جو ان روایات کو ملاحظہ کر کے بعد متعہ کو رواج دینے والوں کے متعلق کسی حسن ظن سے کام لے اور انہیں دین اسلام کے خلاف سازش کرنے والے یہودی اور مجوسی نہ سمجھے)۔

## متعہ میں مدت کی تعین کس حد تک ہو سکتی ہے

عقد متعہ میں شیعہ کے نزدیک اجل اور مدت کا تعین بنیادی شرط ہے ذرا اس کے طول و عرض اور وسعت کو ملاحظہ فرمائیے:-

ابن زرارہ سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:-

«هل يجوز ان يتمتع الرجل من المراماة ساعة او ساعتين؟ فقال: الساعة والساعتان لا يوقف على حد هما لكن العردو العردين واليوم واليومين واشباه ذلك»

آیا یہ درست ہے کہ مرد عورت کے ساتھ ایک یا دو گھڑی کیلئے متعہ کرے؟ تو آپ نے فرمایا: ایک یا دو ساعت کی حد نہیں معلوم ہو سکتی، بلکہ ایک دفعہ جماع یا دو دفعہ جماع پر متعہ کیا جائے یا ایک دو دن کے لئے اور اس کی مثل تعین مہ و سال کی صورت میں

(استبصار - ج ۲، ص ۸۲)

۱۔ قاسم بن محمد ایک شخص سے روایت کرتا ہے جس کا نام اس نے ذکر کیا (لیکن نچلے راوی بھلا گئے) کہ اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا:

«الرجل يتزوج على عرد واحد فقال: لا بأس به لكن اذا فرغ فليحول وجهه» ایک شخص ایک عورت کے ساتھ ایک مرتبہ ہمبستری کے لئے متعہ کرتا ہے کیا یہ درست ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں ہے البتہ جب فارغ ہو جائے تو فوراً منہ پھیر لے۔

ان دونوں روایتوں کو نقل کرنے کے بعد ابو جعفر طوسی صاحب استبصار کہتا ہے: «فالوجه في حديثي الخبرين ضرب من الرخصة» یعنی ان روایتوں کا محمل یہ ہے کہ اس قدر تسکین اس اور حرارت شہوت کو بجھانے کیلئے متعہ درست ہے اور اس میں رخصت ہے اگرچہ عزیمت یہ

ہے کہ کم از کم ایک دن مقرر کیا جائے۔

۳۔ در روایت مروی است کہ بیک مرہ جماع عقد جائز است و بعض فراغ از جماع چشم و رو خود از ضعیفہ بگرداند بل بردوان یکدگر بگردانند این روایت متردک العمل است۔

(برہان السنۃ ص ۶۱)۔

**ف:** صاحب البرہان نے اس قدر اضافہ کیا ہے کہ صرف مرد منہ نہ پھیرے بلکہ دونوں ایک دوسرے سے آنکھیں اور منہ پھیر لیں بلکہ جدا ہو جائیں اور جسم ایک دوسرے سے مس نہ ہو۔ پائیں اس کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی کہ آنکھ اور منہ پھیرنا اہم ہے یا مس اس اجسام و ابدال سے احتراز و اجتناب زیادہ ضروری ہے دوسرا اضافہ یہ فرمایا کہ اس پر عمل نہیں ہے لیکن اس سے روایت کی صحت پر اثر پڑتا ہے اور نہ ہی علامہ ابو القاسم بن الحسین القی کے ترک عمل سے دوسروں کی راہ مسدود ہوتی ہے جب بھی کوئی ضرورت مند ایک دودفعہ جماع میں اپنی ہوس پوری کر سکے لئے مذہب اثنا عشری میں کوئی عار نہیں ہے۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

کیا کوئی غیرت مند شخص اپنی بہن اور بیٹی کا عقد کسی کے ساتھ اس شرط پر کرنے کے لئے تیار ہوگا کہ تو ایک دفعہ اسے استعمال کر کے ہمیں واپس کر دینا۔ اسی لئے تو متعہ میں والد کی اجازت کا تکلف بھی گوارا نہیں کیا گیا اگر عورت متعہ کی رمز سمجھتی ہو تو بس بزم نیش میں غیرت وجود گوارا ہی کیوں ہو اور پس پردہ نئی نئی شادیوں کا موقع فراہم ہوتا رہے گا ان روایات کو ملاحظہ کرنے کے بعد کوئی شخص بازاری عورتوں اور متقی عناقف میں فرق کر سکتا ہے جو ایک دوسرے کی شہوت رانی کیلئے اپنے آپ کو اجرت پر پیش کر دیں اور نئے نئے خاوند بناتی پھریں آج ایک کی بغل میں ہیں تو کل کلاں دوسرے اور تیسرے کی بغل میں۔

## متعہ دوریہ اور پچاس سال سے زائد عمر کی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت

وہ عورت جو سن ایاس کو پہنچ جائے اور عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے اس کا حیض آنا بند ہو جائے تو مدت متعہ ختم ہونے کی صورت میں اس کے لئے عدت نہیں ہے عام لوگوں میں تو یہ حالت پچاس سال سے عمر کے متجاوز ہونے کے وقت طاری ہوتی ہے۔ لیکن سادات قرشیات اور نبطیات کو ساٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا لہذا ان کیلئے اس عمر تک پہنچ جانے کے بعد عدت متعہ نہیں ہے ایسی ہی عورتوں کے لئے خصوصی رعایت ملاحظہ ہو۔

پس اگر کسے باو در روز تا شام عقد کند و بعد اتمام اجلس و دخولش بعد از شام بادیگرے تا صبح عقد کند و دخول واقع شود و فردا روز بادیگر عقد کند و بکذا کردہ برو عیب ندارد۔

(برہان المتعہ ص ۶۹)

لہذا اگر ایسی عورت کے ساتھ ایک شخص صبح سے شام تک کے لئے متعہ کرے اور مباشرت بھی کرے شام ہونے اور مدت متعہ گزرنے پر دوسرے شخص سے متعہ کرے صبح تک اس کے ساتھ رہے مباشرت کرے صبح ہو جائے تو پھر تیسرے شخص سے متعہ کا عقد کرے اور ہر صبح و شام اس طرح سے کرتی چلی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

ف: عیب والی کون سی بات ہو سکتی ہے اس عمر میں نانی اماں کو رہی سہی کسر نکال کر ہی دنیا سے رخت سفر باندھنا چاہیے ایک خاوند کیا کر سکتا ہے ہر صبح و شام نیا ہو، تب ہی ساری قضائیں ادا ہو سکتی ہیں مگر نقوی صاحب نے ایک ظلم اب بھی روا رکھا ہے کیونکہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ایک ایک شخص سے پابند کر دیا ہے کتنا ہی اچھا ہوتا کہ ایک ایک مرتبہ جماع کیلئے عقد متعہ

کے جواز والی روایت کو یہاں درج کرتا بس ایک الگ ہو تو دوسرا فوراً حاضر ہو جائے اور وہ عاجز ہو جائے تو تیسرا جب تیسرے کا ہتھیار کند ہو جائے تو چوتھا اور بس اسی طریقہ سے تاکہ

جتنی ہوں قضا ایک ہی ہفتہ میں ادا ہوں

قرآن مقدس میں عدت کے متعلق مفصل احکام موجود ہیں اور سن ایاس کو پہنچنے والی عورت کی مدت تین ماہ مقرر کی ہے یہ بجا کہ وہاں متعہ مذکورہ نہیں بلکہ اہل سنت کی تحقیق کے مطابق دوسرے سے عقد متعہ کا قرآن مجید میں ذکر ہی نہیں کیا گیا لیکن پھر بھی روافض نے نوجوان عورت کی عدت جہاں قرآن مجید کے حکم کے برعکس پینتالیس دن یا ایک دو حیض مقرر کر رکھی تھی تو اس بوڑھی اماں کو بھی مہینہ ڈیرھ مہینہ کا وقفہ دے دیتے تو اس کی صحت پر کوئی ناگوار اثر تو نہیں پڑتا تھا مگر وہ جانیں اور ان کا کام۔ ہم نے تو صرف ان کا مذہب بیان کرنا تھا وہ پوری احتیاط سے بیان کر دیا ہے۔

**ف:** یہ امر اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ متعہ دوریہ کی تصریح کتب شیعہ میں نہ بھی ہوتی تو بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ جب شیعہ مذہب میں سن ایاس والی عورت کے لئے مدت ہی نہیں تو فی الفور یکے بعد دیگرے خاوند بناتے جانا اور ایک سے فراغت حاصل کر کے دوسرے کا آرام جان بننے جانا اصول شیعہ کے مطابق بالکل جائز ہے اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے خواہ اس کا نام متعہ دوریہ رکھیں یا کوئی اور۔ کیونکہ ہماری بحث صرف نام میں نہیں بلکہ ایک غیر اخلاقی فعل کو جائز رکھنے میں ہے اور اس مذہب کی رو سے ہی طوائف اپنا کاروبار جائز سمجھتی ہے اور آئینی تحفظ حاصل کرنے کی مذموم کوشش کرتی ہے۔

**قاضی نور اللہ شوستری کی فریاد اور متعہ دوریہ کا اعتراف**

قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب میں ذکر کیا ہے:

﴿اما مانسبہ الی اصحابنا انہم جوزوا ان يتمتع الرجال المتعددون ليلة



واحدة من امراء سواء كانت من ذوات الاقراء ام لا فمما خان في بعض قيوده وذلك لان الاصحاب قد خصوا ذلك بالانسة لا بغيرها من ذوات الاقراء ﴿﴾  
یعنی نواقض الروافض میں ہمارے اصحاب کی طرف جو منسوب کیا گیا ہے کہ وہ ایک ہی رات میں کئی آدمیوں کے لئے ایک عورت کے ساتھ متعہ جائز رکھتے ہیں خواہ اس کو حیض آتا ہو یا نہ۔ تو اس نے بعض قیود بطور خیانت ترک کر دی ہیں۔ کیونکہ ہمارے علماء نے اس متعہ دور یہ کو صرف اس عورت کے ساتھ جائز رکھا ہے جو حیض سے ناامید ہو چکی ہو نہ کہ ان عورتوں کے ساتھ جن کو حیض آتا ہے۔  
(بحوالہ آفتاب صداقت)

### متعہ دور یہ اور علامہ ڈھکو صاحب کا اعتراف

آفتاب ہدایت میں درج قاضی صاحب کے اس حوالہ کا تجلیات صداقت میں جواب دیتے ہوئے علامہ ڈھکو صاحب بھی اس کو بالکل تسلیم کر گئے اور حسب عادت نہ حوالہ پر اعتراض کیا اور نہ عبارت پر کمی بیشی وغیرہ کا اعتراض کیا بلکہ اس کو عین صواب اور سراپا حق و صداقت مان لیا ذرا آپ بھی موصوف کی عبارت ملاحظہ فرمائیں اور محفوظ ہوں۔

### متعہ دور یہ والے اعتراض کا جواب

مولف نے اپنے بعض پیشروں کی تقلید میں جس متعہ دور یہ کا تذکرہ کیا ہے اس کا کئی طرح جواب دیا جاسکتا ہے۔

اولاً: تو ہماری کتب متداولہ فقیہ میں اس مسئلہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔

ثانیاً: بنا بر تسلیم صحت اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ آنہ عورت جو اس سن و سال کی ہو چکی ہے کہ اب اولاد جننے کے قابل نہیں رہی یعنی ایام ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہو گیا ہے لہذا اب اختلاط نسب کا

اندیشہ نہیں رہا شریعت نے اس سے عدت کی پابندی ختم کر دی ہے چونکہ اس پر عدت نہیں ہے اس لئے اگر ایک شخص نے تھوڑی مدت کے لئے متعہ کیا جب اس کی مدت ختم ہوگئی تو دوسرے نے کر لیا اس میں کیا جائے ایراد (اعتراض) ہے؟

ثالثاً: اس عورت میں نکاح دوری والا اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایک ہی رات میں دس بیس مرد اس سے نکاح کریں اور ہم بستر بھی ہوں تو جائز ہے کیونکہ صورت یہ ہوگئی کہ ایک نے نکاح کیا ہم بستری کی اور پھر طلاق دے دی اور چونکہ بوجہ آنسہ ہونے کے اس پر عدت واجب نہیں ہے فوراً دوسرے نے عقد کر لیا۔ ہاں البتہ اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک اس عورت پر بھی عدت لازم ہے جو خلاف عقل و شرع ہے۔ (تجلیات صداقت ص ۳۰۲)

تنبیہ: اقول علامہ موصوف کے تین جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے دوسرے جواب میں صرف اس متعہ دوریہ کا جواز ہی تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کو مدلل انداز میں ثابت کیا ہے اور یہی ہمارا اصل مدعا تھا پہلے جواب کو صرف نمبر بڑھانے کی ایک بے سود کوشش سمجھا جائے گا کیونکہ جب اس عورت کے لئے عدت نہ از روئے عقل ثابت اور نہ از روئے شرع ثابت تو پھر متداول اور غیر متداول فقہی کتب کی بحث لایعنی اور بے ہودہ ہوگئی علاوہ ازیں متداول کتب فقہیہ نہ سہی مگر یہ کتابیں ہیں تو آپ کی ہی نہ کہ اہل السنۃ کی اور ان کا یہ فتویٰ بھی تمہارے اصول و قواعد کے عین مطابق ہے پھر چون و چرا کی گنجائش کیا رہ گئی؟ یک نشد و شد۔ نہ معلوم علامہ موصوف نشہ میں تھے یا نیند میں کہ متعہ دوریہ کا جواب دیتے دیتے جناب نے نکاح دوری بھی ثابت کر دکھایا اور اس کا جواز از روئے عقل اور شرع تسلیم کر لیا اب تو راہ فرار بالکل ہی مسدود ہوگئی کیونکہ نکاح میں حدود و قیود سخت تھیں لیکن جب سن ایسا کو پہنچی ہوئی عورت شیعہ مذہب میں خوش بختی سے نکاح میں بھی اس تعدد ازواج میں آزاد ہے اور اسے ایک ہی رات میں متعدد شادیاں رچانے کی رخصت ہاتھ آگئی

تومتعہ کی اجازت بطریق اولی ثابت ہوگئی۔

## اعتراض کس پر؟

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ متعہ دوریہ پر اعتراض کرنے والوں پر نکاح دوری کے ساتھ اعتراض ہو سکتا ہے مگر آخری سطر میں تسلیم کر لیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو اس پر عدت لازم ہے تو پھر یہ اعتراض کس پر ہوا؟ شیعہ پر یا اہل سنت پر شیعہ پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ متعہ دوریہ کے بھی قائل اور نکاح دوری کے بھی اور اہل سنت پر اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں کے منکر اور ان کو ناجائز اور ناصواب سمجھنے والے ہیں تو آخر اس عبارت یعنی تیسری شق کا اس مقام سے تعلق کیا ہے؟ تو غالب کی زبان میں ہی کیوں نہ کہہ دوں۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

## کیا آئسہ پر لزوم عدت کا قول خلاف عقل و نقل ہے

سطور بالا میں آپ نے ڈھکوصاحب کا یہ دعویٰ ملاحظہ فرمالیا کہ اہل سنت سن ایسا کو پہنچنے والی عورت پر بھی عدت لازم کرتے ہیں جو کہ خلاف عقل و شرع ہے اس ضمن میں انہوں نے شرعی دلیل کا ذکر ہی نہیں کیا جس سے اہل سنت کا قول باطل ہوتا ہو البتہ عقلی دلیل ذکر کی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی یعنی عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ماہواری کا طبعی سلسلہ بند ہوا اور اولاد میں اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہا لہذا شریعت نے عدت کی پابندی ختم کر دی اور تقریباً یہی خلاصہ منہج الصادقین میں فتح اللہ کا شافی صاحب کی عقلی دلیل کا ہے اس عقلی دلیل میں چند امور قابل غور ہیں:

۱۔ کیا ماہواری آنے پر اولاد پر ہونا موقوف ہے؟

۲۔ کیا پچاس سال کی عمر کے بعد اولاد پیدا ہونا ناممکن ہے؟

۳۔ کیا اختلاط نسب کا اندیشہ نہ رہے تو یکے بعد دیگرے تسلسل کے ساتھ خاوند اختیار کئے جاسکتے ہیں؟

امراول: نقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو ماہواری نہیں آتی تھی نور الابصار، تہذیب الاحکام جلد ۷ ص ۷۵۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہا طاهرۃ لا تحيض﴾ لیکن اولاد پیدا ہوتی رہی اور اس دور میں بھی کتنی عورتیں ہیں جن کو ماہواری نہیں آتی اور اولاد بھی پیدا ہو رہی ہے۔

امردوم: یہ دعویٰ بھی غلط اور ناقابل اعتبار و اعتداد ہے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا عمر شریف کے کس حصہ میں پہنچ چکی تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت اسحاق علیہ السلام عطا فرمائے نیز شریعت میں کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے اور امکان بعید کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا مثلاً ایک شخص مغرب میں ہے اور اس کی بیوی مشرق میں بظاہر اجتماع کی صورت نہیں لیکن بایں ہمہ اس عورت سے فرزند متولد ہوا اور اس خاوند نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے تو نسب ثابت ہو جائے گا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ طی مکانی کے مرتبہ پر فائز ہو اور مسافت بعیدہ کو آن واحد میں طے کرنے پر قادر ہو لہذا امکان بعید اور عادت معروفہ کے خلاف ہونے کے باوجود، از روئے شرع اس کا نسب ثابت کیا جائے گا۔ اور اس شخص کے دعویٰ کو تسلیم کر لیا جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ حلال کا معاملہ ہے اور اس میں احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ عدت لازم کی جائے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ ﴿فان الوقوف عند الشيعة خير من الاقترحام في الهلكة﴾ کیونکہ شیعہ کے نزدیک توقف اور رک جانا بہتر ہے ہلاکت میں گرنے سے

اور آپ سے مروی ہے: ﴿امر الفرج شديد ومنه يكون الولد ونحوہ

(جلد ۷ ص ۴۷۲)

احتیاط

عورت اور اس کے اندام مخصوص کی حالت و حرمت کا معاملہ شدید اور سخت ہے اور اس سے ولد ہوتا ہے اور ہم اس میں احتیاط سے کام لیتے ہیں۔

امر سوم: بھی ظاہر البطلان ہے مثلاً ایک عورت جوان ہے اور اپنی بچہ دانی ہی نکلا دیتی ہے یا پیدائشی طور پر اس میں ہوتی ہی نہیں جس کی کئی مثالیں موجود ہیں یا ایسا آپریشن کروادیتی ہے جس کے بعد اولاد کا امکان نہیں رہتا تو کیا وہ عدت سے مستثنیٰ ہو جائے گی قطعاً نہیں بلکہ اسے حیض نہیں آتا تو تین ماہ عدت گزارنی ہوگی اس لئے یہ عقلی دلیل نہیں بلکہ سراسر توہمات اور بے سرو پا تخیلات کا مجموعہ ہے۔

## عدت کا شرعی حکم

قرآن مجید نے سن ایاس والی اور صغیرہ کا جس کو حیض آنا شروع ہی نہ ہوا ہو اس کی عدت تین ماہ فرمائی ہے ﴿قَالَ اللَّهُ: وَاللَّائِي يَنْبَسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نَسَائِكُمْ إِنْ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ﴾ (سورہ طلاق پارہ ۲۸)

اور وہ جو تمہاری عورتوں میں سے حیض سے مایوس ہو جائیں اگر تمہیں ریب و تردد ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہیں آیا تو قرآن مجید کے اس فرمان کے بعد ایسے کی عدت نہ ماننا قرآن کے خلاف ہوگا نہ کہ تین ماہ عدت کا تسلیم کرنا۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے یہاں الٹی لڑگا بہتی ہے

سوال: تین ماہ عدت تو ریب و تردد کی صورت میں ہے نہ کہ علی الاطلاق۔

جواب اول: قرآن مجید میں موصوف بالصفۃ یا مشروط بالشرط کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ صفت



اور شرط نہ پائی گئی تو حکم معدوم ہو جائے گا۔ مثلاً حرمت بیان کرتے ہوئے فرمایا ربائبکم اللاتھی فی حجبہکم۔ تم پر تمہاری وہ ربیہ حرام ہیں جو تمہاری گود میں ہیں۔ حالانکہ بیوی کی بچی مطلقاً حرام ہے۔ خواہ زیر تربیت اور پرورش نہ بھی ہو اسی طرح ارشاد خداوند تعالیٰ ہے۔ ﴿لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ تَقَصَّرُوْا مِنْ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ مِنَ الذِّیْنِ کَفَرُوْا﴾ تم پر نماز سے قصر اور کمی کرنے میں حرج نہیں ہے اگر تمہیں کفار کی طرف سے خطرہ لاحق ہو حالانکہ خوف لاحق نہ ہونے کی صورت میں بھی قصر کرنا درست ہے اگر مسافت قصر ہو تو لہذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو گئی کہ صفت اور شرط کی نفی سے حکم کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ حکم اس طرح ثابت ہوتا ہے بالکل یہاں پر بھی یہی صورت ہے کہ شرط موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں عدت آیسہ اور صغیرہ کی تین ماہ ہی ہے۔

**جواب ثانی:** ریب و تردد کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں حیض میں ریب و تردد ہو یا اس کا تو یقین ہے لیکن عدت کتنی ہے آیا حیضوں کے تناسب سے اس کی عدت متعین کریں گے جس کو تین حیض تین ماہ میں آتے تھے اس کی تین ماہ عدت ہو جائے جس کو چھ ماہ میں آتے ہیں۔ اس کی عدت اتنی ہوگی اگر کم سے کم مدت میں آجاتے تھے یعنی انتالیس دن میں تو وہ عدت ہوگی وغیرہ ذلک۔ صورت اولیٰ میں تو شرط کی نفی الٹا بطریق اولویت عدت کو تین ماہ میں منحصر کرے گی کیونکہ جب آیسہ ہونا محل تردد تھا تو اس عورت کی عدت مہینوں کی صورت میں تھی تو جب اس کا یقین ہو گیا تو بطریق اولیٰ مہینوں کے ساتھ ہوگی لہذا اب مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہوئے عدت کی نفی کرنا دلالتہ النص کی رو سے باطل ہو گیا جس طرح کہ اصولی طور پر بھی غلط تھا۔

**صورت ثانیہ:** میں بھی شرط کا مفہوم واضح ہے کہ اگر تمہیں یہ حکم معلوم نہیں اور تم اس میں متردد ہو تو ہم اس کی وضاحت کیے دیتے ہیں کہ عدت ان کی تین ماہ ہے جس طرح حیض ایک امر ضابط تھا اور قاعدہ کلیہ تو اسی طرح یہاں بھی حکم کلی ہونا چاہیے ہر عورت کی عادت معروفہ کو اعتبار

کے پر حکم بدلتے رہیں گے لہذا اس میں اٹل حکم تین ماہ والا ہے خواہ عادت معروفہ جو بھی ہو۔  
 اس صورت شرط کا ذکر صورت واقعہ بیان کرنے کے لئے ہوا نہ کہ احتراز کے لئے یعنی تمہیں  
 اس میں تردد تھا لہذا ہم نے حتمی فیصلہ بتلا کر تمہارا تردد زائل کر دیا۔

سورت ثالثہ: ریب و تردد اس میں ہو کہ آیا ان پر بھی عدت واجب ہے یا نہیں جبکہ حیض  
 الیٰہ تو عدت واجب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر تم وجوب اور عدم وجوب میں متردد ہو تو سنو  
 ان صورتوں کی جو آیہ ہیں یا صغیر السن، ان کی عدت تین ماہ ہے اور جمہور مفسرین نے بھی اسی شق  
 اختیار کیا ہے اور شان نزول بھی اس کی تائید کرتا ہے اور شیعہ کے علامہ سید مرتضیٰ علم الہدی کا  
 ارکانی یہی ہے۔ منہج الصادقین میں ہے: واكثر مفسراں برآنند کہ مراد بقولہ تعالیٰ ان ارتبتم  
 الاست در وجوب عدت نہ درسن و مراد بقولہ تعالیٰ لم یحضن عدم بلوغ ایثانت بسن حیض  
 علم الہدی برآنست۔ (ج ۹ ص ۳۲۱)

سوال: شان نزول کی رو سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ حضرت ابی اور دیگر صحابہ کو عدت معلوم  
 تھی لہذا انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقہ کی عدت بیان فرمائی مگر آیہ صغیرہ اور  
 مال کی عدت رہ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ تو اس صورت میں اللہ تعالیٰ کو ان  
 پر حکم فرمانا چاہیے تھا کیونکہ وہ عدت سے بے خبر تھے نہ کہ اس میں متردد۔

(منہج الصادقین از کاشانی ص ۳۲۱)

جواب اول:

عن ابی (الی) قالوا: لقد بقی من عدة النساء عدة لم تذکر فی  
 القرآن عن اسماعیل (الی) فقالوا یا رسول اللہ ارایت التی لم تحض والتی

قد یست من المحیض فاختلفوا فیہا فانزل اللہ ان اربتم یعنی ان شککم

(درمنثور جلد ۶ ص ۵۳۲)

دوسری روایت میں اختلاف کی تصریح موجود ہے اور روایت اولیٰ میں گو تصریح نہیں لیکن تردد اور ریب کے منافی بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو انہیں معلوم ہے کہ عدت ہونی چاہیے اس لئے عرض کیا کہ ان عورتوں کی عدت بیان ہونی باقی ہے۔ یہ نہیں عرض کیا کہ ان کے لئے عدت ہے یا نہیں تو لامحالہ عدت کی تعیین میں ریب و تردد ہوگا کہ ہر عورت کی عادت معروفة کو دیکھا جائے گا یا کوئی حتمی صورت اس کی بیان ہوتی ہے۔ تو اس تردد کو زائل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَاللّٰہِیْ یَسْئَلُ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَائِکُمْ اِنْ اَرْبَبْتُمْ فَعَدَّتُمْ ثَلَاثَةَ اشْهُرٍ وَاللّٰہِیْ لَمْ یَحِضْنَ﴾

جواب دوم: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے اسے معلوم تھا کہ ایک گروہ اپنے مزمومات کی وجہ سے اس عدت کا انکار کرے گا۔ اور ان کی عقلی دلیل بے بنیاد ہوگی جو محض موجب شک اور باعث ریب و تردد ہوگی اس لئے فرمایا اس ریب و تردد میں نہ رہو۔ میرا حتمی اور قطعی حکم سنو، مجھے منکرین قرآن اپنے طور پر تو یقین رکھتے تھے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں لیکن اس قول کے بے بنیاد ہونے کی وجہ سے فرمایا:

اور یہ حقیقت محتاج بیان نہیں کہ آیات شان نزول میں منحصر نہیں ہوتیں جبکہ یہ حکم قیامت تک کیلئے ہے تو کسی بھی دور کا متردد اس کا مخاطب ہو سکتا ہے اور بطریق الغلب سب امت مخاطب ہو سکتی ہے۔ مزید جوابات بھی دیے جاسکتے ہیں لیکن خوف طوالت مانع ہے۔

سوال: شعبہ مذہب میں ائمہ کرام سے منقول روایات میں تصریح موجود ہے کہ صغیرہ اور آیہ پر عدت نہیں، لہذا کلام مجید کا معنی و مفہوم بھی انہی روایات کی روشنی میں متعین کیا جائے گا۔ لہذا

صاحب کا یہ کہنا درست ہو گیا کہ لزوم عدت کا قول خلاف شرع ہے؟

**جواب اول:** قرآن مجید کے صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف جو روایت بھی ہوگی وہ عامرود اور ناقابل قبول ہوگی اور اس ضابطہ کا شیعہ کو بھی اعتراف ہے۔ اور ایسی جملہ روایات صریح مفہوم اور قطعی مدلول کے خلاف ہیں اور یہ تو چند روایات ہیں ان کا کیا اعتبار جبکہ انہی ائمہ کی طرف سے دو ہزار سے زیادہ روایات شیعہ کی کتب صحاح اور دیگر کتب میں منقول ہیں جو کہ تحریف ان پر مشتمل ہیں ﴿کما صرح صاحب فصل الخطاب﴾ مگر ڈھکوصاحب کہتے ہیں وہ عامرود اور ناقابل اعتبار ہیں۔ تو جس مذہب کی ہزاروں روایات پر یقین نہیں کیا جاسکتا اس کی روایات پر اعتماد کیسے کیا جاسکتا ہے اور وہ بھی قرآن مجید کے صریح فرمان کو نظر انداز کر کے۔

**جواب ثانی:** اندریں صورت ڈھکوصاحب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ لزوم عدت کا قول شیعہ مذہب کے خلاف ہے نہ کہ خلاف شرع ہونے کا حکم لگانا چاہیے تھا۔ کیونکہ شریعت پر کاربند ہونے کے بہتر اسلامی فرقوں میں سے ہر فرقہ کا دعویٰ ہے۔ اور ہر فریق اپنے طور پر آیات اور روایات سے استدلال کرتا ہے اندریں صورت اہل السنۃ کا دعویٰ قرآن مجید کے مطابق ہے اور اپنے مذہب کی کتب احادیث و تفاسیر کے مطابق۔ اور شیعہ کے مسلم محدث اور متکلم سید علی علم الہدیٰ بھی اس مسلک پر گامزن نظر آتے ہیں تو ڈھکوصاحب کو قطعاً یہ دعویٰ زیانہ تھا کہ عدت کا قول خلاف شرع بھی ہے اور خلاف عقل بھی۔ جمہور کا لحاظ نہ تھا نہ سہی۔ ذرا اپنے علم الہدیٰ کے احادیث کا ہی کچھ لحاظ کرتے۔۔۔ مگر منع دور یہ کا جوش تھا جس نے ہوش سلب کر لیا تھا اس نے اپنے بیگانے کی پہچان بھی ختم ہو گئی اور یہ احساس بھی ختم ہو گیا کہ اہل السنۃ کا قول شیعہ عقیدے کے خلاف سہی مگر کمال احتیاط اسی میں ہے اور حلال و حرام کے معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے لہذا اس کو اختیار کر لیا جائے بلکہ اس کو علی الاطلاق خلاف عقل و شرع قرار

دے کر مکمل ہے احتیاطی کا مظاہرہ کیا۔ کیا سید مرتضیٰ علم الہدی جیسے شیعہ عالم میں عقل نہیں سمجھتی؟  
اس کو شیعہ شریعت کا علم نہیں تھا۔

## قاضی نور اللہ شوستری کی خیانت اور غیر حائضہ کا متعہ دور یہ

**اقول:** قاضی صاحب بھی ایک خیانت کر گئے ہیں کیونکہ اگر عورت ایسی عمر میں ہو کہ اس کو بہتر صغریٰ کے حیض نہ آتا ہو تو باوجود جماع کئے جانے کے اس پر عدت نہیں ہے جیسے کہ (فروع کا ج ۲ ص ۱۷۸) میں امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے لیس علیہا عدۃ وان دخل بها۔ لہذا اس کے ساتھ بھی متعہ دور یہ کا جواز تسلیم کرنا لازمی تھا کیوں کہ نہ وہ آیہ ہے اور نہ ہی ذوات الاقراء سے ہے اور نہ ہی اس پر عدت ہے اور ایک حکم سے فارغ ہونے پر فوری طور پر دوسری جگہ شادی یا متعہ اس کے لئے بالکل روا ہے جیسے عبد الرحمن بن الحجاج نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ ﴿ثلاث یتزوجن علی کل حال﴾ تین عورتیں ہر حال میں نکاح کر سکتی ہیں اور پہلے نمبر پر ﴿النسی لم تحض و مثلھا لا تحيض﴾ اسی زوجہ کا ذکر ہے جس کو حیض نہ آیا ہو اور نہ اس عمر کی لڑکیوں کو حیض آتا ہو جب عدت بھی نہیں اور نکاح و متعہ میں رکاوٹ ائمہ اہل بیت کی طرف سے نہیں تو لازمی طور پر اس کے لئے متعہ دور یہ جائز ہو گا جب تک حیض آنا شروع نہ ہو یا حمل ٹھہرنے کی عمر کو نہ پہنچے۔ لہذا قاضی صاحب نے اس صنف کا ذکر نہ کر کے خیانت سے کام لیا ہے اور اس کے متبعین شیعہ علماء نے بھی

## مگر بد قسمت صرف وہ ہے

جس کو حیض آتا ہو یا اس عمر میں ہو اگرچہ منکوحہ عورتوں کی نسبت ان کیلئے کافی رعایت دی گئی ہے کیونکہ نکاح و ایوں کے لئے تین حیض یا تین ماہ عدت ہے اور متعہ والی کے لئے صرف



ایک حیض یا ڈیڑھ ماہ عدت ہے مگر کہاں ایک ایک مرتبہ جماع پر متعہ کرنے والیوں یا ایک ایک عورت کی میعاد پر متعہ کرنے والیوں کا اجر و ثواب اور آمدنی کا حساب اور کہاں ڈیڑھ ڈیڑھ ماہ یا ایک حیض کے وقفہ سے متعہ کرنے کا اجر اور اجرت۔ ارمان تو ہمیں اس کی محرومی کا بہت ہے ان اس کی تدبیر ہمیں کتب شیعہ میں نظر نہیں آئی لہذا کوئی کارگر نسخہ کرنے سے قاصر ہیں۔

## محرومی کا تدارک

مگر وہ اس طرح بھی کر لیتی ہیں کہ ایک خاوند کے ہوتے ہوئے دوسری جگہ متعہ کرتی ہیں اگر پردہ رہ جائے تو پھر اجرت اور آمدنی والا خسارہ پورا ہو جاتا ہے آخرت میں جو ہوگا وہ یقین ہے کہ ایک ایک کے ساتھ متعہ کرنے والیوں کا حشر بھی زنا کاروں جیسا ہوگا لیکن داد عیشر و عفت نفس میں یعنی کل جدید لذیذ اور آمدنی میں تو وہ سبقت نہیں لے جائیں گی نا۔ روایت مذکورہ ہو۔

امام ابوالحسن کے پاس ابان بن تغلب نے ایسی ہی ایک متمتعہ کا خط میں ذکر کے مسئلہ دریافت کیا ہے۔

﴿الرجل یتزوج المرأة متعة بمهر الى اجل معلوم واعطاها بعض مهرها واخسرت به باساقی ثم دخل بها و علم بعد دخوله قبل ان یوفیها باقی مهرها و افسدت نفسها و لها زوج مقيم معها. ایجوز جس باقی مهرها ام لا یجوز؟﴾  
 ﴿کتاب علیہ السلام لا یعطیها شیئا لانها عصت الله عزوجل﴾

(کافی ج ۲ ص ۱۹۲)

ایک آدمی نے ایک عورت کے ساتھ مہر معین پر مدت معینہ کے لئے عقد متعہ کر لیا کچھ عرصے دیا اور کچھ ادھار کیا ہم بستی کر لی اور اس کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا خاوند تھا جو اس کے

ساتھ مقیم تھا۔ کیا بقایا اجرت اس کو دینی لازم ہے یا اس کو روک سکتا ہے (تاکہ بھاگتے چور کی طرح ہی سہی)؟

تو امام موصوف نے فرمایا کہ اس کو کوئی چیز نہ دے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرنداری کی ہے۔ لیکن افسوس کہ نہ تو ابان بن تغلب نے توجہ دلائی اور نہ ہی امام موصوف خیال آیا کہ جس غریب کا نکاح تھا اس کی عزت برباد ہوئی اور اس متعہ کے شائق نے صرف اس عورت کے کہنے پر بغیر تحقیق و تفتیش کے یہ قدم کیوں اٹھایا؟ اور اس کی آبرو کیوں برباد کی۔ اس کی سزا اور حدود و تعزیر کا ذکر آیا نہ اس کو تاوان ادا کرنے کا حکم دیا معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب میں کسی شریف آدمی کی عزت اور ناموس کے تحفظ کا کوئی بندوبست نہیں ہے اور اس خرابی کی جڑ بنیاد یہ ہے کہ اس مذہب میں صرف متعلقہ عورت کا اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ میں خاوند والی نہیں ہوں۔ نیز گواہ مقرر کرنے اور عقد کی تشہیر بھی لازم و ضروری نہیں ہے ورنہ روز اول ہی حقیقہ واضح ہو جاتی اور عزت و آبرو کے تحفظ کا سامان ہو جاتا۔

### عقد متعہ میں سخت بے احتیاطی

شیعہ صاحبان خود بے احتیاطی کرتے اور بیک وقت ایک عورت کے متعدد خاوند رہتے تو کہہ سکتے تھے ہمارا ذاتی معاملہ ہے اس میں دوسرے شخص کو مداخلت کا کیسا حق مگر وہ جو غلط کام کرتے ہیں ائمہ کرام اور اہل بیت عظام کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ان کی غفلت و احترام کو بھی ختم کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

۱۔ ابان بن تغلب کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا ﴿انس اکون فی بعض الطرقات فارى المرأة الحسناء ولا امن ان تكون ذات بعل او من العواھر قال لیس هذا علیک انما علیک ان تصدقھا فی

﴿لہا﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۹۶) (باب - مصدقہ علی نفسہا)

میں کبھی کسی راستے پر گزرتے ہوئے حسین و جمیل عورت کو دیکھوں اور اندیشہ بھی ہو کہ  
الطائفہ شدہ ہے یا زنا کاروں میں سے ہے (اور متعہ کرنے کے لئے طبیعت بھی مضطرب اور بے  
ار ہو تو تحقیق و تفتیش کروں یا اس کی ضرورت نہیں ہے) تو آپ نے فرمایا: یہ تیری ذمہ داری  
ہے بلکہ تم پر یہ لازم ہے کہ اس کو سچا مانے اور اپنے معاملے میں اس کی زبان پر اعتماد و اعتبار  
کے یہ ہے شیعہ کا اولین محدث ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی جس نے عنوان بھی یہی قائم کیا کہ  
متعہ جو کہ اس کی تصدیق کر دو اور تفتیش و تحقیق کے چکر میں نہ پڑو۔

اسی طرح کا عنوان شیعہ کے عظیم محدث اور متکلم ابو جعفر محمد بن حسن طوسی شیخ الطائفہ نے  
مقام کیا ہے۔

﴿متی اراد الرجل تزویج المتعة فلیس علیہ التفتیش عنها بل یصدقها  
لو لہا﴾ کہ جو شخص عقد متعہ کا ارادہ کرے تو اسے عورت کے معاملے میں تحقیق اور تفتیش کی  
ضرورت نہیں ہے بلکہ جو عورت کہہ دے اسی کو درست تسلیم کرتے ہوئے متعہ کرے۔ (خواہ وہ  
سخت ہی کیوں نہ بول رہی ہو اور مرد کو اس کی سچائی میں شک و شبہ ہی کیوں نہ ہو) پھر اس ضمن  
میں روایات درج کی ہیں ملاحظہ فرمائیں اور متعہ کی سہولتوں اور آسانوں پر داد دیں۔

اصل مولیٰ محمد بن راشد کہتا ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
سنا کیا۔

﴿انی تزوجت المرأة متعة فوقع فی نفسی ان لہا زوجا ففتشت عن  
لک فوجدت لہا زوجا قال ولم فتشت؟﴾

میں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا اور میرے دل میں یہ بات جا گزیں ہو گئی کہ اس  
انسانہ ہے۔ (اور اس نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے؟ چنانچہ میں نے

حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے تفتیش کی تو مجھے معلوم ہو گیا کہ اس کا خاوند تھا تو امام صاحب نے فرمایا تو نے یہ تحقیق و تفتیش کی ہی کیوں؟

۳۔ مہران بن محمد اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتا ہے کہ امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا گیا۔ ان ﴿فلان تزوج امرأۃ متعۃ فقیل لہ ان لہازو جافسألہا فقال ابو عبد اللہ علیہ السلام. ولم سألہا؟﴾

بے شک فلاں نے ایک عورت کے ساتھ متعہ کیا تو اسے کہا گیا اس کا خاوند موجود ہے تو اس نے اپنے متعہ سے دریافت کیا تو امام ابو عبد اللہ نے (سرزنش کرتے ہوئے) فرمایا۔ اس نے کہا کیوں کیا؟

۴۔ محمد بن عبد اللہ الاشعری کہتا ہے کہ میں نے امام رضا سے دریافت کیا۔

﴿الرجل یتزوج بالمرئۃ فیقع فی قلبہ ان لہازو جاقال ما علیہ اراء لو سالہا البینۃ کان یجد من یشہد ان لیس لہازو ج؟﴾

ایک شخص ایک عورت کے ساتھ متعہ کرتا ہے اور اس کے دل میں خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کا خاوند ہے (اور یہ مجھے دھوکہ دے کر متعہ کی اجرت کما رہی ہے) تو آپ نے فرمایا اس کا حرج نہیں ہے اور نہ تحقیق و تفتیش کے گورکھ دھندے میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ بتلایئے اگر شخص اس عورت سے گواہ طلب کرے گا تو کیا محالہ ایسے اشخاص مل جائیں گے جو گواہی دیں گے کہ اس کا خاوند نہیں ہے۔

ف: روایت گھڑنے والوں نے یہ نہ سوچا کہ متقیوں کے سردار اور پیشوا کیا ایسی بے احتیاطیوں کا حکم دے سکتے ہیں اور علی الخصوص حلال و حرام کے معاملہ میں پھر حیرانگی کی بات ہے کہ امام کا قدر بے علم اور بے خبر ثابت کر دکھلایا کہ نفی و اثبات میں تعارض و تخالف کی صورت میں ترجیح کی ہوتی ہے اور خاص طور پر جو امور خفیہ سرانجام دیے جاتے ہوں اور صرف ان خاص امور ہی

سے باخبر ہو سکتے ہوں بلکہ ماں باپ کو بھی خبر نہ ہونے دی جاتی ہو تو وہاں نفی کی گواہی کی کوئی اہمیت بلکہ اعتبار کی صورت ہو سکتی ہے؟

الغرض یہ ہے وہ چک اور نرمی جس کی وجہ سے کئی لوگ عزت و آبرو گنوا بیٹھتے ہیں اور ان کی عورتوں کو بیک وقت کئی جگہ متعہ کرنے کا موقع مل جاتا ہے اگر پردہ رہ جائے تو آمدنی ہی آمدنی اور بہار ہی بہار ہے اور راز فاش ہو جائے تو صرف بقایا ملنے کی توقع نہیں رکھ سکتیں، بس۔

## متعہ کی اجرت

اس متعہ کو سہل ترین اور مرغوب القلوب بنانے کے لئے اسکے مرتکبین اور دلدادگان کو بڑی رعایت اور چھوٹ دی گئی ہے نہ نان و نفقہ لازم نہ لباس و پوشاک کی ذمہ داری اور نہ مکان اور رہائش گاہ مہیا کرنے کا بار گراں اور مزید برآں یہ کہ اجرت بھی انتہائی معمولی یعنی ایک مٹھی گندم یا کھجوریں بلکہ مسواک یا چند گھونٹ پانی مہیا کرنے پر بھی عقد ہو سکتا ہے۔

صلائے عام ہے یا ران نکلتے داں کے لئے

دلائل ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔۔

۱۔ ﴿عن ابی بصیر قال ساء لت ابا عبد الله عليه السلام عن ادنی مهر المتعہ ما هو؟ قال کف من طعام دقیق او سويق او تمر﴾ (فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۴)  
ابو بصیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے متعہ کی کم از کم اجرت کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا۔ ایک مٹھی آٹا یا ستویا کھجوریں۔

۲۔ ﴿عن الاحول قال قلت لابی عبد الله عليه السلام ما ادنی ماتتزوج به المتعہ؟ قال کف من بر﴾ (فروع کافی ج ۱ ص ۱۹۴)

احول سے مروی ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ سے عرض کیا کہ عقد متعہ کی ادنی مقدار اور اجرت



کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ ایک مٹھی گندم۔

۳۔ ﴿روى بعضهم﴾ (انہ) سواک ﴿اور بعض نے اس روایت میں ادنی مقدار اور کمترین اجرت کے طور پر سواک کا ذکر کیا ہے۔

۴۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت (امیر المومنین) عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا۔

﴿انسی زنیٰ فطهرنی فامر بہا ان ترجمہ فاخبر بذلك امیر المومنین علی علیہ السلام فقال. مررت بالبادیۃ فاصابی عطش شدید فاستسقیۃ اعرابیۃ فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجهدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی. فقال امیر المومنین علیہ السلام تزویج ورب الکعبۃ﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۸ باب النوادر)

کہ میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے لہذا مجھ پر شرعی حد لگا کر مجھے پاک کریں آپ نے اس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس سے دریافت کیا تو نے کیسے زنا کیا؟ تو اس نے کہا میں ایک ویرانہ اور جنگل میں۔ بے گزر رہی تھی اس دوران مجھے سخت پیاس لگی۔ ایک اعرابی اور بدوی سے پانی طلب کیا تو اس نے اس وقت تک پانی دینے سے انکار کر دیا جب تک کہ میں پانی پلانے کے عوض اس کو جماع اور زنا کا موقع مہیا نہ کروں۔ جب مجھے پیاس کی شدت نے مجبور کر دیا اور مجھے جان کا خطرہ لاحق ہو گیا تو اس نے مجھے پانی پلا دیا اور میں نے اس کا مطالبہ اور تقاضائے نفس پورا کر دیا اور اسے زنا کا موقع فراہم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔ تو امیر المومنین نے فرمایا مجھے رب کعبہ کی قسم یہ تو ازدواجی تعلق ہے نہ کہ زنا یعنی یہ عقد متعہ ہے لہذا اس پر حد اور تعزیر نہیں لگ سکتی ہے لہذا اس کو معافی دی جائے۔

## متعہ کے سب شرائط معاف ہو گئے

جس فعل بد کے متعلق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف یہ روایت منسوب کر کے اس کو عقد متعہ اور حلال قرار دیا گیا ہے اس میں نہ متعہ کے صیغہ مذکور ہیں نہ اجل اور مدت کا تعین ہے نہ ایجاب و قبول کی ظاہری صورت موجود ہے بلکہ حد یہ ہے کہ عورت کو پتہ تک نہیں کہ متعہ بھی شریعت میں ہے اور ایسی ضرورت اور مجبوری میں اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ خود اس کو خالص زنا سمجھتی ہے اور اس آلودگی سے پاکیزگی اور تطہیر کی خاطر شرعی سزا کا مطالبہ کرتی ہے مگر اس کے وہم و گمان کے برعکس اس کو صرف سزا سے ہی معافی نہ ملی بلکہ متعہ کے عظیم اجر و ثواب کی مستحق ٹھہری اور وہ جنگلی دیو جو پانی کے چند گھونٹ پلا کر ان کی بڑی قیمت وصول کر گیا اس کو بھی چھٹی مل گئی اور کسی نے نہ پوچھا کہ اسلامی حکومت میں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور حکومت میں تو کون ہوتا ہے مسلمانوں کی عزت و آبرو لوٹنے والا اور ایسی ذلیل حرکت کرے والا؟ بلکہ اس کے برعکس اس فعل قبیح اور عمل شنیع کو نکاح بنا دیا گیا۔

کیا جہان میں کوئی ایسا عقل مند شخص مل سکتا ہے جو جان بلب عورتوں کی مجبوریوں سے اس قسم کے فوائد حاصل کرنے کو نکاح قرار دے اور اس درندگی کو عقد متعہ قرار دے کر صرف مبارک ہی قرار نہ دے بلکہ بے انتہا اجر و ثواب کا موجب قرار دے بلکہ ہر کوئی اسے زنا بالجبر کی ہی ایک صورت تسلیم کرے گا جس طرح کہ خود اس عورت نے اس کو زنا ہی سمجھا اور وہ عورت مستحق تعز و حدود نہ سہی اس درندہ صفت انسان کو تو چھٹی نہیں ملنی چاہیے تھی اور نہ اس کا یہ فعل بد نکاح قرار جانا چاہیے تھا لیکن صرف روافض ہی ہیں جو ایسے شرمناک فعل کو بھی نکاح بنا دیتے ہیں اور ایسے ناپاک فعل کی نسبت ان مقدس لوگوں کی طرف کر کے ستم بالائے ستم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

نیز قابل غور امر یہ ہے کہ یہ فعل نکاح دوام تو ہے نہیں لامحالہ اس کو متعہ ہی قرار دیا جائے گا تو کیا واقعی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دور فاروقی میں ایسے گھناؤنے فعل کو متعہ کہہ کر جائز قرار دے سکتے تھے؟ قطعاً نہیں بالکل نہیں بلکہ وہ تو اپنے دور حکومت میں بھی جبکہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصال فرمائے تیرہ چودہ سال بیت چکے تھے یہی کہتے نظر آتے ہیں۔

﴿لَوْلَا سَبَقْنِي إِلَيْهِ عَمْرٌ مَّا زُنَا الْإِسْقَىٰ يَعْنِي الْإِقْلِيلُ إِرَادَ (اِنَّه) لَوْ لَا مَا سَبَقْنِي بِهِ عَمْرٌ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَىٰ عَنْهُ مِنْ نَهْيِهِ عَنِ الْمُتَعَةِ وَتَمَكَّنَ نَهْيِهِ فِي قُلُوبِ النَّاسِ لَنَدَبَتِ النَّاسَ إِلَيْهَا وَرَغِبَتْهُمْ فِيهَا﴾ (تفسیر صافی ص ۱۲۷)

یعنی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے پہلے لوگوں کو متعہ سے منع نہ کر دیا ہوتا اور لوگوں کے دلوں میں ان کا امتناع حکم راسخ نہ ہو چکا ہوتا تو میں انہیں متعہ کرنے کی دعوت اور ترغیب دیتا تا کہ وہ متعہ میں مشغول ہو کر زنا سے بچ جاتے اور صرف قلیل لوگ ہی زنا کرتے جو بہت بد بخت ہوتے۔

الغرض جب شیر خدا اسد اللہ الغالب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے اتنا عرصہ بعد بھی اس طرح کا حکم دینے سے قاصر ہیں تو انہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے ان کے حتمی فیصلہ کے خلاف فتویٰ دینے کی ہمت کیسے ہو سکتی تھی یا تقیہ کے دعوے غلط ہیں۔ یا اس قسم کی روایات سراسر کذب ہیں۔

الغرض متعہ جیسے عقد میں مالی بوجھ کے اندر چھوٹ اور رعایت اور تعداد میں اس قدر وسعت کہ ہزار عورت سے بھی یہ عقد جائز اور درست نان و نفقہ اور پوشاک وغیرہ سے مکمل چھوٹ اور درجات و مراتب کے لحاظ سے بے انتہا ترقی اور رفعت تو کیا کہنے ہیں اس عقد متعہ کے اور اس مذہب تشیع کے بس حلوائے بے دود ہے اور مفت کی شراب عتیق و رحیق بشرطیکہ خوف خدا نہ ہو اور نبی الانبیاء ﷺ سے شرم و حیا نہ ہو۔

## شیعی تاویل و توجیہ

علامہ ڈھکو صاحب فرماتے ہیں۔ متعہ کے لئے معمولی اجرت رکھی گئی ہے تو کون سی قیامت آگئی۔ عقد مہر میں بھی تو معمولی حق مہر دینا کافی ہے۔

**اقول:** دائمی نکاح میں گو صرف احناف کے نزدیک کم از کم دس درہم چاندی کے تعین ہے اور دوسرے ائمہ کرام معمولی مالیت کی اشیاء کو بدل مہر کے طور پر جائز رکھتے ہیں۔ لیکن اس میں غوراک، پوشاک اور رہائش وغیرہ کی ذمہ داری تو خاوند پر عائد ہوتی ہے لیکن عقد متعہ میں وہ ذمہ داریاں بھی معدوم اور اجرت کی حالت بھی ملاحظہ کر چکے تو اس سے صاف ظاہر اور روشن ہو گیا کہ اس مذہب اور نظریہ کے ایجاد کرنے کا بنیادی مقصد آوارگی اور بے راہ روی پیدا کرنا ہے اور نکاح مسنون جو کہ سراسر خیر و برکت ہے اور عزت و ناموس اور حسب و نسل کی حفاظت اور صیانت کا موجب اس سے لوگوں کو ہٹانا بے رغبت کرنا و سراسر عیاش اور شہوت پرست بنانا ہے۔

## متعہ کی اجرت کس وقت اور کتنی دینی لازم ہے؟

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ جو معمولی اجرت بھی عقد متعہ میں طے پائی ہو، محض عقد متعہ کی وجہ سے وہ ادا کرنی لازم نہیں ہوگی بلکہ اس کے لئے عملاً مکمل استفادہ اور نفع اندوزی کا موقع پانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کی ادائیگی مکمل طور پر روکی جاسکتی ہے یا اس میں کٹوتی کی جا سکتی ہے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اگر عقد متعہ کے بعد مرد کو موقع ہی نہیں دیا گیا کہ وہ جماع کرے، خواہ عورت کی طرف سے رکاوٹ پیش آئی یا اس کے اقارب کی طرف سے اور سارا وقت جو متعہ کے لئے مقرر کیا گیا تھا اسی طرح گزر گیا تو اس عورت کے لئے بالکل اجرت نہیں ہے اور اگر کچھ عرصہ تو اسی طرح محرومی

میں گزر اگر بقیہ وقت میں موقع مل گیا تو مقررہ اجرت اور ایام عقد کی مناسبت سے جتنے دن اس کو موقع ملا ان کی اجرت ادا کرے گا اور عورت کے نشوز اور اپنے حرمان والے ایام کی اجرت ساقط ہو جائے گی۔  
(برہان المتعہ ص ۶۱)

﴿وقال ابو الحسن علیہ السلام نعم ينظر ما قطعت من الشرط فيحبس عنها من مهرها بمقدار ما لم تف به ما خلا ايام الطمث﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۶)  
امام ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں مرد دیکھے کہ عورت نے مشروط ایام میں سے کتنی مقدار منقطع کر دی ہے۔ تو اسی قدر اس کی اجرت سے روک لے جس قدر اس نے وفا کی، ما سوا ایام حیض کے (ان کی اجرت نہیں کاٹی جاسکتی کیونکہ وہ شرعی عذر ہے)۔

۲۔ اگر عقد متعہ کے بعد اور جماعت اور مباشرت سے پہلے اجل اور مدت متعہ عورت کو ہبہ کر دے تو علماء شیعہ کی ایک جماعت کے نزدیک نصف مہر ادا کرنا ہوگا اور اگر ایک مرتبہ جماع کرنے کے بعد بقیہ ایام ہبہ کر دے تو پوری اجرت دینا لازم ہوگی۔ (برہان المتعہ ص ۶۲، ۶۱)

اور جامع عباسی ص ۱۵۱ پر مرقوم ہے۔ اگر زن متعہ باشد و مدت را باو بخشید نصف آنچه باو قرار داده بدہد۔ یعنی متعہ عورت کو متعہ بخشنے پر آدھی اجرت دینی لازم ہوگی۔ اس عبارت سے تمام علماء شیعہ کا اس بات پر اتفاق یا کم از کم اس قول کا مختار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ اگر جماع سے پہلے مرد فوت ہو جائے تو متعہ والی عورت کے لئے آدھی اجرت ہوگی اور عدت وفات بھی لازم ہوگی مگر بعض علماء اس صورت میں بھی پوری اجرت ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کامل احتیاط اسی میں ہے۔ (برہان المتعہ ص ۶۱)

اگر موت قبل دخول حاصل شد پس اور نصف مہر و نگذاشتن عدت وفات میرسد و تمام مہر نزد بعضی باشد و اس احوط است۔



## متعہ کے لئے ایڈوانس بکنگ

۴۔ اگر عقد معلق ہے مدت موخر پر خواہ ایک ماہ کم و بیش یعنی عقد آج طے پا گیا لیکن مدت اور اجل ایک ماہ بعد شروع ہونی قرار پائی تو اس میں کوئی عیب اور جائے اعتراض نہیں مانتیجہ در چند موضع دہد یعنی اس کے اثرات چند جگہ ظاہر ہوں گے۔

۱۔ اس ضعیفہ در بین اس زمان تا زمان حضور اجلش با غیر عقد صیغہ دیگر نمیتواند اگرچہ زمان وسعت مدت وعدت اس صیغہ ہم داشته باشد۔ یعنی یہ عورت وقت عقد سے لے کر عقد متعہ کے آغاز تک کسی دوسرے شخص سے عقد متعہ کی مجاز نہیں ہوگی خواہ در میانی عرصہ اتنا وسیع ہو کہ متعہ کے ایام گزر کر عدت بھی گزر سکے یا آیسہ یا صغیرہ ہم علی الاطلاق باشد خواہ وہ عورت سن ایاس کو پہنچی ہو (جس کی عدت ہی نہیں ہوا کرتی) اور یا صغیرہ ہو (اس کی بھی عدت نہیں ہوتی)۔

ب: خواہر اس زن را دریں مدت در عقد نمیتواند آورد۔ دوسرا اثر یہ مرتب ہوگا کہ وہ مرد اس منسوبہ عورت کی بہن سے ان ایام میں عقد نہیں کر سکے گا۔

ج: اگر ما بین عقد و اجل موت حائل شد پس عقد و مہر وعدت باطل شد۔ تیسرا اثرہ اور نتیجہ مرتب ہوگا کہ اگر عقد معلق اور آغاز اجل و مدت کے در میان موت حائل ہو جائے تو عقد بھی باطل ہو جائے گا اور مہر وعدت بھی۔ (برہان المتعہ ص ۶۰)

## تبصرہ بیک وقت دو مردوں کے ساتھ عقد متعہ کا جواز

اگر عقد معلق اب منعقد نہیں ہو چکا تھا تو اس عورت کی بہن سے عقد ممنوع کیوں ٹھہرا اور اب منعقد ہو چکا تو بیک وقت دو عقد قرار پائے گئے ایک کے لئے مباشرت اور مجامعت حلال ٹھہری دوسرے کا بھی عقد متعہ صحیح ہے اگرچہ وہ ابھی مباشرت اور مجامعت کا حقدار نہیں ہے کیا کوئی آسہ

مذہب ایسی ایڈوانس بکنگ کی مثالیں عورتوں کے متعلق پیش کر سکتا ہے؟ نہیں قطعاً نہیں یہ صرف اور صرف روافض کو امتیاز حاصل ہے اور انہوں نے ہی یہ انوکھے طریقے ایجاد کیے ہیں۔  
 آدم برسر طلب۔ اس امر سے قطع نظر کہ یہ عقد غلط ہے یا صحیح ہم نے یہ بتلایا ہے کہ عقد متعہ متحقق مان کر موت حائل ہونے کی صورت میں اجرت کے لزوم کو باطل ٹھہرایا گیا ہے لہذا واضح ہو گیا کہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا لازم نہیں ہے۔

**قول باری تعالیٰ۔ فما استمتعتم به منهن الاية**

**اور شیعہ استدلال کا بطلان**

مندرجہ بالا حوالہ جات سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ شیعہ مذہب میں عقد متعہ سے پوری اجرت مقررہ ادا کرنی لازم نہیں ہے بلکہ دائمی نکاح کی طرح دراصل جماع اور مباشرت کے ساتھ ہی پوری اجرت دینا لازم ہوتی ہے خواہ حقیقتاً مباشرت پائی جائے یا حکماً جیسے خلوت صحیحہ وغیرہ اور اگر عورت اور اس کے اقارب مباشرت سے مانع ہوں تو عقد کے باوجود ایک پائی کی بھی حقدار نہیں اور بعض حصہ مقررہ میں سے بلا مباشرت گزار دیں تو کٹوتی کر لی جائے گی لہذا شیعہ صاحبان کا اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے استدلال لغو اور باطل ہو جائے گا۔ فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورھن کیونکہ محض عقد متعہ سے اجرت مقررہ ادا کرنا ان کے نزدیک لازم ہی نہیں اور اس آیت کریمہ سے عقد متعہ مراد ہو تو پھر شیعہ مذہب کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا۔ اور یہ تفصیلات و تفریعات لغو اور باطل ٹھہریں گی۔ تو لامحالہ قول باری تعالیٰ میں استمتاع سے مراد مجامعت اور مباشرت ہوگی اور یہ معنی لغوی ہے جو کہ عقد دائم میں بھی متحقق ہے اور اس آیت مبارکہ کا سیاق و سباق بھی عقد دائم کے احکام پر مشتمل ہے۔

لہذا شیعہ اور اہل سنت کے اجماع و اتفاق سے یہاں پر استمتاع کا لغوی معنی مراد ہونا

ہو گیا اور اس سے محض عقد متعہ مراد ہونا غلط محض اور سراسر باطل ہو گیا۔ (استبصار ص ۱۱۰) وغیرہ میں یہی حکم حضرت امام جعفر صادق اور حضرت امام محمد باقر سے مروی ہے۔

﴿لا وجب المهر الا الوقاع فی الفرج اذا التقى الختانان وجب المهر والعدة﴾  
یعنی فرج میں جماع اور عورت و مرد کی شرم گاہوں کے اختلاط سے مہر اور عدت لازم آتے ہیں اور امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ ﴿اذا دخل بها (الی) یجب المهر﴾۔ یعنی عدت سے ہی مہر اور اجرت لازم ہوگی۔

لہذا مہر نیم روز کی طرح روشن ہو گیا کہ اس آیت کریمہ میں صرف اور صرف مہر کامل کے واجب کا بیان ہے اور اس فرض سے جلد سبکدوش ہونے کی اپیل ہے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ میں ایک عورت کے ساتھ نکاح مباشرت کروں اور اسے کچھ نہ دوں تو یہ طریقہ جائز ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ﴿نعم یکون دینا علیک﴾ ہاں مباشرت جائز ہے لیکن مہر اور عدت تجھ پر قرض ہوگی۔ (استبصار ص ۱۱۸)

اور یہی الفاظ متعدد روایات میں موجود ہیں لہذا آیت کریمہ میں بھی استتاع اور عدت منفعت کے بعد لازم آنے والے اس قرض کی ادائیگی اور اس فرض سے جلد از جلد سبکدوش ہونے کی تلقین ہے۔

## قرات شاذہ الی اجل مسمیٰ کا حقیقی مفہوم

نیز جس قرات شاذہ میں الی اجل مسمیٰ کے کلمات مذکور ہیں تو اس میں بھی اس قرض کی ادائیگی کی تاکید اکید مقصود ہے یعنی جب صرف ایک مرتبہ مجامعت کر لینے سے اتفاق مہر تم پر واجب الادا ہو چکا تھا تو جن کے ساتھ تم لمبے عرصہ تک نفع اندوز ہوتے رہے انہیں

مقرر حق مہر کیوں نہیں دیتے جلد از جلد اس قرض کو ادا کرو اور حق کو حق دار تک پہنچاؤ علاوہ ان مقررات متعہ کے اصطلاحی یا شرعی معنی کے ارادے سے مانع ہے کیونکہ مدت کی تعیین اس کی مانع میں داخل ہے اور بغیر اس کے متعہ کا تحقق نہیں ہو سکتا تو پھر متعہ کے بعد اس کا ذکر بے فائدہ رہ جائے گا۔ اور عبث و هو کماتری۔

نیز الی اجل مسمیٰ شاذ قرات ہے جس کا درجہ اخبار آحاد سے بھی کم ہوتا ہے اس قرات کی وجہ سے قرات متواترہ کا حکم کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں اور اس آیت کریمہ کے وسباق کو کیونکر نظر انداز کر سکتے ہیں جو صاف صاف دلیل ہیں اس امر واقعہ کی کہ عقد نکاح کے جب ان منکوحہ عورتوں سے مباشرت کر لو تو ان کا حق مہر ان کو ضرور ادا کرو نیز مہر مہر مہر اور مہر اور مہر بھی تو قرات شاذہ میں مہر مہر کی ادائیگی پر زور دیا گیا ہے۔ جس طرح متواترہ مطلقاً مہر ادا کرنا لازم کیا گیا تو اس صورت میں بھی متعہ معروفہ پر استدلال غلط ہو گیا۔ مزید اس آیت کریمہ کی دوسری جگہ ذکر کی گئی ہے۔

### فائدہ ضروریہ

اب تک ناظرین کرام نے عقد متعہ میں اجرت کی مقدار اور اس کی ادائیگی کے احکام ملاحظہ فرمائے اب ذرا اس معمولی اجرت کو بھی واپس لینے کا طریق کار اور حیلہ گریوں کا ان دیکھیں اور برعم خویش اللہ تعالیٰ کے عقد متعہ کی اجرت ادا کرنے والے فاسق و فاجر اور پر عمل درآمد کا بھی مشاہدہ کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ یہ کارستانی عوام سے لے کر خواص تک برابر پائی جاتی ہیں اور اس حرام میں سبھی ننگے نظر آتے ہیں اور شرم و حیا کی دولت سے محروم۔ اور سب راز ہائے درون پر وہ جناب علامہ نعمت اللہ الجزائری کی زبانی معلوم ہوئے ہیں آپ مطالعہ کریں اور عبرت حاصل کریں۔

## شیعہ کا متمتعات کے ساتھ سلوک اور اجرت

### واپس لینے بلکہ نفع کمانے کے حیلے

سید نعمت اللہ الجزائری نے اس ضمن میں چند واقعات درج کئے ہیں وہ قارئین کی طمانت طبع کے لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ان لوگوں کی شرم و حیا کا اندازہ ہو سکے اور یہ بھی اندازہ ہو سکے کہ ان کے نزدیک قطعاً ﴿فاتوہن اجورہن﴾ کا یہ معنی نہیں ہے کہ عقد متعہ طے ہونے پر پوری اجرت ادا کرنی لازم ہے بلکہ ان کا ہدف پورا نہ ہو تو نہ صرف ادا کردہ رقم واپس لے لیتے ہیں بلکہ مزید وصول کئے بغیر ان بے چاریوں کی جان بخشی نہیں کرتے۔ بہر حال گھر کے ہیڈی کی زبانی حقائق درون پردہ کا مشاہدہ فرمائیں۔

۱۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا چونکہ وہ فقیر آدمی تھا لہذا اجرت دو درہم طے ہوئی چنانچہ اس نے ایک رات میں اس کے ساتھ پانچ مرتبہ جماع کیا جب صبح ہوئی تو اس نے دو درہم اجرت طلب کی مگر وہ تو اس مومن کے پاس تھے نہیں (دیتا کس طرح) چنانچہ جب اس مومنہ نے موئین کے بھرے مجمع میں اپنی آپ بیتی کہہ سنائی اور محرومی کا رونا رویا اور کہا اس نے پانچ مرتبہ جماع کیا ہے اور دو درہم بھی دینے کو تیار نہیں ہے چنانچہ اس مومن نے اس کے تقاضے سے مجبور ہو کر کہا۔

﴿یا حبابۃ! تعالیٰ ثم انہ نام و رفع ارجلہ وقال تعالیٰ جامعینی سبع

مرات عوض الخمسة المرات فقال الحاضرون الحق مع العالم﴾

اے دلدادہ تشریف لائیے پھر وہ لیٹ گیا اور اپنی ٹانگیں اوپر کو اٹھالیں اور کہا میرے ساتھ پانچ کو عوض سات مرتبہ جماع کر لے تو حاضرین (اش اش کراٹھے اور کہا) حق اس عالم کے ساتھ ہے۔



۲۔ ہمارے ساتھیوں میں سے ایک نے شیرازی عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا اور اس کو ایک محمدیہ (سکہ کا نام) دینے کا عہد کیا موسم گرمی کا تھا دوسرے ساتھی مکان کی چھت پر سو گئے اور اس نے حجرہ کا دروازہ بند کر کے اس عورت کے ساتھ رات گزارنے کی ٹھانی۔ ابھی رات آدھی ہوئی ہوگی کہ اس عورت کی آواز اور چیخنے چلانے سے ہم لوگ بیدار ہو گئے تو کیا سنتے ہیں کہ وہ کہہ رہی تھی خدا کیلئے آئیے اور مجھ اس مومن سے بچائیے اس نے تو میری شرم گاہ ہی چیر کر رکھ دی ہے چنانچہ ہم نیچے اتر کر اس کے پاس گئے اور میں نے اس عورت سے ماجرا پوچھا تو اس نے بتلایا کہ رات ابھی آدھی نہیں ہوئی اور اس نے بیس مرتبہ میرے ساتھ جماع کر لیا ہے (آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا) اور میں اس کی قوت برداشت نہیں رکھتی اسے کہیے یہ اپنا سکھ لے لے اور بقیہ رات مجھے معاف رکھے۔

جب میں نے رفیق سفر مومن سے جواب دعویٰ کی وضاحت چاہی تو اس نے کہا ہاں بالکل جھوٹی ہے پھر میرا ہاتھ پکڑ کر حجرہ میں لے گیا تو اس نے ہر بار کے جماع کی دیوار پر لکیریں کھینچ کر نشاندہی کر رکھی تھی۔ جب مجھے گننے کا حکم دیا تو اٹھا رہ لکیریں نکلیں تو کہنے لگا دیکھو کس قدر جھوٹی ہے۔ تو میں نے اس سے کہا۔

﴿يَا فُلَانُ اَقْسَمُ عَلَيْكَ بِاللّٰهِ مَا كَانَ فِيْ نَظْرِكَ الشَّرِيفُ اِلَى وَقْتِ الصَّبَاحِ مِنْ مَرَّةٍ فَقَالَ وَاللّٰهِ كَانَ فِيْ خَاطِرِيْ اَرْبَعِينَ مَرَّةً﴾

اے فلاں میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ جناب کی نظر شریف اور خیال مبارک میں صبح تک کتنی مرتبہ جماع کرنے کا ارادہ تھا۔ تو اس نے کہا بخدا میں چالیس مرتبہ جماع کا غزم صمیم رکھتا تھا۔ (لیکن یہ مومنہ شکست کھا گئی اور سب ارادے خاک میں مل گئے اور اٹھا رہ مرتبہ کا جماع مفت میں نصیب ہو گیا)

﴿ثُمَّ اِنْ الْمَرَاةُ اَعْطَتْهُ الْمَحْمَدِيَّةَ وَانْهَضَتْ نِصْفَ اللَّيْلِ﴾

مومنہ نے اجرت کی وصولی کے لئے بہت بڑی برداشت کی اور صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا مگر اس کی بد قسمتی کہ اسے اس مومن کی قوت فعل و تاثیر کا اندازہ ہی نہ تھا اور نہ ہی کبھی ایسے مومن کا تصور ہی اس نے کیا ہوگا اس لئے سب صبر و تحمل کا کارت گیا اور پوری اجرت واپس کر کے جان بچائی۔

بعض مومنین نے اصفہان میں متعہ کا ارادہ کیا تو اسے ایک بڑھیا دلالہ نے کہا میں تجھے ایک سین و جمیل متعہ عورت کا پتہ بتاتی ہوں چنانچہ وہ اسے ایک گھر میں لے گئے جس میں ایک پردہ عورت ستر اور پردہ میں مستور بیٹھی تھی۔ چنانچہ اس نے اس کو جوان اور حسین سمجھ کر قبول کر لیا اور اسے بڑھیا کے ہاتھ تھما دی جو لے کر زونو پھر ہوئی اور جب حجاب اٹھایا تو نوے سال سے زائد عمر کی عورت برآمد ہوئی جس کے منہ میں دانت ہی نہ تھے چنانچہ اس نے چند لمحے سوچا (کہ کس طرح رقم واپس لوں) پھر کہا اے مجسمہ محبت و قولا مجھے کچھ تیل درکار ہے وہ انھی اور اس نے فی الفور تیل حاضر کر دیا تو اس نے سر سے دستار وغیرہ اتار کر اچھی طرح سر کو تیل کے ساتھ تر کیا۔ پھر اسے کہا۔۔۔۔۔ نامی علی اسم اللہ حتی نقضی الحاجة فنامت فقدم راسہ

فالت ماتصنع؟ قال قاعدة بلادنا ان ياتون النساء بروسهم

اللہ کا نام لے کر لیٹ جاتا کہ اپنا کام شروع کریں چنانچہ وہ لیٹ گئی تو اس نے اپنا سر داخل کرنے کے لئے مقام مخصوص پر رکھا تو وہ چلا انھی ارے کم بخت یہ کیا کرتے ہو اس نے کہا ارے علاقے کا دستور العمل ہی یہی ہے کہ وہ عورتوں کے اندام مخصوص میں اپنے سر داخل کرتے ہیں اس عورت نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے شہروں کو برباد کرے۔ ﴿ہذا شینی مایکون فقال طری کیف یکون﴾ یہ کام تو ہو سکتا ہی نہیں اس نے کہا بس دیکھو تو سہی کیسے ہوتا ہے بالکل کر رہے گا۔ چنانچہ وہ مجبور ہو کر اس کے نیچے سے نکلی اور درہم اس کی طرف پھینکتے ہوتے ہوا ﴿ہذا درہمک خذہ لا بارک اللہ﴾ یہ اپنے درہم لے لیا اللہ تیرے لئے ان میں سے نہ دے لیکن اس نے کہا نہیں یہ نہیں ہو سکتا (قول مرداں جان دار دو عہد نبھاؤ اور ان کے

بدلے میرے سر نیاز کو بارگاہ ناز میں داخلہ کی اجازت مرحمت کرو اور مزاحمت سے باز آؤ)

﴿فلم يقبل حتى ضاعفت له الدراهم اضعافا كثيرة بالتماس كثير حتى اخذها وخرج منها﴾

چنانچہ اس عورت نے منت سماجت کر کے کئی گنا زیادہ دراہم دے کر جان چھڑائی اور مومن ان دراہم مضاعفہ اور کثیر منفعت سے فائز المرام ہو کر اور تیل سے مرغن ہو کر واپس تشریف لے گئے۔

۴۔ ایک اور مومن کے ساتھ ایسا ہی واقعہ پیش آیا جب اس نے بھی عورت کے ستر اور پردہ کو ہٹا تو بنی اسرائیل کی بوڑھی عورتوں سے بھی عمر میں متجاوز پایا چنانچہ لوٹا اٹھا کر بیت الخلاء کی طرف حاجت کے بہانے گیا اور اپنے آلہ تناسل پر اپنی دستار کو لپیٹ لپیٹ کر اسے ہاون دستہ کی مانند ڈالا پھر ہائے وائے کرتے ہوئے اس عورت کی طرف واپس آیا اور پردہ ہٹا کر آلہ اس کو دکھایا اس نے کہا یہ پٹی کیسی ہے؟

تو اس نے کہا مجھے زہر باد کی بیماری ہے اور مجھے طیب نے یہ مشورہ دیا ہے کہ میں بوڑھی عورت کے ساتھ متعہ کروں اور یہ زہر اس کی اندام نہانی میں گراؤں تب شفا پاؤں گا۔ یہ صورت حال دیکھ کر سن کر چلا اٹھی اور کہا۔

﴿خذ دراهمک لا بارک اللہ لک فیہا۔ فقال ہیہات ہیہات لا امل

هذا ابدا حتی زادت علی ما اعطاها زیادة وافرة فاخذها ومضى﴾

اپنے دراہم واپس لے اللہ تعالیٰ تیرے لئے ان کو نامبارک کرے تو اس نے کہا ناممکن میں قطعاً ان کو واپس نہیں لوں گا۔ حتیٰ کہ اس عورت نے وصول کردہ دراہم پر بہت لالچ اور دراہم اپنی طرف سے بھی اس کو دیے تب وہ انہیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

(انوار نعمانیہ ص ۴، ۱۳۱، ۱۳۰)

ہمارے بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت سے عقد متعہ کیا جبکہ وہ ہمارے مدرسہ منصورہ میں قیام پذیر تھا جب عورت نے پردہ ہٹایا اور مجامعت کے لئے گدی کے لٹ گئی تو اس نے اندام مخصوص کو دیکھا کہ وہ غیر مختون ہے تو نشتر لے کر اس عورت کا ختنہ کر دیا وہ درد سے چلا اٹھی اور ادھر خون فوارہ کی صورت بہہ نکلا چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس مجھ سے زخمی کرنے کی دیت اور تاوان طلب کیا اور میں نے اس سے ختنہ کرنے کی اجرت طلب کرنی شروع کر دی۔ ﴿و غلبتها و اخذت منها القيمة لكن لا من جنس ابراهيم والدنانير﴾ (ص ۱۵۲)

اور کہا کہ میں اس پر (حجت و برہان کے ساتھ) غالب آ گیا اور ختنہ کرنے کی اجرت قیمت وصول کی لیکن نقدی کی صورت میں نہیں (بلکہ جماع اور مباشرت کی صورت میں لیکن اسی جانے وہ کیا وزنی دلائل تھے جن سے مغلوب ہو کر اس مومنہ نے لہو لہان ہونے کے بعد اپنے اس عضو مخصوص کو اس مومن کے حوالے کر دیا اور ہر چہ بآداب پر راضی ہو گئی)

پہلی سطور میں آپ نے مومنہ کی شکست اور ناکامی ملاحظہ فرمائی اب آپ مومنہ کی فراخ دلی مومن کی شکست اور ناکامی و نامرادی ملاحظہ کریں۔ علامہ جزائری فرماتے ہیں۔

ہمارے صالح بھائیوں میں سے ایک نے شیراز میں ایک عورت کے ساتھ عقد متعہ کیا۔ جب دروازے بند کئے اور کار خاص کا آغاز کرنے کا عزم مصمم کیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس مومنہ کا چہرہ سالخورہہ مشک کی مانند خشک اور جھریوں والا ہے اور اس کے منہ میں دانت بھی نہیں جن کے ساتھ بات کر سکے ماسوا ان کی بوسیدہ جڑوں کے چنانچہ اجرت کھری کرتے ہوئے انہیں بند کر کے اور ناک پر ہاتھ رکھ کر جماع کر ہی ڈالا اور فارغ ہونے پر دروازہ کھول کر باہر نکلے کی سوچ رہا تھا تو اس نے کہا۔ ﴿لا تفتحه و دعنا اليوم في عيشنا و ان لم ترد من قبل فهذا غيرہ حاضر﴾

دروازہ نہ کھول اور آج کا دن عیش و نشاط میں رکھ اور اگر اگلا حصہ پسند نہیں ہے تو کمال  
طرف بھی ایک قابل استعمال مقام ہے وہ حاضر ہے دامن جھٹک کر نہ جا اور محروم وصال نہ کر  
﴿فَعَرَفْتُ الْمَوْتَ فِي الْمَوْقِعَةِ الْآخِرَى فَصَحَّتْ إِلَيَّ أَصْحَابِي هَلُمُوا إِلَيَّ  
وَخَلِّصُونِي مِنْ هَذَا الْمَوْتِ الْحَاضِرِ فَاتُوا إِلَيَّ وَحَدِّدُوا الْبَابَ وَآخِرَ جَوْنِي مِنْهَا﴾  
مگر میں نے دوسری مرتبہ جماع کرنے میں اپنی موت کا یقین کر لیا تھا لہذا فوراً  
ساتھیوں سے فریاد کی کہ میری مدد کو پہنچئے مجھے اس سر پر منڈ لاتی موت سے نجات دلائیے چنانچہ  
میرے پاس پہنچ گئے اور دروازہ کھول کر مجھے اس کے پاس سے نکال لیا۔

**ف:** شیعہ حضرات کے حسن انتظام کی داد دینی پڑتی ہے کہ ریزرو عملہ بالکل قریب موجود  
ہے جو نہی مہی مرد اور عورت مدد کو پکاریں فوراً موقعہ پر پہنچ جاتے ہیں اور کوئی ناگوار حادثہ پیش  
آنے دیتے۔ نیز اس صورت حال کو دیکھ کر سمجھ میں یہ بات آہی گئی کہ علما شیعہ نے ایسی بلا  
عورتوں کے لئے کیوں عدت مقرر نہیں کی بلکہ مسلسل اور یکے بعد دیگرے ان کے ساتھ متعہ کر  
جائز اور مباح رکھا ہے کیونکہ ایسی صورت میں تو وہ مہی مردوں کیلئے مردم خوار اڑدھا ثابت ہو  
بلکہ میرا مشورہ یہ ہے کہ صاحب برہان المتعہ کو صبح سے شام تک ایک کے ساتھ اور شام سے  
کر صبح تک دوسرے کے ساتھ والی قید بھی ختم کر دینی لازم ہے۔ دیکھو! پورا دن یا پوری رات  
کرنے میں مومنین پر کس قدر موت کا اندیشہ ہو سکتا ہے اور امدادی عملہ کی ضرورت پیش آتی  
لہذا حکم سرکار اس طرح ہونا چاہیے کہ ایسی مادران ملت کے دروازہ پر ارادتمندوں کی لائن لگی ہو  
چاہیے اور تسلسل برقرار رہنا چاہیے تاکہ نہ کسی کی جان پر بنے اور نہ کسی کی تمناؤں کا خون نالغ  
بلکہ ہر طرف خوشی اور مسرت کا دور دورہ ہو اور لوگ عبد اللہ بن سبا اور حمد ان قرمط کے بچوں  
دعائیں دیتے رہیں۔

## عقد متعہ کی صورت میں عدت

علماء شیعہ نے عقد متعہ کے دیگر احکام میں انوکھا پن اور جدت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عدت کے معاملہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا بلکہ اس میں بھی ہر ممکن رعایت مہیا کی ہے اور نکاح دوام سے بالکل مختلف احکام جاری کئے جو اس حقیقت کی دلیل ناطق ہیں کہ قرآن مجید میں جس نکاح اور رشتہ ازدواج کے احکام مذکور ہیں متعہ اس نکاح میں داخل نہیں ہے ورنہ احکام عدت میں تلف نہ ہوتا بہر حال پہلے احکام عدت ملاحظہ فرمائیں مزید تبصرہ بعد میں معروض خدمت ہوگا۔

۱۔ عدت متعہ بروایت ابن عباس یک حیض است اس میں متروک العمل است وآنچه مشہور واکثر است آنست کہ دو حیض عدت دارد و نزدیک بعض دو طہر اگرچہ قول مشہور معمول است لیکن آخر احوط است۔ (برہان المتعہ مولفہ ابو القاسم النقی الرضوی)

متعہ کی عدت ابن عباس کے قول کے مطابق ایک حیض ہے اس روایت پر عمل متروک ہے اور مشہور اور اکثر روایت یہ ہے کہ اس کی عدت دو حیض ہے اور بعض کے نزدیک دو طہر ہے اگرچہ معمول بہ قول مشہور ہے لیکن زیادہ احتیاط آخری قول میں ہے۔

۲۔ ﴿قال ابو عبد الله خمسة واربعون يوما وحيضة مستقيمة﴾

(استبصار جلد ثانی ص ۸۱)

بقول امام جعفر صادق علیہ السلام عدت متعہ ۴۵ دن یا ایک حیض کامل ہے۔

۳۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبد الله علیہ السلام فی المتعة قال لیست من الاربعة لانها لاتطلق ولا ترث وانما هی مستاجرة وعدتها خمسة واربعون لیلة﴾

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا متعہ والی عورت چار میں سے نہیں ہے کیونکہ طلاق دی جاتی ہے نہ وراثت بنتی ہے وہ صرف اجرت پر لی جاتی ہے اور اس کی عدت ۴۵



ایام ہیں۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۲۵۹)

۴۔ ﴿عن زرارة عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان كانت تحيض فحيضة وان

كانت لا تحيض فشهري ونصف﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ متنعہ والی عورت کو حیض آتا ہے تو پھر عدت ایک حیض ہے اور حیض نہیں آتا تو پھر اس کی عدت ۳۵ دن ہے۔

۵۔ ﴿عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی الصبیة التي لا تحيض مثلها والتي قد

ایست من المحيض ليس علیها عدة وان دخل بها﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس صغیرہ کے متعلق جسے حیض نہ آتا ہو اور اس کبیرہ کے متعلق جس کو حیض سے مایوسی ہو چکی ہو مروی ہے کہ اس پر عدت نہیں خواہ عقد متنعہ کے بعد ان کے ساتھ مباشرت و جماعت بھی کی گئی ہے۔

۶۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال التي لا تحبل مثلها

لاعدة علیها﴾

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس عمر کی لڑکی کو بوجہ صغیر سنی حمل نہ ٹھہرتا ہو اس پر

عدت نہیں ہے۔ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

۷۔ ﴿عن عبد الرحمن بن الحجاج عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ثلاث

یتزوجن علی کل حال التي لم تحض ومثلها لا تحيض وقال قلت ما حدھا قال

اذا اتی لها اقل من تسع سنين والتي لم يدخل بها والتي قد ينست من

المحيض ومثلها لا تحيض قلت وما حدھا؟ قال اذا كان لها خمسون سنة﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۷۸)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تین عورتیں ہر حال میں شادی کر سکتی ہیں۔

۱۔ وہ جس کو حیض نہ آیا ہو اور اس کی عمر کی لڑکیوں کو بھی حیض نہ آتا ہو۔ راوی عبدالرحمن نے دریافت کیا۔ اس کی حد عمر کیا ہے تو فرمایا جس پر ابھی نو سال سے کم عرصہ گزرا ہو۔

۲۔ جس کے ساتھ دخول اور مباشرت نہ پائی گئی ہو۔

۳۔ جو حیض سے مایوس ہو چکی ہو اور اس کی عمر کی عورتوں کو حیض نہ آتا ہو میں نے عرض کیا اس کی عمر کی حد کیا ہے؟ تو فرمایا جب اس کی عمر پچاس سال کی ہو۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے قارئین کرام نے اندازہ کر لیا کہ متعہ اور نکاح دوام میں کتنا

بڑا فرق ہے۔

۱۔ متعہ کی عدت ایک حیض رکھی گئی ہے حالانکہ یہ لونڈی کا حکم ہے جبکہ اس کو خریداجائے تو مشتری پر اس کے رحم کی برات معلوم کرنے کے لئے ایک حیض تک توقف ضروری ہے یا دوران جنگ قیدی بننے کی صورت میں یہ حکم ہے مگر حرہ اور آزاد عورت کے خاوند سے جدائی کی صورت میں ایک حیض پر انکفائی کوئی صورت نہیں ملتی۔ اگر متعہ بھی نکاح ہے اور جدائی بمنزلہ طلاق ہے تو پھر تین حیض یا تین ماہ عدت ضروری ہے۔ نیز اگر قرآن مجید میں عقد متعہ کا ذکر تھا تو عدت جیسے اہم معاملے کا ذکر بھی ضروری تھا اور جب الگ حکم مذکور نہیں تو پھر اشتراک واتحاد تسلیم کرنا ضروری ٹھہرا۔ یہ تفریق کسی طرح بھی روانہ ہو سکتی لہذا فتح اللہ کاشانی اور صاحب لعلہ کا یہ دعویٰ کہ نکاح اور متعہ میں صرف مدت کی تعین اور عدم تعین والا فرق ہے باقی معاملات بالکل ایک جیسے ہیں لغو اور باطل ہے اور سراسر مہمل کلام ہے۔ عدت کے معاملہ میں اور دیگر بیسیوں امور میں فرق ہدیہ ناظرین ہو چکا ہے اور آئندہ صفحات میں اس کی وضاحت ذکر کی جا رہی ہے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

عجب درایں است کہ بیچ فرق نیست میاں نکاح دوام و متعہ در مستحبات و واجبات

و کیفیات از رضاء زوجین و صلاحیت ایقاع عقد در میان ایشان و ایجاب و قبول و مہر و دیگر شرائط و کیفیت مگر اجل کہ در متعہ ہست و در دوام نیست پس چہ اہل جہالت دوام را مشروع و حلال دانند و متعہ را حرام و نامشروع و ایں نیست مگر محض عناد و انکار و بدعت۔

﴿نعوذ باللہ من ہذہ الطریقۃ المضلۃ و العقائد الفاسدۃ انتہی کلام

صاحب اللعۃ﴾ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۱)

۲۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ صاحبان کے ساتھ ہمارا اختلاف صرف متعہ میں نہیں بلکہ صغیرہ اور آیہ کے معاملہ نکاح میں بھی سخت اختلاف ہے ہم ان کیلئے از روئے نص قرآن تین ماہ عدت کے قائل ہیں اور تین ماہ کے اندر ان کے ساتھ مباشرت کو دوسرے خاوند پر حرام ٹھہراتے ہیں بطور متعہ بھی اور نکاح دوام بھی گویا اس مذہب کی رو سے بازاری عورتوں کا کاروبار جائز ہو سکتا ہے صرف ایجاب و قبول اور اجرت اور وقت کا یا ایک دو دفعہ جماع کا تعین کر لینا ضروری ہے یا پھر یہ دیکھنا ضروری ہے کہ بالغ نہ ہو یا پچاس سے اوپر کی ہو بلکہ شیعہ عقلی استدلال کی رو سے اگر جوان عورت بچہ دانی نکلوا دے اور حیض آنے استقرار حمل اور اختلاط نسب کا اندیشہ ختم کر دے تو وہ بھی رات دن مسلسل شادیاں رچا سکتی ہے۔ کیا ہے کوئی صاحب عقل سلیم جو قوم کی بہنوں اور بیٹیوں کو اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی طرح سمجھنے کے بعد ایسے فتوے اور احکام جاری کرے بلکہ آیہ صغیرہ کے لئے متعدد خاوندوں کے ساتھ بیک وقت نکاح بھی جائز ہوگا کیونکہ بیوی کو خاوند کے ساتھ مختص ٹھہرانے کی وجہ بھی اختلاط نسب و نسل تھا۔ جب یہ اندیشہ ختم ہو گیا تو جس طرح ایک خاوند چار بیویاں نکاح میں لاسکتا ہے ایک بیوی بھی چار خاوند کر سکے گی۔ اگر یہ دلیل صحیح ہے تو اس کا لازمی نتیجہ بھی درست اور واجب القبول ہونا چاہیے اور اگر یہ نتیجہ فاسد ہے تو یقیناً وہ دلیل بھی فاسد اور باطل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عداوت اور دشمنی کے لئے یہ کب لازم ہے کہ اپنی بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھیلا جائے اور ان کو بازاری عصمت فروش اور شرم

وہیاسے بیگانہ عورتوں کی طرح ہوس پرستوں کے حوالے کر دیا جائے۔

### انوکھا عقد متعہ

اہل تشیع نے محض ہوس و کنار معافقہ و بغلگیری اور تنہید و جھپٹین کے لئے بھی متعہ کو جائز رکھا ہے اور اس صورت میں بھی عدت لازم نہیں ہے۔

عمار بن مروان نے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک عورت کو عقد متعہ کی دعوت دیتا ہے اور وہ اس کے جواب میں کہتی ہے۔

﴿ازوجک نفسی علی ان تلتمس منی ماشئت من النظر والتماس  
وتنال منی ماینال الرجل من ابلہ الا ان الاتدخل فرجک فی فرجی  
وتتلدذ بماشئت فانی اخاف الفضيحة فقال ليس له الا ما اشترط﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۸)

یعنی میں اپنے آپ کے ساتھ تیرا عقد اس شرط پر کرتی ہوں کہ تو اپنی شرمگاہ میری فرج میں داخل نہیں کرے گا کیونکہ استقرار حمل کی صورت میں مجھے ذلت اور رسوائی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس کے علاوہ جو تو چاہے نظر بازی، معافقہ، ہوس و کنار اور جملہ موجبات تلذذ وہ سب تیرے لئے مباح ہوں گے تو آپ نے فرمایا اس کو صرف اس قدر ہی حق حاصل ہوگا جس قدر اس نے شرائط میں طے کیا ہے۔

اقول: اس روایت سے بھی متعہ اور نکاح دوام کا فرق روز روشن کی طرح واضح ہے کیونکہ نکاح ان شرائط پر نہیں ہو سکتا مگر متعہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اگر غلبہ شہوت میں ان شرائط کو نظر انداز کر جائے تو شیعہ شریعت میں نہ زنا ہے اور نہ اس پر حد زنا عائد ہوگی بس زبانی استغفار کرے اور آئندہ شرائط کے مطابق عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے۔

سامع نے امام ابو عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا جس نے عورت کو اپنے حرم سرا میں متعہ کے لئے داخل کیا پھر وہ عقد متعہ اور ایجاب و قبول اور تعیین مدت و اجرت بھول گیا اور مباشرت شروع کر دی تو کیا اس پر زنا کی حد لگے گی؟ تو آپ نے فرمایا۔

﴿لَا وَلَكِنْ يَتَمَتَّعُ بِهَا بَعْدَ النِّكَاحِ وَيَسْتَغْفِرُ اللَّهُ مِمَّا اتَى﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۸۰)

اور ایسی ہی روایت فضل بن یسار سے مروی ہے کہ اس نے امام ابو عبد اللہ سے دریافت کیا کہ ایک شخص حسین و جمیل لونڈی اپنے دوست کو بطور عاریت دیتا ہے اور جماع کے علاوہ دوسرے موجبات تلذذ و قضاء شہوت اس کے لئے حلال ٹھہراتا ہے مگر وہ شہوت سے مغلوب ہو کر جماع کر لیتا ہے تو آپ نے فرمایا۔ یہ اس کو زینا نہیں تو اس نے دریافت کیا۔

﴿إِنْ فَعَلَ يَكُونُ زَانِيًا؟ قَالَ لَا وَلَكِنْ يَكُونُ خَائِنًا﴾

کیا وہ اس کی وجہ سے زانی ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا نہیں زانی نہیں ہوگا لیکن خائن ہوگا۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

## تحلیل لواطت کی مصلحت

دیکھا آپ نے اس مذہب کے عقد متعہ کو اور زنا کو حلال قرار دینے کی تدریجی کوشش اور سعی کو اور یہیں سے عورتوں کے ساتھ لواطت کو حلال ٹھہرانے کی مصلحت بھی واضح ہو گئی کہ جب عقد متعہ کی اجرت دینی ہی ہے اور محض بوس و کنار اور معانقتہ وغیرہ سے تو خواہش نفس پوری ہو نہیں سکتی بلکہ یہ امور تو آتش شوق تیز کرنے اور بھڑکانے کے موجب ہیں اور جماع کی صورت میں ذلت و رسوائی کا بھی امکان ہے (بصورت استقرار حمل) اس لئے لواطت کو جائز قرار دے دیا تاکہ شیطان کا منہ بھی کالا ہو جائے اور مفت میں اجرت کا بار گراں بھی برداشت نہ کرنا پڑے۔



## متعہ خلاف فطرت ہے

علاوہ ازیں یہ حقیقت بھی طشت از بام ہو گئی کہ متعہ کو حلال ٹھہرانا غیر فطرتی امر ہے ورنہ نبات اور رسوائی کا کیا اندیشہ؟ اول تو کسی کو یہ پوچھنے کا حق ہی کیا کہ یہ صاحبزادے کیسے متولد ہوئے؟ کیونکہ ہر ایک کو معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح دوام سے بڑھ کر اہل کار آمد اور موجب ترقی درجات صورت عقد متعہ کی موجود ہے اور اگر کوئی پوچھ ہی لے تو بڑے فخر سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ متعہ شریف کے فیوض و برکات سے ہیں اور شیعہ شریعت میں فرزند متعہ نکاح والے فرزند سے افضل ہے۔ (منہج الصادقین ج ۲ ص ۲۹۵)

ولد متعہ افضل است از ولد زوجہ دائمہ۔ (امام جعفر صادق)

تو گویا ماں بیٹے دونوں کا سر فخر سے بلند ہوگا اس میں خوف فضیحت خلق کا کیا شائبہ؟ مگر حقیقت خود بخود اگلی گئی کہ جس عقد میں نہ گواہ نہ اعلان و شہرہ والدین کا اذن وہ فطرت سلیمہ کے نزدیک باعث شرم و حیا ہے اور موجب ننگ و عار اور سراسر ذلت و رسوائی۔ ﴿الیس منکم رجل رشید﴾ کیا ہے کوئی جاگتے نصیب والا اور بیدار بخت جو ضمیر کی اس آواز کو غور سے اور کان لگا کر سنے اور اس کی رہنمائی میں اس انتہائی اہم اختلافی مسئلہ کا فیصلہ کرے۔

## اپنی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہ آیا

شیعی علامہ محمد حسین دھکو صاحب نے جواب آں غزل کے طور پر بڑے دھوم دھڑلے سے بیان کیا ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ جن کے مذہب میں اجرت پر زنا کرنے سے حد شرعی جاری نہیں ہوتی وہ متعہ کو زنا سے تعبیر کر کے شیعوں کو مطعون کر رہے ہیں چنانچہ فتاویٰ قاضی خان ج ۲ ص ۸۲۱ پر ہے۔

﴿لو استاجر امرأة لیزنی بها فزنی لا یحدفی قول ابی حنیفة﴾



یعنی اگر کوئی شخص اجرت مقرر کر کے زنا کرنے کے لئے کرایہ پر عورت لائے اور اس سے زنا کرے تو ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔

(وکذا فی الفتاوی السراجیہ ص ۶۰)

پھر اس پر اپنی طرف سے حاشیہ آرائی یوں فرمائی تمام کجخروں اور کجخیوں کو امام اعظم کا ممنون ہونا چاہیے کہ جنہوں نے ان کے پیشے کو جائز قرار دے کر ان کے لئے رزق کے دروازے کھول دیے شرم، شرم، شرم (تجلیات صداقت ص ۳۰۱)

﴿الجواب ومنه التوفيق للصدق والصواب﴾

۱۔ خفی مسلک پر علامہ موصوف کے اعتراض اور پھبتی کا تحقیقی جواب عرض کرنے سے پہلے قارئین حضرات کو زحمت دوں گا کہ وہ چند سطر پیچھے کی طرف سماء کے امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقل کردہ فرمان اور فضل بن یسار کے نقل کردہ فرمان امام پر نظر ڈالیں جن میں سے پہلی روایت کے مطابق عقد متعہ نہ ہونے کے باوجود مباشرت پر حد زنا کی نفی فرمائی ہے اور دوسری روایت کے مطابق جماع اور مباشرت پر عقد متعہ واقع نہ ہونے کے باوجود جماع کر لینے کو زنا ہی قرار نہیں دیا اقامت حد کا تو ذکر ہی کیا۔ اپنے مذہب کی مستند ترین کتب حدیث میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے فرمان نقل ہونے کے باوجود امام ابو حنیفہ اور مذہب خفی پر اعتراض بہت ہی مضحکہ خیز امر ہے۔

۲۔ نیز علامہ صاحب نے حد زنا جاری نہ ہونے کا فتویٰ دیکھ کر اجرت پر زنا کو جائز قرار دیا اور کجخروں کجخیوں کے لئے نوید مسرت سنادی۔ ہم حیران ہیں کہ جہاں میں ایسے علامہ بھی ہو سکتے ہیں جو کسی جرم پر حد قائم نہ ہونے کی صورت میں اس کا جواز سمجھ لیں اگر یہ استنباط اور نتیجہ صحیح ہے تو قرآن مجید کی رو سے بھی زنا حلال ہے کیونکہ تین گواہ ہوں تو زانی مرد اور زانیہ عورت پر حد نہیں لگ سکتی۔

﴿قال الله تعالى لولا جأؤ اعلیه باربعة شهداء فاذا لم یاتوا بالشهداء

فانک عند الله هم الکاذبون﴾

لہذا قرآن نے ڈھکوصاحب کے استدلال کے مطابق زنا کو حلال کر دیا لہذا سب گھروں اور کنجریوں کو صلائے عام دے دو کہ مژدہ باد تمہارے لئے قرآن مجید نے اور رب قدیر نے رزق کے دروازے کھول دیے ہیں۔ بے شک زنا کرو لیکن ایسے انداز میں کرو کہ بیک وقت ہار آدمی دیکھ نہ سکیں۔ ﴿لاحول ولا قوۃ الا باللہ﴾

۳۔ میں علامہ صاحب سے تو بات نہیں کرتا کیونکہ ان کا ارادہ راہ حق تلاش کرنے کا نہیں بلکہ وہ دیدہ دانستہ لوگوں کو گمراہ کرنے کا عزم مصمم کئے ہوئے ہیں۔ متلاشیان حق و حقیقت سے گزارش کرتا ہوں کہ حد اس معین سزا کو کہا جاتا ہے جس میں تبدیلی اور کمی و بیشی روانہ ہو اور پایہ ثبوت تک پہنچنے کے بعد کسی کو معاف کرنے سے معاف نہ ہو سکتی ہو۔ اسی لئے قصاص کو حد نہیں کہا جاتا کیونکہ دار ثمان مقتول اس کو معاف کر سکتے ہیں اور تعزیری کا روائی کو بھی حد نہیں کہتے کیونکہ اس میں تعیین و تحدید نہیں ہوتی بلکہ امام اور حاکم وقت کی صوابدید پر اس کو گھٹایا یا بڑھایا جاسکتا ہے اور جہاں حد کی نفی کر دی جائے تو تعزیر کی نفی نہیں ہوتی اور نہ اس فعل کے جرم ہونے کا انکار لازم آتا ہے مثلاً مرد اور عورت ناجائز حالت میں دیکھے گئے گواہوں کا نصاب پورا نہیں یا صرف برہنگی کی حالت میں دیکھے گئے زنا میں مصروف نہیں دیکھے گئے تو گود لاگو نہیں ہوگی یعنی شادی شدہ ہونے کی صورت میں سنگساری اور کنوارے ہونے کی صورت میں سو سو کوڑے نہیں لگیں گے۔

لیکن تعزیری کا روائی ضرور کی جائے گی اور اس جرم کو بہر حال جرم ہی سمجھا جائے گا نہ کہ اس پر جواز کا فتویٰ صادر کر دیا جائے گا۔ ایسی ہی صورت یہاں پر ہے کہ امام صاحب کے قول کے مطابق اس صورت میں حد اور معین عقوبت نہیں اس کو جواز زنا کی سند بنالینا ڈھکوصاحب جیسے علامہ کا ہی کام ہو سکتا ہے بقائمی ہوش و حواس کوئی عام آدمی بھی ایسا نتیجہ اخذ نہیں کر سکتا علامہ صاحب نے خود

ہی غلط نتیجہ نکال کر خفیوں کو کہا شرم شرم شرم۔ میں نے حقیقت حال واضح کر دی لیکن علامہ صاحب کو شرم شرم شرم نہیں کہتا کیونکہ ان سے شرم کی توقع رکھنا ہی عبث ہے۔

۴۔ عام قاعدہ اور قانون ملاحظہ کر لینے کے بعد یعنی نفی حد جواز فعل کو مستلزم نہیں ہوتی بلکہ اس میں تعزیری کارروائی ثابت ہوتی ہے۔ اب اس قول کی حقیقت اور اس کا صحیح پس منظر ملاحظہ فرمائیں۔ علامہ ڈھکوصاحب کی نقل کردہ عبارت کتاب الحدود کی ہے جس کی ابتدا یوں ہے۔

﴿الحدود خمسة. حد الزنا وحد الشراب وحد القذف وحد السرقة وحد

قطع الطريق﴾

حدیں پانچ ہیں۔ زنا کی حد، شراب خوری کی حد، قذف کی حد، چوری کی حد اور ڈاکہ کی حد۔

﴿اما الزنا وهو ايلاج الذكر في قبل الاجنبية ان تمت حض حواما يجب الحدوان

تمكنت فيه الشبهة لا يجب﴾ (فتاویٰ قاضی خان ص ۸۲)

لیکن زنا عبارت ہے مرد کا اپنی شرمگاہ کو اجنبیہ عورت کے فرج میں داخل کرنے سے اگر وہ حرام خالص ہے تو اس میں حد واجب ہے اور اگر اس میں شبہ پایا گیا ہو تو واجب نہیں ہوگی۔

اس عبارت سے ہر صاحب عقل و دانش یہ سمجھ سکتا ہے کہ شبہ کی وجہ سے کسی پر سے حد

اور مقررہ سزا کا ساقط ہو جانا اس کو مباح نہیں ٹھہراتا بلکہ مجرم کی نوعیت جرم بدل گئی اور اسے شک کا

فائدہ پہنچا۔ مثلاً جج کسی قاتل کو شک کا فائدہ دیتے ہوئے اسے پھانسی نہ دے تو کیا اس کا معنی

ہوگا کہ اس جج نے قتل کو جائز کر دیا ہے بالکل اسی طرح یہاں پر ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ

ہے۔ الحدود تندری بالشبهات. شبهات کی وجہ سے حدود ساقط ہو جاتی ہے۔

اسی فتاویٰ کے ص ۸۲۸ پر تعزیرات کے ضمن میں ذکر فرمایا۔

﴿رجل قبل اجنبية حرة او امة او عانقها او مسها بشهوة يعزرو كذا لو

جامعها فيما دون الفرج فانه يعزرو كذا اذا تلو ط في قول ابی حنيفة وفي قول

صاحبہ اذا تلو ط حد الزنا

اگر ایک شخص اجنبیہ آزاد عورت یا لونڈی کو بوسہ دے یا اس کے ساتھ معافہ کرے یا کوشہوت کے ساتھ مس کرے تو اس کو تعزیر لگائی جائے اور ایسے ہی اگر فرج کے علاوہ جماعت کر لے یعنی تحیض و جہتین کی صورت میں بھی تعزیر لگائی جائے گی اور اگر لواطت کرے تو امام صاحب کے نزدیک تعزیری کاروائی کی جائے گی اور صاحبین کے نزدیک حد زنا لگائی جائے گی۔ وجہ اشتباہ۔۔۔ پچھلی عبارت سے یہ حقیقت تو روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حد کی نفی سے انصاف کے نزدیک تعزیر کی نفی نہیں ہوتی بلکہ لگائی جاتی ہے۔ اب اس صورت مخصوصہ میں وجہ اشتباہ ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ جب عورت کو اجرت پر لیا تو اسے اجرت پر دینے والے اور لینے والے کے درمیان ایجاب و قبول پایا گیا جو ولی نکاح اور ناکح کے ایجاب و قبول کے مشابہ ہے اور اجرت پائی گئی جو حق مہر کے مشابہ ہے گو نیت نکاح کی نہیں ہے اور اس وجہ سے متعہ کے لئے لی ہوئی عورت کے ساتھ مباشرت پر حد واجب نہیں ہوتی۔ حالانکہ فعل حرام موجود ہے جیسے کہ قاضی خان کے اسی صفحہ اور جلد میں اس کی تصدیق کی گئی ہے۔ لہذا فعل زنا متحقق ہوگا مگر اشتباہ کی وجہ سے رجم یا سوکڑوں کی مقررہ سزا لگائی نہیں ہوگی کیونکہ فعل کا زنا ہونا علیحدہ معاملہ ہے اور حد واجب ہونا علیحدہ معاملہ۔ علامہ ابن عابدین حاشیہ در مختار المعروف بہ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

﴿ان الشرع لم يخص اسم الزنا بمایوجب الحد بل بما هو اعم  
والموجب للحد بعض انواعه ولو وطئ جاریة ابنة لا یحد حد الزنا ولا یحد قاذفه  
بالزنا فدل علی ان فعله زنا وان کان لا یحد به﴾ (ج ۳ ص ۱۵۴)

بیشک شریعت نے زنا کے لفظ کو موجب حد فعل کے ساتھ مختص نہیں ٹھہرایا بلکہ وہ عام معنی میں ہے اور موجب حد صرف اس کے بعض انواع ہیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی کے ساتھ مباشرت کرے تو اس پر (بوجہ شبہ جواز) حد زنا نہیں لگائی جائے گی لیکن اس کو زنا کے ساتھ

مستہم کرنے والے کو قاذف قرار دے کر حد قذف (تہمت کی سزا) بھی نہیں لگائی جائے گی۔  
 ثابت ہو گیا کہ اس شخص کا یہ فعل زنا ہے اگرچہ اس کی وجہ سے اس پر حد زنا واجب نہیں (۱)  
 (کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عنہ انت و ممالک لا بیك یعنی تو اور تیرا مال تیرے ہاتھ میں ہے۔)  
 کی ملکیت ہے موجب شبہ ہے۔ (رد المحتار حاشیہ در مختار ج ۳ ص ۱۵۴)

## حنفی مذہب کیا ہے

نیز یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مذہب حنفی یہ نہیں کہ اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ  
 زنا پر حد نہیں ہے۔ یہ صرف کتب فقہ میں منقول روایت اور قول ہے اور کتب فتاویٰ میں صحیح و علم  
 ہضیف و قوی مختار و مفتی بہ اور غیر مختار و غیر مفتی بہ بھی اقوال منقول ہوتے ہیں لیکن وہ سب مذہب  
 حنفی نہیں کہلاتے بلکہ مختار اور مفتی بہ اور مذہب یہی ہے کہ ایسے شخص پر حد زنا لاگو ہوگی۔ جیسے امام  
 ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا قول ہے جیسے کہ در مختار میں ہے۔

﴿لا حد بالزنا بالمستاجرة له ای للزنا والحق وجوب الحد  
 كالمستاجرة للخدمة﴾ (ج ۳ ص ۱۷۲)

یعنی زنا کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا پر حد نہیں اور حق یہ ہے کہ اس  
 میں حد واجب ہے جس طرح خدمت کے لئے اجرت پر لی ہوئی عورت کے ساتھ زنا کی صورت  
 میں حد واجب ہے اور علامہ ابن عابدین نے فرمایا۔

﴿والحق وجوب الحدای كما هو قولهما وهذا بحث لصاحب الفتح  
 وسکت علیہ النہر﴾ (جلد ۳ ص ۱۷۲)

یعنی حد واجب ہے جیسے کہ صاحبین کا قول ہے۔  
 الغرض مذہب مختار اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ حد واجب ہے اور قطع نظر اس سے اس میں



نا ہونے اور قبیح ہونے میں تو کلام ہی نہیں۔ لیکن کجغروں اور کجغریوں کے ایسے افعال کو مستحسن دینے والوں کی بصارت اور بصیرت یہاں پر ختم ہو گئی اور کیوں نہ ہوتی سرور عالم ﷺ کا ناطق کیونکر ہو سکتا ہے آپ ﷺ نے فرمایا۔ جبک الشیسی یعمی ویصم تیری کسی چیز محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

عقد متعہ کے متعلق دی گئی رعایات اور سہولیات اور بے احتیاطیوں سے غفود درگزر بلکہ اس کی اجازت کے حوالہ جات ملاحظہ کر لینے کے بعد اب اس فعل کے نہ کرنے کی وعید اور اس پر بے حد و حساب اور بے نہایت بے غایت اجر و ثواب اور درجات کی بلندی و بالا تری فرمائیں جن کو دیکھ کر شریعت کے سبھی ارکان ہیچ معلوم ہونے لگتے ہیں اور یوں معلوم ہے کہ اسلام صرف اور صرف متعہ کا نام ہے اور نبی کریم ﷺ صرف اور صرف اس لئے مبعوث ہوئے کہ اس کی عظمت شان اور امتیازی حیثیت اور مقام کو اہل اسلام پر واضح کریں اور اس میں مستغرق رہ کر انبیاء و مرسلین اور ائمہ اہل بیت اور نبی الانبیاء ﷺ کے مراتب و درجات حاصل کرنے بلکہ اس سے بھی سبقت لے جانے کا مژدہ جانفزا اور بشارت روح افزا پس۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

## متعہ کا اجر و ثواب اور فضائل و درجات

لا یحفرہ الفقیہ میں قرآن ناطق حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے۔

﴿لیس منامن لم یومن بکرتنا ولم یستحل متعنا﴾

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص ہمارے دنیا میں دوبارہ لانے کا عقیدہ نہ رکھے اور متعہ کو حلال نہ جانے وہ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہے۔

(من لا یحضرہ الفقیہ بحوالہ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۸۸)



۲۔ ﴿در ہدایت الامت مرویست ان المؤمن لا یکمل ایمانہ حتی یتمتع﴾

مومن کا ایمان کامل نہیں ہوتا جب تک متعہ نہ کرے (یعنی محض اعتقاد جواز کافی نہیں بلکہ عمل کرے تب مومن کامل بنے گا۔)

۳۔ ہدایت الامت میں ہے۔ ﴿قال علیہ السلام انی لاحب للمومن لا ینخرج من الدنیا حتی یتمتع ولو مرة﴾

حضرت صادق علیہ السلام فرماتے ہیں مومن کے لئے اس امر کو بہت زیادہ پسند ہے کہ وہ وفات سے پہلے متعہ کرے اگرچہ ایک مرتبہ (تاکہ کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے) ﴿فقال علیہ السلام انی لا کرہ للرجل المسلم ان ینخرج من الدنیا وقد بقیت علیہ خلعة من خلال رسول اللہ لم یقضها﴾

امام موصوف فرماتے ہیں۔ مومن کے لئے اس امر کو سخت ناپسند سمجھتا ہوں کہ وہ فوت ہو جائے اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و عادات میں سے کوئی خصلت باقی رہ گئی ہو جس پر اس نے عمل کیا اور متعہ (العیاذ باللہ) اخلاق نبویہ سے ہے۔

۵۔ در صافی از فقیہ آورده:

﴿فقلت هل تمتع رسول الله؟ فقال نعم وقرأ هذه الآية واذاسر السوء

الی بعض از واجه حدیثنا الی قوله تعالیٰ ابکارا﴾

صافی نے فقیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام موصوف سے دریافت کیا کہ آیا رسول اللہ ﷺ نے متعہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں کیوں نہیں اور اس آیت کریمہ واذاسر السوء الی بعض از واجه حدیثنا کا مطلب و مفہوم یہی بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ماریہ قہارہؓ کے ساتھ متعہ کیا اور حضرت حفصہ کی رضامندی کے لئے اس کو حرام کر دیا (حالانکہ وہ آپ کی بیوی تھیں اس کے ساتھ متعہ کا کیا معنی؟ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے زید نے اپنی بیوی سے

ساتھ متنعہ کیا)

۱۔ کافی ووائی ووسائل میں حضرت ابو جعفر علیہ السلام سے مروی ہے۔

﴿قال النبی لما اسری بی الی السماء قال لحقنی جبریل فقال یا

محمد ان الله تعالى يقول انی قد غفرت للمتمتعین من امتک من النساء﴾

نبی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے آسمان کی طرف معراج کرایا گیا تو جبریل علیہ السلام سے آئے اور مجھ سے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تمہاری امت میں سے متنعہ کرنے والی عورتوں کو بخش دیا۔

۲۔ ﴿قال ابو جعفر علیہ السلام لہو المومن فی ثلاثة اشياء المتمتع بالنساء

ومفاکهة الاخوان والصلوة باللیل﴾

احوال میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کا لہو صرف تین خصلتوں میں ہے۔

۱۔ عورتوں کے ساتھ متنعہ کرنے والا ہو۔

۲۔ برادران اسلام کے ساتھ خوش طبعی کے ساتھ پیش آنے والا ہو۔

۳۔ شب بیدار اور تہجد گزار ہو۔

۸۔ در وسائل مرویت کہ اسمعیل ہاشمی را حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام پر سید از آرزو یکہ خانہ آمدی آیا متنعہ کردی عرض کردند بکثرت مشاغل طریق غنی یوم از متنعہ۔

﴿قال علیہ السلام وان كنت مستغنيا فانی احب ان تحي سنة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم

وسائل میں مروی ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسمعیل ہاشمی سے دریافت کیا کہ تو جب سے گھر سے نکلا ہے متنعہ کیا ہے یا نہیں؟ تو اس نے عرض کیا۔ راہ کی مشغولیتوں کی وجہ سے متنعہ کی ضرورت محسوس نہیں۔ آپ نے فرمایا ضرورت نہ سہی میں اس امر کو محبوب رکھتا ہوں کہ تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کرے۔

﴿قال عليه السلام ان الله تعالى حرم على شيعتنا المسكر من كل شراب وعوضهم عن ذلك المتعة﴾ یعنی متعہ زنان۔ وافی میں فقیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیعوں پر ہر آشوبی حرام فرمادی ہے اور اس کے عوض ان کے لئے متعہ حلال ٹھہرا دیا ہے۔ (گویا نعم الہدٰی موصول ہو گیا جو لذت ہوش و حواس بحال ہوتے ہوئے حاصل ہو لذت تو وہی ہے۔ بے ہوشی اور مدہوشی والی لذت تو کوئی لذت نہیں ہوتی)

۱۰۔ وسائل میں مروی ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسماعیل جعفی سے دریافت کیا کہ آیا تو نے امیال متعہ کیا ہے اس نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا میں نے تجھ سے متعہ حج کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ عورتوں سے متعہ کے متعلق دریافت کیا ہے تو اس نے کہا بلے با کنیزک بربر یہ قال قد قیل یا اسماعیل تمتع بما وجدت ولو سندیة۔ (برہان المتعہ ص ۳۸)

ہاں بربری لونڈی کے ساتھ متعہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے اسماعیل متعہ کرو ساتھ ہر عورت کے جو دستیاب ہو اگرچہ سندھی ہی کیوں نہ ہو۔

۱۱۔ وسائل میں ہی مروی ہے کہ حضرت امام ابو عبد اللہ نے محمد بن مسلم سے دریافت کیا کہ آیا تو نے متعہ کیا ہے تو اس نے عرض کیا نہیں میں نے متعہ نہیں کیا قال لا تخرج من الدنيا حتى تحصى السنة تو حضرت امام نے فرمایا اس دنیا سے اس وقت تک نہ نکلنا اور رخت سفر نہ باندھنا جب تک متعہ والی سنت کو زندہ نہ کرے۔ (برہان المتعہ ص ۳۸)

اقول: گویا شیعی ملت میں باقی تمام سنن اور فرائض ہیچ ہیں اصل الاصول اور سب فرائض و سنن کی روح صرف متعہ کرنا ہے اور حضرت امام کے لئے اس کے متعلق کس قدر دلچسپی ظاہر کی گئی ہے کہ راہرواں

اور مسافروں سے دیگر تکالیف اور دشواریوں وغیرہ کے متعلق بھی دریافت نہیں فرماتے تھے صرف اور صرف متعہ کے متعلق تحقیق و تفتیش فرماتے تھے۔ ﴿سب حانک هذا بہتان عظیم﴾

۱۲۔ کافی، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ ایک قریشی کو اس کی چچا زاد نے یہ پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ سے بہت معزز لوگوں نے خواستگاری کی ہے مگر میں نے ان کی دعوت ٹھکرا دی ہے اور میں ثروت اور مال و دولت کی وجہ سے شادی سے بے نیاز ہوں۔ لیکن اب میں دل سے تمہاری اور آرزو مند ہوں کہ تو مجھے عقد متعہ میں لے لے۔ مجھے مال کی لالچ ہے اور نہ مردوں سے رغبت بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول ﷺ کے حکم کو جاری کرنے کیلئے کیونکہ میں نے سنا ہے کہ فلاں (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہذا میں اس امر کو پسند کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کروں۔ اس قریشی جوان نے کہا صبر کن من حضرت باقر علیہ السلام را پھر سم ﴿فقال علیہ السلام افعل صلی اللہ علیکما من زوج﴾ (برہان المتعہ ص ۴۹)

صبر کرو میں حضرت امام باقر علیہ السلام سے پوچھ لوں تو آپ نے فرمایا متعہ کو اللہ تعالیٰ تم دونوں پر اس زوجیت اور جفتی ہونے کی بدولت درود و صلوات بھیجے گا۔  
 اول: دائمی عقد جو مقاصد تزویج کی تکمیل کا موجب اور شرم و حیا کے تقاضوں کے عین مطابق اور شرفاء کی عزت و حرمت کا محافظ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صلوات کا نزول نہ ہو اور صرف اس عقد میں ہو جو صرف شہوت رانی کے لئے ہو کس قدر محل تعجب ہے اور موجب حیرت؟  
 ۱۳۔ فقیہ، وافی اور وسائل میں مروی ہے کہ صالح بن عقبہ کے باپ (عقبہ) نے امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿السمتمتع ثواب قال ان کان یرید بذالک وجہ اللہ و خلافہ اعلیٰ من  
 ذکر۔ لم یکلمہا کلمۃ الا کتب اللہ لہ بہا حسنة ولم یمدیہہ الیہا الا کتب اللہ

له حسنة فاذا دنا منها غفر الله له بذلك ذنبا فاذا غتسل غفر الله له بقدر ما مر من الماء على شعره. قلت بعدد الشعر؟ قال نعم بعدد الشعر ﴿

(تفسیر منہج ج ۲ ص ۲۸۸۔ برہان المتعہ ص ۴۹۔ من لائحہ فیہ الفقہ ج ۳ ص ۲۹۵)

کیا متعہ کرنے والے کیلئے ثواب ہے تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرے اور منکرین کی مخالفت کے لئے تو متعہ عورت سے جو کلمہ بولے گا ہر کلمہ اس کیلئے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جب اس کی طرف ہاتھ بڑھائے گا تو اس کی بدولت بھی اس کے لئے نیکی لکھی جائے گی۔ اور جب اس سے مقاربت کرے گا تو اس کی بدولت اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادے گا اور جب غسل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بالوں میں سے ہر ہر بال سے گزرنے والے پانی کی مقدار مغفرت اور بخشش فرمائے گا۔ (عقبہ کہتا ہے) میں نے کہا کیا تمام بالوں کی گنتی کے مطابق؟ آپ نے فرمایا ہاں تمام بالوں کی تعداد کے مطابق اس کو مغفرت اور بخشش حاصل ہوگی۔

۱۴۔ وسائل میں مروی ہے کہ قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ما من رجل تمتع ثم اغتسل الا خلق من كل قطرة تقطر منه سبعين ملكا يستغفرون له الى يوم القيامة ويلعنون مجتنبها الى ان يقوم الساعة. (برہان المتعہ ص ۵۰)

امام ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو مرد متعہ کرے پھر غسل کرے تو اس کے بدن سے ٹپکنے والے پانی کے ہر قطرہ سے ستر ستر فرشتے پیدا کئے جائیں گے جو اس کے لئے قیامت تک مغفرت طلب کریں گے اور متعہ سے گریز اور پرہیز کرنے والوں پر قیامت قیامت تک لعنتیں بھیجتے رہیں گے۔

اقول: اسلام میں ملائکہ کی تخلیق نور سے ثابت ہے۔ جنہی مرد کے غسل جنابت والے پانی سے

جو پیدا ہوں وہ یقیناً نورانی فرشتے نہیں ہو سکتے بلکہ خبیث الفطرت شیاطین ہی ہوں گے اور اگر وہ متعہ جیسی شرعی برائی سے اجتناب کرنے والوں سے بغض نہ رکھیں تو ان کا تقاضا خیر ختم ہو کر رہ جائے گا اسلئے یقیناً ان کو پاکباز لوگوں کا دشمن ہونا ہی چاہیے۔

۱۵۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اپنی سند کے ساتھ اور تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی من تمتع مرة واحدة عتق ثلثة من النار ومن تمتع مرتین عتق ثلثاء من النار ومن تمتع ثلاث مرات عتق کله من النار﴾  
(برہان المتعہ ص ۵۱ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۲)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا ایک تہائی حصہ بدن کا آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا دو تہائی حصہ بدن دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کو مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد کر دیا گیا (اقول۔ ہم خرمادہم ثواب، مزید مجاہدہ و ریاضت کی ضرورت ختم)

۱۶۔ شیخ علی بن عبدالعالی کے رسالہ متعہ میں اور تفسیر منہج الصادقین میں مروی و منقول ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة درجته کدرجۃ الحسنین ومن تمتع مرتین درجته کدرجۃ الحسن ومن تمتع ثلاث مرات درجته کدرجۃ علی ومن تمتع اربع مرات درجته کدرجۃ جتی﴾ (برہان ص ۵۲ تفسیر الصادقین ج ۲ ص ۴۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسین کے درجہ کی مانند ہے۔ اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا درجہ امام حسن کے درجہ کے برابر ہے اور جس نے تین مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ علی مرتضیٰ کے درجہ کے مماثل ہے اور جس نے چار مرتبہ متعہ کیا تو اس کا مرتبہ میرے درجہ اور مرتبہ کے برابر ہے۔ (العیاذ باللہ)



تعجب انگیز۔۔۔ اقول متعہ کے دلدادگان نے کتنی جسارت اور بیباکی کے ساتھ اس کی درجہ بندی کی ہے۔ اور ان مقدس ہستیوں کی قدر و منزلت میں کس قدر تفریط و تنقیص اور تحقیر و توہین کا ارتکاب کیا ہے؟

بالخصوص اس شہید شاہ گلوں قبا کی قربانی کو کس قدر بے مقدار ٹھہرایا ہے کہ معنی مرد صرف ایک جست میں ان کے مرتبہ و مقام پر فائز ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔ گویا شہادت اور جانبازی و جانفشانی اور اعزاز و اقارب کی قربانی اور اسلام کی سربلندی کیلئے محنت و کوشش اور سعی اور جدوجہد تو کوئی شے ہی نہ ہوئی اصل الاصول تو سب کا صرف اور صرف متعہ ٹھہرا جو وقتی شہوت رانی ہے۔

نیز پچھلی روایت کو ساتھ ملا کر دیکھیں تو ان مقدس ہستیوں کی توہین و تحقیر کی کوئی حد نہیں رہتی۔ ایک طرف ایک مرتبہ متعہ کا درجہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درجہ کے برابر اور دوسری طرف ایک مرتبہ متعہ کرنے سے تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہو تو پھر امام حسین کا حال کیا ہوا۔ نیز دوسرے مرتبہ متعہ کرنے پر ادھر دو تہائی حصہ آتش دوزخ سے آزاد ہوا ادھر امام حسن کا درجہ مل گیا تو امام حسن کا مقام کیا ہوا۔ ادھر تین مرتبہ متعہ کرنے پر معنی مرد کا بدن مکمل طور پر آتش دوزخ سے آزاد ہوا اور ادھر اس کو علی المرتضیٰ والا درجہ بھی مل گیا تو گویا حضرت علی مرتضیٰ اور سرچشمہ ولایت کا صرف یہ مقام ہے کہ بس آتش دوزخ سے رہائی مل گئی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو یہ مقام بھی نصیب نہ ہو سکا۔

بسوخت عقل زجیرت کہ ایں چہ بوا لجمیست

نیز تعجب انگیز امر یہ ہے کہ یہ تمام درجات تو صرف چار مرتبہ متعہ کرنے سے حاصل ہو گئے تو جو شیعہ ساری زندگی متعہ ہی کرتا رہے تو اگر اس کا مرتبہ نہ بڑھے تو خلاف عدل و انصاف ہے اور اگر بڑھے تو وہ کس مقام پر فائز ہوگا؟

صلائے عام ہے یا ران کلتہ داں کے لئے

صاف ظاہر ہے کہ دشمنان اسلام نے اہل اسلام کو اخلاق حسنہ سے عاری کرنے کے لئے اور خواہشات نفس کا گرویدہ بنانے کے لئے ایسے افتراء اور بہتانات سے کام لیا اور پاکباز ہستیوں کی طرف ایسے ایسے جھوٹ منسوب کئے کہ شیطان بھی اس سے شرمائے ہے۔

۱۷۔ شیخ علی بن عبدالعالی نے اپنے رسالہ متعہ میں اور علامہ کاشانی نے تفسیر منہج الصادقین میں ذکر کیا ہے۔

﴿قال النبی ﷺ من تمتع مرة امن من سخط الله الجبار ومن تمتع مرتين حشر مع الابرار ومن تمتع ثلاث مرات زاحمني في الجنان﴾  
(برہان المتعہ ص ۱۵۱ تفسیر منہج الصادقین ج ۲، ۳۹۳)

نبی مکرم ﷺ نے فرمایا جس نے ایک مرتبہ متعہ کیا تو اللہ جبار کی ناراضگی اور قہر و غضب سے پر امن ہو گیا اور جس نے دو مرتبہ متعہ کیا اس کا حشر ابرار اور نیکو کار لوگوں کے ساتھ ہو گیا اور جس نے تین مرتبہ متعہ کر لیا وہ میرے ساتھ جنات نعیم میں مزاحمت کرے گا۔ اور مجھ سے سبقت کی کوشش کرے گا۔

اقول: شیعہ کے ہاں ہزار ہزار عورت کے ساتھ متعہ جائز ہے تو ایسے اشخاص کے درجات مراتب کیا ہوں گے۔ کیا شیعہ شریعت میں سید الرسل اور امام الانبیاء ایسے دلدادگان متعہ کی گرد راہ کو بھی پہنچ سکیں گے؟

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالجہیست

۱۸۔ تفسیر منہج الصادقین میں نقل کیا کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔

﴿من خرج من الدنيا ولم يتمتع جاء يوم القيامة وهو اجذع﴾

(ج ۲ ص ۳۹۳-۳۸۹)

جو دنیا سے نکلا ایسی حالت میں کہ اس نے متعہ نہیں کیا تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی ناک کٹی ہوگی۔

اقول: نکاح دائمی میں عمل ضروری نہیں صرف عقیدہ اباحت اور جواز کا کافی ہے۔ لیکن متعہ صرف جواز کا عقیدہ ہو اس پر عمل نہ کیا ہو تو ناک کٹی ہوگی اس سے صاف ظاہر کہ اس نظریہ کے بانیوں کے مقاصد کیا ہیں؟ اور وہ کونسے لوگ ہیں جو اخلاقیات اسلام کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کے درپے ہیں؟

۱۹۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی نے روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو عبد اللہ جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

﴿انه يدخلني من المتعة شئى فقد حلفت ان لا اتزوج متعة ابدا فقال له عبد الله عليه السلام انك اذا لم تطع الله عصيته﴾

مجھے متعہ کرنے سے وسوسہ دل میں داخل ہوتا ہے لہذا میں نے حلف اٹھالی ہے کہ میں متعہ کی شادی کبھی نہیں کروں گا۔ تو امام ابو عبد اللہ نے اس سے فرمایا اگر تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا تو عاصی اور نافرمان برادر ٹھہرے گا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ج ۳)

اور تفسیر منہج الصادقین میں اس جواب کو ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ ۲۰۔ ایک شخص نے امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ متعہ نہیں کروں گا اور اب میں سخت پشیمان ہوں تو آپ نے فرمایا:

﴿يا هذا انك حلفت ان لا تطيع الله والله ان لم تطعة تبغضه﴾ (ج ۲ ص ۴۸۸)

اے پست ذہنیت والے تو نے یہ قسم کھالی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرے گا بخدا اگر تو اس نے کی اطاعت نہ کی تو تو اس سے بغض رکھنے والا ہوگا۔

**اقول:** اگر دائمی نکاح عملی طور پر کر لے تب بھی وہ ناک کئے اور عاصی و نافرمان بنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بغض رکھنے والا ہوگا جرم سے نہیں بچ سکتا تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقاصد اس مسئلہ کی اشاعت اور اس پر زور دینے کے کیا ہیں؟

۲۱۔ تفسیر منہج الصادقین میں سلمان فارسی، مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے طویل روایت نقل کی ہے۔ جس کے ضروری حصے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا۔ رسول معظم ﷺ نے فرمایا:

برادرم جبرئیل تحفہ از نزد پروردگار بمن آورد و آن تمتع زناں مومنہ است و پیش از من این تحفہ را پہنچ پیغمبرے ارزانی نداشت و من شمارا بآں امری کنم (تا) و بدانید کہ متعہ امریست کہ حق تعالیٰ مرا بآں مخصوص ساخته بجهت شرف من بر غیر از انبیاء سابق۔ ہر کہ یک بار در مدت عمر خود متعہ کند از اہل بہشت باشد۔ و ہر گاہ متمتع و متعہ با ہم بشینند فرشتہ برایشاں نازل گردد و حراست ایشاں کنند تا آنکہ از اں مجلس برخیزند و اگر با ہم سخن کنند ایشاں ذکر و تسبیح باشد و چوں دست یکدیگر را بدست گیرند ہر گناہی کہ کردہ باشند از انگشتان ایشاں ساقط گردد و چوں یکدیگر را بوسہ دہند حق تعالیٰ بہر بوسہ حج و عمرہ برائے ایشاں بنویسند و چوں غلوت کنند بہر لذت و شہوتے حسنہ برائے ایشاں بنویسند مانند کوهہائے برافراشتہ۔

بعد از اں فرمود جبرئیل مرا گفت یا رسول اللہ حق تعالیٰ میفرماید کہ چون متمتع و متعہ برخیزند و بغسل کردن مشغول شوند در حالیکہ عالم باشد بآنکہ من پروردگار ایشانم و ایں متعہ سنت من است بر پیغمبر من باملائکہ خود گویم اے فرشتگان من نظر کنید بایں دو بندہ من کہ برخواستہ اند و بغسل کردند و میدانند کہ من پروردگار ایشانم گواہ شوید بر آنکہ من آمرزیدم ایشاں را و بہ ہر قطرہ آب دہ حسنہ بنویسد و دہ سیہ محو کند و دہ درجہ رفیع نماید۔

پس درخواست امیر المؤمنین علیہ السلام وگفت۔۔۔ انا مصدقک من تصدیق کنند  
ام شارا یا رسول اللہ۔ چیست جزائے کسیکہ دریں باب سعی کند؟ فرمود لہ اجر بما مراور باشد  
اجر متمتع و متعہ۔ گفت یا رسول اللہ اجر ایشان چه چیز است فرمود چون غسل مشغول شوند بہر قطرہ  
آب کہ از بدن ایشان ساقط شود حق تعالیٰ فرشتہ بیا فرزند کہ تسبیح و تقدیس اوستحانہ کند و ثواب آں از  
برائے غاسل ذخیرہ باشد تا روز قیامت۔

اے علی ہر کہ ایں سنت را اہل فراگیرد و احیاء آں نکند از شیعہ من نباشد و من از وبری باشم۔

(ج ۳ ص ۴۹۴)

میرے بھائی جبریل اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے پاس ایک تحفہ لائے اور وہ ہے  
مومن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنا اور مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو یہ تحفہ عطا نہیں کیا اور میں تمہیں اس کا  
حکم دیتا ہوں (تا) اور جان لو کہ متعہ ایسا امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا  
بوجہ میرے انبیاء سابقین پر افضل ہونے کے۔ جو ایک مرتبہ کرے گا۔ وہ اہل بہشت میں سے  
ہوگا۔ اور جب متعہ کرنے والا مرد اور متعہ عورت باہم مل بیٹھتے ہیں تو ان پر فرشتہ نازل ہوتا ہے اور  
ان کی نگرانی کرتا ہے جب تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ نہ جائیں۔ اور اگر باہم گفتگو کریں تو ان کی  
گفتگو ذکر اور تسبیح کی مانند ہوتی ہے اور جب وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو انہوں نے جو  
گناہ بھی کیا ہو وہ ان کی انگلیوں سے نیچے گر جاتا ہے اور جب ایک دوسرے کا بوسہ لیتے ہیں تو اللہ  
تعالیٰ ہر بوسہ کے بدلے ان کے لئے حج اور عمرے کا ثواب لکھ دیتا ہے اور جب مباشرت کرتے  
ہیں تو ہر لذت اور شہوت کے بدلے ان کے لئے ایک ایک نیکی جو بلند ترین پہاڑوں کی مانند  
ہوتی ہے تحریر فرماتا ہے۔

بعد ازاں فرمایا کہ جبریل نے مجھے کہا ہے یا رسول حق تعالیٰ فرماتا ہے جب متمتع مرد  
اور متعہ عورت فارغ ہو کر اٹھتے ہیں اور غسل کرنے میں مشغول ہوتے ہیں جبکہ ان کا عقیدہ ہے



کہ میں ان کا پروردگار ہوں اور یہ متعہ میری طرف سے پیغمبر علیہ السلام کے حق میں مسنون ٹھہرا  
 اور ہے تو میں اپنے فرشتوں سے کہتا ہوں کہ دیکھو یہ مومن اور مومنہ ابھی ابھی اس فعل خاص سے  
 رنج ہوئے اور غسل طہارت میں مشغول ہو رہے ہیں اور مجھے اپنا رب سمجھتے ہیں۔ تم گواہ ہو جاؤ  
 کہ میں نے انہیں بخش دیا ہے اور جب پانی ان کے بالوں سے گزرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس دس  
 لکھیاں لکھنے کا حکم دیتے ہیں دس دس گناہ معاف کرتے ہیں اور دس دس درجے بلند کرتے ہیں  
 سنتے ہی حضرت علی المرتضیٰ اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی تصدیق کروں جو اس  
 مسئلہ اور معاملہ کی ترویج و اشاعت کرے اس کو کتنا ثواب ملے گا؟ فرمایا ان دنوں فرداً فرداً  
 کتنا ثواب ملے گا اس کیلئے کتنا ثواب مل جائے گا۔ عرض کیا ان کا اجر و ثواب کتنا داتا ہے؟  
 فرمایا جب وہ غسل کرتے ہیں تو وہ قطرہ قطرہ پانی جو ان کے بدن سے گزرتا ہے اس سے اللہ  
 تعالیٰ فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد و ثناء کرتا ہے اس کا ثواب متعہ کرنے  
 والے مرد اور عورت کے لئے ذخیرہ کیا جاتا رہے گا۔ اے علی! جو اس سنت کو معمولی سمجھے گا اور  
 اس کو زندہ و پابندہ نہیں رکھے گا وہ میرے شیعوں سے نہیں ہوگا اور میں اس سے بری ہوں  
 گا۔ (کون سا شیعہ مومن اور مومنہ ہوں گے جو اس قدر خسارے اور گھائے کو قبول کریں  
 گے۔ اور متعہ کو ترک کریں گے یہ مقناطیسی کشش ہے جو نوجوان نسل کو اس مذہب کی طرف مائل  
 اور راغب کرتی ہے سیالوی غفرلہ)

۲۲۔ نیز در روایت آمدہ رسول خدا ﷺ فرمود ای مرد ماں بیچ میدانند کہ متعہ راجعہ فضیلت  
 و ثواب است؟ گفتند نے یا رسول اللہ فرمود جبرئیل انکوں بر من نازل شد و گفت اے محمد حق تر اسلام می  
 رساند و تحییت و اکرام مینواز دومی فرماید کہ امت خود را بمعہ کردن امر کن کہ آں از من صالحان  
 است ہر کہ روز قیامت بمن رسد و متعہ نکرده باشد حسنات او بقدر ثواب متعہ ناقص باشد، اے  
 محمد در ہمی کہ مومن صرف متعہ کند نزد خدا افضل از ہزار درہم است کہ در غیر آں انفاق نماید۔ ا۔



محمد ﷺ در بہشت جمعی از حورالعین ہستند کہ حق تعالیٰ ایشان را از برائے اہل متعہ آفریدہ اسے چوں مومن مومنہ را عقد متعہ کند از جائے خود برنخیزد تا کہ حق تعالیٰ اور ایما مرزد و مومنہ را نیز مصلحت ساز و مصلحتی آسمان نہا کند کہ اے بندہ خدا حق تعالیٰ می فرماید کہ اے بندہ من متعہ کردہ ہاں ثواب من ہر آئینہ امر و زتر امر و سازم بتکفیر سینات تو و مضاعفہ حسنات تو۔

خلاصہ مقصود یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! اے لوگو کیا تمہیں معلوم ہے کہ متعہ کا ثواب اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمیں تو معلوم نہیں۔ فرمایا ابھی ابھی جبریل علیہ السلام نازل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچایا ہے کہ اپنی امت کو متعہ کا حکم دو کیونکہ وہ صالحین کی سنت اور طریقہ ہے جو شخص قیامت کے دن میری بارگاہ میں حاضر ہو اور اس نے متعہ نہیں کیا ہوگا تو متعہ کے ثواب کی مقدار اس کی نیکیاں کم ہوگی اور عظیم خسارہ اور نقصان اس کو لاحق ہوگا۔ اے محمد ﷺ وہ درہم جسے مومن مرد متعہ کرنے پر خرچ کرتا ہے وہ اس ہزار درہم سے بہتر ہے جو متعہ کے علاوہ دیگر امور پر خرچ کئے جائیں۔ (خواہ حج اور جہاد یا نکاح دائم ہو) اے محمد ﷺ بہشت میں حورعین کی ایک جماعت ہے جس کو میں نے صرف متعہ کرنے والوں کے لئے پیدا کیا ہے (مگر متعہ کرنے والیوں کو کیا ملے گا؟ کاش انہیں بھی معلوم ہوتا) اے محمد ﷺ جب مومن مرد کی مومنہ عورت کے ساتھ متعہ کا عقد کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ سے اٹھنے نہیں پاتے کہ دونوں کی بخشش و مغفرت کا فرمان جاری کر دیا جاتا ہے اور آسمان سے فرشتہ اسے پکار کر کہتا ہے! اے بندہ خدا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے تو نے ثواب کی امید پر متعہ کیا میں لازماً آج تجھے تیرے گناہ معاف کر کے اور نیکیاں کئی گنا بڑھا کر خوش و خرم کروں گا۔

متعہ کا منکر کافر ہے اور متعہ کے ذریعے پیدا ہونے والا

فرزند نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے فرزند سے افضل ہے

۲۲۔ واز حضرت صادق علیہ السلام مروی است کہ متعہ از دین ماست و دین آباء ماست ہر کہ باں عمل کند عمل بدین ماکردہ و ہر کہ انکار آں کند انکار دین ماکردہ و بغیر دین ماعتقاد نمودہ۔  
و سنیکہ متعہ دنواست در سلف و امانست از شرک و ولد متعہ افضل است از ولد زوج دائمہ و منکر آن کافر و مرتد است و مقرر باں مومن موحدا تا آنکہ اگر زن مومنہ متعہ بدینارے استمتاع کند پس از ابزوج خود بخشد حق تعالی اوراد و اجر بنویسد اجر صدقہ و اجر متعہ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ متعہ ہمارے دین اور ہمارے آباء کے دین کا رکن اعظم ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا اس نے ہی صحیح معنوں میں ہمارے دین پر عمل کیا اور جس نے اس کا انکار کیا اور ہمارے دین کے برعکس عقیدہ رکھا اور متعہ آدمی کو اسلاف کے ساتھ لاحق کرنے کا موجب ہے اور کفر و شرک سے امان کا ضامن۔ اور متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائمی نکاح کے ذریعے پیدا ہونے والے سے بہت زیادہ فضیلت و بزرگی والا ہے۔ اور اس کا منکر کافر و مرتد ہے۔ اور اس کے ماننے والا ہی مومن و موحّد ہے حتیٰ کہ اگر مومنہ عورت ایک دینار اجرت پر متعہ کرے اور پھر اس (فصلی) خاوند کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس کو دو اجر عطا فرمائے گا ایک صدقہ کا اجر اور دوسرا متعہ کا۔

### اجرت متعہ بخش دینے والی کا اجر عظیم

۲۳۔ از حضرت رسالت مروی است ہر زنی کی صداق خود را بزواج بخشد خواہ در عقد متعہ یا دائمی حق تعالیٰ بہر در ہے چہل ہزار شہر از نور در بہشت باو بخشد و بہر در ہے ہفتاد ہزار حاجت دنیا

و آخرت اور اروا گرداند و بہر در ہے نورے در قبر او داخل سازد و بہر در ہے ہفتاد ہزار حلہ بہشت  
در او پوشاند و بہر در ہے فرشتہ رابعت کند کہ از برائے او حسنات بنویسد تا روز قیامت۔

(تفسیر منج الصادقین ج ۲ ص ۴۹۵۔ و رسالہ شیخ علی ابن عبدالحالی)

رسول معظم ﷺ سے مروی ہے کہ جو عورت اپنا حق مہر خاوند کو بخش دیتی ہے خواہ  
متعہ میں خواہ عقد دائم میں۔ اللہ تعالیٰ ہر درہم کے بدلے چالیس ہزار شہر نور کے بہشت میں اس  
عطا فرمائے گا اور ہر درہم کے بدلے دنیاوی اور اخروی ہزار حاجات پوری فرمائے گا اور ہر درہم  
کے بدلے اس کی قبر میں نور داخل کرے گا۔ اور ایک ایک درہم کے بدلے ستر ستر ہزار پوشاک  
بہشتی اس کو زیب کرائے گا اور ایک ایک درہم کے بدلے ایک ایک فرشتہ مبعوث فرمائے گا  
قیامت تک اس کے لئے نیکیاں ہی نیکیاں لکھتے رہے گا۔

نوٹ: اختصار مانع ہے ورنہ ابھی فضائل متعہ کے بحرنا پیدا کنار میں بڑے بڑے قیمتی جواہر ہالی  
ہیں۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی شریعت میں صرف متعہ ہی رکن اعظم ہے  
اور آپ اسلئے مبعوث ہوئے تھے کہ امت کو اس خواہش نفسانی کی اس انداز میں ترغیب دیں کہ  
دیگر ارکان اسلام کی ادائیگی کے متعلق اس کا عشر عشر بھی شیعہ کتب میں دھونڈنے سے نہ ملے۔  
نماز و روزہ پر ایسے اجر ثواب کا کہیں تذکرہ نہ زکوٰۃ اور حج میں خرچ کئے جانے والے ہزاروں  
دنانیر و درہم پر اس اجر و ثواب کا ایک فیصد بھی کہیں اشارہ ہو جو متعہ کے درہم میں ذکر کیا گیا ہے  
ساری زندگی میں مجاہدہ و ریاضت کرنے والے صائم النہار اور قائم اللیل صوفیا اور مال و جان کی  
راہ خدا میں بازی لگانے والے شہداء تو ان ائمہ کے درجہ کو نہ پاسکیں بلکہ تمام انبیاء و رسل بھی اس  
کے مراتب و درجات میں برابری نہ کر سکیں مگر متعہ ہے کہ ایک ہی جست میں اتنے غیر محمد  
مراتب ملے کہ اذیتا ہے کہ امام حسین کے درجہ پر جا بٹھاتا ہے اور دودفعہ کرنے پر حشری درجات ملے

مرتبہ کرنے پر مرتضوی مقام پر رسائی اور چوتھی مرتبہ کرنے پر سید الانبیاء ﷺ کے مقام پر پہنچا رہا ہے۔

افسوس مراتب خلق ہی ختم ہو گئے ورنہ جس کو چکا پڑ جائے وہ چار دفعہ پراکتفا کیوں کرے گا جبکہ ہزار عورت سے کرنے کی رخصت ہے تو شیعہ علماء کو اس غریب کی محنت و مشقت پر کس نہ آیا کہ ہزار مومنہ کو مشرف بہ منہ کرے مگر درجہ ہیں کا وہیں رہے۔ شاید مجتہدین شیعہ کے نزدیک درجات تو اوپر بھی ہوں لیکن از روئے تقیہ چھپائے ہوں اور خلق خدا کے خوف سے بیان نہ کئے ہوں اور سینہ بہ سینہ ان درجات کا عرفان ہوتا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی شخص تعصب اور حمیت جاہلیہ سے بالاتر ہو کر ان روایات پر نگاہ ڈالے تو فوراً پکاراٹھے گا ﴿سبحانک هذا بہتان عظیم﴾ رسول معظم ﷺ اور ائمہ طاہرین اور مقدسین پر ان روایات نبویہ اور روح اسلام کے سراسر منافی عمل کو ایک گھٹا و فی سازش کے تحت اسلام کا سب ارکان سے بالاتر رکن ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کرام کے درجات ایسے افعال سے حاصل کرنے کا تصور ہی کون سا مسلمان کر سکتا ہے۔

## شیعی تاویلات

شیعی مجتہد العصر محمد حسین دھکو صاحب نے تجلیات صداقت ص ۲۹۸ پر ان روایات پر وارد اعتراضات کا تحقیقی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ قرآن میں وارد ہے:

﴿من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین وحسن اولئک رفیقاً﴾

جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت میں) ان مقبول بندوں کے ساتھ

ہوں گے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام کئے ہیں یعنی نبی صدیق، شہداء اور لوگ جو اللہ کے ساتھ ہیں۔

جب اس آیت کی روشنی میں خدا اور رسول کی اطاعت کرنے والا ہو جائے، خدا کے دیکھنے والے اور شہیدوں کے درجہ میں ان کی رفاقت کر سکتا ہے تو پھر وہ متعہ جس کو اللہ نے حلال اور جائز قرار دیا تھا۔ بعض حکام وقت نے مداخلت فی الدین کرتے ہوئے اسے حلال قرار دیا تھا تو اگر کوئی شخص اس مردہ حکم شریعت کو زندہ کرنے کی غرض سے اس پر عمل کرے تو اس میں اسے سرکار محمد و آل محمد کی رفاقت نصیب ہو جائے تو اس میں کیا اعتراض ہے؟ خدا تعالیٰ تو نہیں کہہ ایسا کرنے والا معاذ اللہ خود امام حسین و حسن بن جاتا ہے بلکہ یہ ہے کہ ان کے درجہ کے درجہ میں ہوگا اور ظاہر ہے کہ رفاقت جب ہی ہو سکتی ہے کہ درجہ ایک ہو جو قرآن میں ہے۔ اس مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے علماء اسلام یعنی ائمہ دین نے یہ ثواب بیان کر سکتے ہیں۔  
(تجلیات صداقت ص ۲۹۸)

﴿الجواب وباللہ الاعتصام ومنہ الہام الصواب﴾

علامہ موصوف کا یہ تحقیقی جواب ہے تو غیر تحقیقی کا اندازہ بھی اسی سے فرمائیں گے۔  
حق و صواب اور صدق و سدا نام کی کوئی شے ہو سکتی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اس جواب میں چند امور غور طلب ہیں۔

- ۱۔ کیا وہ متعہ مردہ حکم شریعت تھا؟
- ۲۔ کیا ہر حکم شرعی جو متروک ہو اس پر عمل سے اس قدر درجات بلند ہوتے ہیں؟
- ۳۔ کیا آیت کریمہ میں درجات میں برابری مراد ہے؟
- ۴۔ کیا رفاقت جہی ہو سکتی ہے جب درجات میں برابری پائی جائے؟

اول: کے متعلق ہر صاحب عقل و ہوش سمجھ سکتا ہے کہ شیعہ علماء کے نزدیک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت علیہم السلام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی متعہ متروک نہیں تھا صرف حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا تو لامحالہ اس کی موت جب وصال نبوی کے بعد پائی تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اس کے یہ فضائل اور درجات کیسے ثابت ہو گئے تو لازمی بات یہ کہ روایات بعد میں تیار کی گئی ہیں اور از روئے افتراء ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

(ب) نیز جنہوں نے ابتدائی دور میں متعہ کیا ان کے لئے یہ فضائل نہیں ہوں گے کیونکہ یہ عصری نہیں تھی۔ صرف بعد والے دور میں متعہ کرنے پر یہ فضائل ہوں گے اور اگلے لوگ انہیں نہ دیکھتے ہی رہ جائیں گے اور اس بات کے جان و دل سے آرزو مند ہوں گے کہ کمال ہم بھی بعد میں ہوتے اور متعہ کرتے اور ان مدارج پر فائز ہوتے۔ ﴿لا حول ولا قوۃ الا باللہ﴾

(ج) علاوہ ازیں متعہ اپنے موجدین کے خیال میں ہی شرفا کے لئے باعث ننگ و عار اور کوارے عورتوں کے لئے حرام یا مکروہ تحریمی، مومنات کے لئے موجب ذلت اور شادی کے لئے ممنوع تھا جیسے کہ روایات عرض کی جا چکی ہیں۔ خود علامہ ڈھکو صاحب کو تسلیم ہے کہ اس کی غرض تشریع اور علت جواز یہ تھی کہ جب بوجہ سفر وغیرہ جنسی گناہ میں مبتلا ہونے کا موقع ملتا تو اس جائز طریقہ پر تسکین حاصل کر کے گناہ سے بچ جائے (ص ۳۰۱)

تو ایک ضرورت اور مجبوری کے تحت جواز پانے والا امر ٹھہرا جس طرح جان کا خطرہ یا اولاد خنثیر اور مردار کھا کر جان بچانا حلال ٹھہرا دیا گیا تو عقل سلیم کے نزدیک اس کے یہ



درجات و مراتب ہو سکتے ہیں؟ اور اس کو اسلام کا ایک رکن اعظم ٹھہرایا جاسکتا ہے؟ اسی طرح نہ سنت نہ رکن اسلام بلکہ سراسر عیب و باعث ننگ و عار اور شرافت و سیادت کے منافی فعل اس کے لئے ایسی روایات گھڑنا اسلام کے خلاف سازش ہے لہذا ڈھکوسل صاحب کا یہ جواب سراسر دھوکا اور فریب کاری پر مبنی ہے۔

(و) نیز اگر مقصد تشریع اور جواز یہ تھا تو پھر ہزار ہزار کے ساتھ جائز کیوں رکھا اور حنفی بیویوں کو اس کا حکم دیا گیا لہذا مقصد تشریع میں بھی ڈنڈی ماری گئی تاہم ثواب و درجات کی توہین کا لغو ہونا ثابت ہو گیا۔

امر ثانی: شیعہ صاحبان نے صرف متعہ کے متعلق اس قدر زور لگایا اور اس کے فضائل و درجات گھڑے ہیں حالانکہ ان کی شریعت کی رو سے بہت سے جائز امور کو حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ ۱۔ عورتوں کے ساتھ لواطت جائز مگر دیگر تمام فرق اسلامیہ کے نزدیک حرام ہے۔

تو کیا علماء شیعہ نے اس فعل کے متعلق بھی اس قدر ثواب اور درجات کا کہیں مژدہ سنایا؟

۲۔ شیعہ کے نزدیک عاریۃ الفرج یعنی لوٹڈی کسی سے مانگ کر اس کے ساتھ بغیر نکاح قضاء شہوت کر کے مالک کو واپس کر دینا جائز ہے لیکن دوسرے اسلامی فرقے اس کو حرام قرار دیتے ہیں۔ تو اس پر اجر و ثواب کی خوشخبری کیوں نہیں دی گئی؟

۳۔ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا شیعہ مذہب میں لازمی سنت ہے اور دیگر مذاہب میں ہاتھ باندھا مسنون ہے مگر ہاتھ چھوڑنے کے بارے میں ایسی روایات جو درجات و مراتب کی ترقی کی ضامن ہوں مذکور نہیں ہیں۔

۴۔ شیعہ مذہب میں وضو کرتے وقت پاؤں دھونا ممنوع ہے بلکہ مسح بھی جدید پانی کے ساتھ ہاتھ تر کر کے کرنا ممنوع ہے بلکہ صرف سروالے مسح کی بھائی تری کے ساتھ کرنا چاہیے یا بدن کے کسی

اورے حصہ سے تری حاصل کر کے مسح کرنا ضروری ہے لیکن اس عظیم فریضہ کی طرف ترغیب کے لئے ایسی خوش کن اور موجب ترغیب روایات کہیں ذکر نہیں کی گئیں۔ وغیرہ ذلک۔

تو صاف ظاہر ہے کہ شریعت کے مردہ حکم کو زندہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ امت مصطفیٰ ﷺ میں عیاشی اور آوارگی پھیلانے اور انہیں برائیوں میں مبتلا کرنے کے لئے شاطر یہودیوں اور چالاک مجوسیوں نے یہ چال چلی ہے اور دائمی نکاح جو روح اسلام اور حکمت خداوندی کے مضمون کے عین مطابق ہے اس میں یہ فضائل ثابت نہ کئے صرف متعہ جو شہوت رانی کا وقتی اور ماضی ذریعہ ہے اس کے لئے اس قدر فضائل تراش لئے۔

امر ثالث: آیت کریمہ ﴿مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ﴾ الایہ میں درجات و مراتب کے لحاظ سے برابری سمجھ لینا بھی لغو اور باطل ہے۔

(الف) اگر سارے مطیع اور متبع ان مقدس ہستیوں کے ساتھ درجات اور مراتب میں برابر ہو گئے تو نبی اور غیر نبی کا فرق ہی ختم ہو کر رہ جائے گا اور اس طرح دیگر حضرات میں بھی تابع اور متبوع کا درجہ ایک ہونے پر یہ فرق ہی ختم ہو جائے گا۔

(ب) جب متبوعین میں چار گروہ شامل ہیں اور ان کے درجات مختلف ہیں تو ان کی معیت میں کو نصیب ہوگی وہ چاروں فریق کے درجہ میں کیونکر ہو سکے گا؟ اور اس حقیقت کے اعتراف میں کسی مسلمان کو ذرہ بھر تردد نہیں ہو سکتا کہ ان چاروں فریق کا ذکر تفاوت مراتب بیان کرنے کے لئے ہے اور صدیقین کا درجہ انبیاء علیہم السلام سے کمتر اور شہداء و صالحین سے بڑھ کر ہوگا۔ اور شہداء کا صدیقین سے کمتر اور عام صالحین سے برتر ہوگا تو ایک شخص ان مختلف درجات و مراتب میں کب وقت کیسے ہوگا؟ یا پھر درجات جنت میں تفاوت کا انکار کرنا پڑے گا جو کہ بالکل باطل ہے۔

(ج) اللہ تبارک و تعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں، جہاد کرنے والوں اور مالی قربانیاں دینے والوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ان صحابہ کرام کے ساتھ درجات و مراتب میں برابر نہیں ہو سکتے جو فتح مکہ سے قبل مشرف باسلام ہوئے اور راہ خداوند تعالیٰ میں جہاد کیا۔ یا اس لیے کہ فرائض و واجبات اور جہاد نفسانی و مالی میں بعد والے پہلوں کے ساتھ شریک ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے درجات و مراتب میں برابری کی بالکل نفی کر دی ہے۔

﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلٌ أُولَٰئِكَ

أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتِلُوا وَكَلَّا وَعَدَ اللَّهُ الْحَسَنَى﴾

(د) پھر یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل بیت کے عظیم فرد اور رسول ہونے کے علاوہ تن من دھن بلکہ اولاد اور عزیز و اقارب کی قربانی دے کر اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگانے والے ہیں۔

بہر حق در خاک و خون غلطیدہ است

پس بنائے لا الہ گریدہ است

تو کیا صرف ایک مرتبہ متعہ کرنے والا اتنی اونچی چھلانگ لگا سکتا ہے کہ صحابی رسول ﷺ اہل بیت میں سے تیسرے امام، شہید راہ و وفا اور دین اسلام کو اپنے اعزہ و اقارب کے خون سے پروان چڑھانے والے کے برابر ہو جائے پھر امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی انہیں امتیاز امت کے ساتھ مختص اور حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ و مقام دوسرے سب ائمہ سے بلند تر ہے اور پھر شیعہ شریعت میں صرف یہ تین امام نہیں بلکہ سبھی امام تمام انبیاء و رسل حتیٰ کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام سے بھی افضل ہیں۔ جن مقدس انبیاء و رسل نے توحید خداوند تعالیٰ اور احکام الہیہ کی خاطر عظیم قربانیاں دیں اور کفر و شرک کی ہلاکتوں سے بھاگ کر

خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں لے آئے ان سے ائمہ افضل مگر ائمہ کے ساتھ مراتب میں مساوی اور شریک ہوتا ہے تو متعہ کرنے والا اور وہ بھی صرف ایک دو تین مرتبہ کرنے پر اور بقیہ دفعہ تو اس کو مہمان لا مکان اور عرش نشین نبی کے ساتھ درجہ میں مشارکت اور برابری مل گئی۔ آخر اتنی اندھیر نگری بھی کہیں ہو سکتی ہے؟ ہر نص قرآنی بتلا رہی ہے کہ متاخرین اصحاب رسول تمام تر مجاہدات اور قتال فی سبیل اللہ اور مالی قربانیوں کے باوجود متقدمین اور سابقین کے ساتھ درجات میں برابر نہیں ہو سکتے بلکہ سابقین کے درجات لاحقین کی نسبت عظیم تر ہیں۔ ﴿اولئک اعظم﴾ درجۃ تو اس قسم کی صریح آیات کے ہوتے ہوئے اس شیعہ توجیہ و تاویل کی لغویت یہودگی اور اس کے فساد و بطلان میں کسی مسلمان کو شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

(۵) پھر یہ الفاظ کہہ کر ڈھکو صاحب نے کس قدر عقل و خرد اور دانش و بینش سے تہی دامن اور افلاس کا مظاہرہ کیا ہے کہ متعہ کرنے والے کے درجہ کو حسین و حسن کا درجہ قرار دیا گیا ہے اور اسے حسین و حسن تو نہیں کہا گیا۔ اسے کون سمجھائے کہ امتیاز تو ہوتا ہی درجات سے ہے۔ وصف نبی میں شریک ہونے کے باوجود انبیاء کے درجات برابر نہیں تو کسی کو نبی الا انبیاء کے درجے میں شریک مان لیا جائے تو اتنا جواب کافی ہوگا کہ درجات میں برابری مانی ہے محمد تو نہیں کہا ہے۔ فضیلت و برتری صرف نام میں نہیں ہوتی مقام میں ہوتی ہے اور وہ تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے سے ہوتی ہے۔ ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰیكُمْ﴾ نیز جب ایک مرتبہ میں اتنی فضیلت ہے تو جو زندگی بھر اس کا روبرو میں لگا رہے اس کو حسین و حسن کہو تو اس کے درجات کی صحیح ترجمانی نہیں ہو سکتی اور اس کی محنت و مشقت کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ حسین و حسن تو بہت نیچے رہ گئے۔ صرف متعہ کے دو جھٹکوں میں اس فاصلے کو سمیٹ لیا گیا۔ اب جوان کے باپ اور نانا کو بھی تیسرے اور چوتھے چمپ کے بعد پیچھے چھوڑ جائے گا اے حسن و حسین کہنا تو بہر حال اس

کے مرتبہ کا انکار ہے۔ لعنت بریں عقیدہ باد۔

(و) ستم بالائے ستم یہ ہے کہ متعہ کر کے غسل کرنے والے مرد و عورت کے بدن پر جنابت کی نجاست کے ساتھ آلودہ پانی کے ہر قطرہ سے فرشتہ کی بلکہ ستر ستر فرشتہ اور نوری مخلوق کی تخلیق تسلیم کی گئی ہے۔ کیا نوروں کی تخلیق کے لئے ایسے ہی نورانی مادے ہوا کرتے ہیں؟

شیعہ صاحبان نے جوش متعہ میں ہوش و خرد کو بھی خیر باد کہہ دیا ہے اور کیوں نہ ہو ان کی شریعت میں یہ شراب بھنگ اور افیون چرس اور ہیروئن کا قائم مقام ہے تو اس کی اثرات ایسے ہی نمایاں ہونے چاہیں کہ نہ اہل بیت کی عزت کا خیال اور نہ نوری معصوم ملائکہ کی عزت کا خیال

(ز) علامہ ڈھکو صاحب دو دو ہزار احادیث و روایات سے زائد دفتر کو موضوع، ناقابل اعتبار اور غلط قرار دے سکے ہیں جو ان کی مستند کتب و تفاسیر وغیرہ میں منقول ہیں مگر ایسی بے بنیاد اور عقل و نقل کے خلاف روایات کو ضعیف کہنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوئی بلکہ ان کی تصحیح کے لئے قرآن مجید کی معنوی تحریف کا ارتکاب کرنا گوارہ کر لیا اور صریح نصوص اور واضح ترین آیات کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے۔

امر چہارم: علامہ ڈھکو صاحب نے فرمایا کہ رفاقت درجات میں برابری کے بغیر نہیں ہو سکتی لہذا ہر شخص جو اللہ تعالیٰ اور رسالت مابینہما ﷺ کا اطاعت گزار ہو گا وہ انبیاء کرام و صدیقین اور صالحین کا ہم مرتبہ ہو گا کیونکہ وہ مقدس ہستیاں اس کی توفیق رفیق ہوں گی لیکن اس دعویٰ کا بطلان بھی ہر صاحب عقل ہوش پر واضح اور روشن ہے۔ کیونکہ خادم اور مخدوم رفیق تو ہوتے ہیں مگر ہم ملہ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے متعلق بار بار محسنین کی معیت، مومنین کی معیت متقین کی معیت کا اعلان فرمایا۔ میدان بدر میں آنے والے ملائکہ کو فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں۔ حضرت صدیق



شی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ﴿مَا ظَنَنْكَ بِاٰثْنِيْنَ اللّٰهِ تَاللّٰهُمَا﴾ جن دو کے ساتھ تیسری اللہ تعالیٰ کی ذات ہو ان کا کوئی کیا باگاڑ سکتا ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ﴿اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ تو کیا اللہ تعالیٰ کا مرتبہ بھی ان حضرات کے برابر تسلیم کے جائے گا؟

جن اسفار میں صحابہ کرام کو نبی اکرم ﷺ کی رفاقت نصیب ہوئی یا شیعیان حیدر کرار کی رفاقت ہوئی تو وہ ان ہستیوں کے ساتھ درجات و مراتب میں شریک اور برابر ہو گئے۔

علاوہ ازیں جنت کے درجات کا مختلف اور متفاوت ہونا مسلم ہے اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کے رسول ﷺ کی تودہ سبھی ایک درجہ میں ہو گئے پھر دوسرے درجات ماننے ہی بے سود بٹھہرے۔ علاوہ ازیں انبیاء و صدیقین کے مراتب باہم برابر نہیں اور نہ شہداء و صالحین کے آپس میں برابر اور نہ انبیاء و صدیقین کے ساتھ برابر تو جب ان منعم علیہم ہستیوں کے درجات برابر نہ ہوئے جیسے کہ اسلوب کلام ہی سے واضح ہے تو عام مطیعین درجات میں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ لہذا یہ دعویٰ سراسر تحکم سینہ زوری اور منہ زوری کا مظاہرہ ہے اسے عقل مندی اور دانش و بینش کی ہوا بھی نہیں لگی۔

الغرض جب ڈھکو صاحب کے تحقیقی جواب کا حال یہ ہے تو ان کے الزامی جواب کا حال اس سے بھی بدتر ہونا یقینی ہے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا



## الزامی جواب

کتب اہل السنۃ میں بظاہر معمولی معمولی اعمال پر ثواب بے حساب مذکور ہیں بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ ایسا کرنے سے آدمی صدیق اور شہید بن جاتا ہے۔

۱۔ کوئی صبح و شام اعوذ باللہ کے بعد سورہ حشر کی آخری چند آیات پڑھ لیا کرے تو ستر ہزار فرشتے ہمیشہ اس کیلئے دعا کرتے ہیں اور جب موت آئے تو شہید مرتا ہے۔

۲۔ کوئی شخص شب جمعہ نماز وتر پڑھ لے تو اگلے جمعہ تک کوئی گناہ اس کے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جائے گا اور اگر مر جائے تو شہید مرتا ہے۔ ہر رکعت کے بدلے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

۳۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ لے اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے خواہ وہ چوری کرے خواہ زنا کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ لیا کرے تو صدیق بن جاتا ہے۔

اگر یہ سب درست ہیں اور ان کی مناسب تاویل ہو سکتی ہے تو ہمارے کرم فرماؤں کو صرف روایات متعہ میں ہی کیوں کیڑے نظر آتے ہیں (باختصار بیرص ص ۱۳۹)

اقول و علی توفیقہ اعول

علامہ ڈھکو صاحب کو تلاش بسیار کے باوجود اگر ملیں تو نماز، تلاوت اور کلمہ توحید کے اجر و ثواب پر مشتمل روایات، اگر کوئی مباشرت اور جماع کے متعلق اجر و ثواب پر مشتمل روایت ملتی تو نقل کرنے میں قطعاً تقیہ سے کام نہ لیتے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارا قبلہ کدھر ہے اور ان کا کدھر ہے وہ کن سفلی جذبات کی تسکین سے ترقی درجات کے متلاشی ہیں اور ہم کس پاکیزہ اور مقدس ذریعہ سے اس ترقی کے متمنی ہیں۔

نہیں تفاوت راہ از کجا است تا کجا

نیز دھکو صاحب کو نظر آئے تو صدیق اور شہید بن جانے کے حوالے مگر اس کا تو کہیں  
 کر نہ ملا کہ وہ سید الشہداء کے برابر اور صدیق اکبر کے برابر ہو جاتے ہیں اور یہ حقیقت محتاج  
 بیان نہیں کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے درجات میں تفاوت ہے صدیقین، شہداء اور صالحین  
 کے مدارج میں بھی تفاوت ہے دھکو صاحب نے سمجھ لیا کہ سبھی صدیق ہم مرتبہ ہوتے ہیں اور سبھی  
 شہداء بھی۔ حالانکہ یہ واقعہ کے بھی خلاف ہے اور اہل السنۃ کی تعبیرات کے بھی۔ اور کچھ بھی ہو  
 دھکو صاحب کو یہ حوالہ تو بالکل نہ ملا کہ فلاں ورد سے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت علی  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا سید عالم ﷺ کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے اور یہ تو بہر حال ہمارا عقیدہ ہے ہی کہ  
 ان کے غلام غوث، قطب، ولی، ابدال، اور صدیق و شہید ہوتے ہیں کلام تو برابری میں تھا کہیں  
 کوئی ایسا لفظ نظر آیا؟

اگر ملا کہ کے متعلق روایت ملی تو دعا کرنے کی ملی اور وہ دعا تو کرتے ہی رہتے  
 ہیں۔ ﴿یصلون علی النبی﴾ ہے تو نبی کے صدقے میں ﴿وہ الذی یصلی علیکم  
 وملائکہ﴾ بھی وارد ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور ان کی امت پر اللہ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے  
 دعائیں کرتے ہیں نیز ﴿قَالَ اللہ تَعَالٰی﴾ لَئِنْ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ  
 یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہُمْ وَیُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ (سورہ مؤمن) وہ  
 فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ سبھی اپنے رب کی حمد  
 و تسبیح بجالاتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں اور ایمان لانے والوں کیلئے استغفار کرتے  
 ہیں۔ کہیے علامہ صاحب یہ صرف فتاویٰ برہنہ نہیں کلام مجید اور فرمان جمید ہے اور صرف ایمان پر  
 یہ اعزاز ثابت ہے کہ ایسے مقدس ملائکہ جہاں اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں وہیں پر اہل ایمان  
 کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

لطیفہ

لگے ہاتھوں ڈھکو صاحب نے کلمہ توحید پڑھنے والے کو بھی متعہ کے اجر و ثواب کی روایات کے جواب میں ذکر کر دیا کہ اگر ایمان لانے والا شخص جنتی ہو سکتا ہے تو متعہ کرنے والا کیوں نہیں ہو سکتا؟ دیکھا آپ نے یہ ہے شیعہ مذہب کہ اس میں متعہ کا وہی درجہ ہے جو اہل اسلام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کہنے اور ماننے کا ہے۔ ڈھکو صاحب کیا جو شخص کلمہ پڑھ لے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو جائے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ کبار کا بخشا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں داخل ﴿قَالَ تَعَالَى يَغْفِرُ مَا ذُوقْتَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ شرک و کفر کے علاوہ تمام گناہ جس کے لئے چاہے گا بخش گا اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔ ﴿شَفَاعَتِي لاهل الكبائر من امتي﴾ میری شفاعت اہل کبار کے لئے ہے لہذا کلمہ پڑھنے والا دونوں پہلوؤں سے مستحق مغفرت ہو گیا اور بالآخر جنت میں داخل ہوگا اور یقیناً ہوگا لیکن صدیقین سے کندھا ملا کر یا شہدا سے یا صالحین سے یا نبی الانبیاء ﷺ سے کندھا ملا کر جنت میں جانے تو کا ذکر نہیں ہے۔ اور نہ کلمہ پڑھ لینے پر حسین کریمین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ اور نبی الانبیاء ﷺ کے ساتھ درجات و مراتب میں برابری کا کہیں تذکرہ ہے۔ یہ تو آپ نے کھیانی بلی کی طرح صرف کھبانو چنے کی ناکام اور بے سود کوشش کی ہے۔ ورنہ اس جواب کو علم و فضل بلکہ عقل و دانش بلکہ فہم و شعور کی دنیا میں تو پرکاش کی اہمیت بھی نہیں ہو سکتی۔

کہیں ناک کان کٹنے کا ذکر بھی ہے؟

نیز یہ بھی علامہ صاحب کو دکھانا چاہیے تھا کہ کہیں ان مستحب امور میں اہل السنۃ نے ترک کی صورت میں کوئی وعید و تشدید ذکر کی ہو۔ مگر آپ کے مذہب میں تو متعہ نہ کرنے پر قیامت کے دن کان کٹے ہوئے ہونے کی وعید سنائی گئی ہے۔ مگر نکاح دوام نہ کرنے پر ناک میڑھی ہونے

یا کان چھوٹے ہونے کا بھی کہیں ذکر نہیں آخر ان وعیدات کے ذکر کرنے میں کونسا نیک جذبہ کار فرما ہو سکتا ہے۔ اور مذہب اہل السنّت میں ایسے شہوانی جذبات کے نہ کرنے کی صورت میں ایسی سزاؤں کا عشرِ عشر بھی کہیں نظر آیا؟ صاف ظاہر اور دو پہر کے اجالے کی طرح واضح کہ یہ سب یہود و مجوس کی ناپاک سازش ہے اور اہل اسلام کو غلط راہ پر ڈالنے کا ناپاک منصوبہ اور مقدس ہستیوں کی آڑ لینے کا موجب صرف اہل محرکین پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش ہے ورنہ یہ مقربانِ خدا اس قسم کے فتاویٰ اور احکام و ارشادات سے قطعاً منزہ و مبرا ہیں۔

### کیا مذہب شیعہ اہل بیت کا مذہب ہے؟

(ف) یاد رہے کہ اہل تشیع کو یہ امر تسلیم ہے کہ کسی امام نے حدیث و فقہ کے اندر کوئی کتاب تالیف نہیں فرمائی اور جو کچھ ان سے ثابت کیا جاتا ہے یہ محض راویوں کی روایات کے ذریعے سے ہے اور ان راویوں کے نام لے لے کر ائمہ کرام نے کاذب، خائن، محرف، یہودی اور اہل تثلیث سے بدتر وغیرہ کے القابات سے انہیں نوازا ہے۔ لہذا ایسے راویوں کے ذریعے ثابت ہونے والا مذہب قطعاً اہل بیت کرام کا مذہب نہیں کہلا سکتا۔ اس اجمال کی اگر تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو شیعہ کتب رجال کشی اور تنقیح المقال وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ہم نے تحفہ حسینیہ میں مختصر تبصرہ اس موضوع پر کیا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

## باب دوم

عاریۃ الفرج یعنی لونڈی کے مالک سے

بغرض جماع مانگ لینا

شیعہ برادری نے تسکین اور آتش شہوت بجھانے کا ایک بہت سستا اور بے ضرر طریقہ ایجاد کیا ہے جس میں نہ ایجاب و قبول نہ حق مہر نہ اجرت نہ نان و نفقہ پس پرانی لونڈی وغیرہ مانگ لی۔ شہوت نفس پوری کی اور مالک کا مال اس کو واپس کر دیا جس کو تحلیل اور عاریۃ الفرج کہا جاتا ہے۔

متعہ اور اس میں اجارہ اور عاریت والا فرق ہے۔ کیونکہ اول الذکر میں اجرت مقرر ہوتی ہے۔ اور ایام منفعت بھی جیسے بستر رات کے وقت کرایہ پر لے لیا اور دوسری صورت میں مفت میں منفعت حاصل کی جاتی ہے۔ حقیقی ملک کسی کو بھی حاصل نہیں ہوتا نہ متعہ والے کو نہ عاریت والے کو۔ لہذا اس میں صرف لونڈی کے مالک کا احسان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اب اس ضمن میں عجیب و غریب روایات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قلت لہ الرجل یسئل لہ لاجیہ فرج جاریتہ؟ قال نعم لا بأس بہ لہ ما احل لہ منها ﴿

(استبصار ج ۲ ص ۷۴)

امام ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے محمد بن مسلم نے دریافت کیا۔ کیا کوئی شخص اپنا مؤمن بھائی کے لئے اپنی لونڈی کا فرج حلال کر سکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں اس میں حرج نہیں اور اس کو اپنی قدر استعمال کا حق ہوگا جس حد تک مالک نے اس کے لئے لونڈی حلال

ٹھہرائی۔

۲۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے اگر لونڈی کا مالک کسی مومن بھائی کے لئے اس کا بوسہ حلال کرے تو صرف وہی حلال ہوگا اور اگر فرج کے علاوہ جملہ امور مباح کرے تو جماع کے علاوہ سب کچھ حلال ہوگا۔ وان احل الفرج حل له جمیعہا اگر فرج کا استعمال حلال کر دے تو پھر ساری لونڈی اس کے لئے حلال ہوگی۔

۳۔ ﴿عن ابی بصیر قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن امرأۃ احلت لابنہا فرج جاریتہا۔ قال ہولہ حلال قلت افیحل لہ ثمنہا؟ قال لا انما یحل لہ ما احلت لہ﴾

ابو بصیر کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے لئے اپنی لونڈی کی شرمگاہ حلال کر دیتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ اس کے لئے حلال ہے میں نے کہا کیا اسے بیچ کر اس کی قیمت اور ثمن بھی وصول کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا! نہیں صرف اس کا فرج استعمال کر سکتا ہے (لونڈی تو اس کی ماں کی ملک میں رہے گی۔) (استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۴۔ احمد بن محمد بن اسماعیل بن بزیع کہتا ہے میں نے امام ابو الحسن علیہ السلام سے دریافت کیا ﴿عن امرأۃ احلت لی فرج جاریتہا۔ فقال ذلک لک۔ قلت فانہا کانت تمزج فقال کیف لک بما فی قلبہا فان علمت انہا تمزج فلا﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

یعنی ایک عورت نے اپنی لونڈی کا فرج مجھ پر حلال کر دیا ہے تو آپ نے فی الفور فرمایا! وہ تیرے لئے حلال ہے۔ میں نے کہا وہ تو مزاح کر رہی تھی۔ آپ نے کہا! تجھے اس کی قلبی حالت کا کیا علم؟ اگر تجھے اس کا مزاح کرنے کا حتمی علم ہے تو پھر حلال نہیں۔



ائمہ کرام کا اپنی لونڈیوں کے فروج مومنین کے لئے مباح ٹھہرانا

۵۔ ﴿عن محمد بن مضارب قال لی ابو عبد الله عليه السلام یا محمد خذ هذه

الجارية تخدّمک وتصیب منها فاذا خرجت فاردها الینا﴾

محمد بن مضارب کہتا ہے کہ مجھے امام جعفر صادق نے فرمایا یہ لونڈی لے جا تیری خدمت بھی کرے گی اور اس کے ساتھ جماع بھی کر لینا اور جب رخصت ہونے لگے تو پھر ہمیں واپس دیتے جانا (تا کہ کسی دوسرے مومن کا کام چل سکے۔۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی)

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۰۔ استبصار ج ۲ ص ۷۴)

۶۔ ﴿عن حسین العطار قال سألت ابا عبد الله عن عارية الفرج قال لا بأس

به. قلت وان كان منه ولد؟ فقال لصاحب الجارية الا ان يشترط علیه﴾

حسین عطار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرج زن بطور عاریت لینے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں ہے میں نے دریافت کیا اگر اس سے بچہ پیدا ہو جائے تو آپ نے فرمایا وہ لونڈی والے کا ہوگا (تا کہ اس کا بھی بھلا ہو اور لونڈی کچھ لے کر دوبارہ اس کے پاس جائے۔ سیالوی) ہاں اگر شرط کر لے کہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی میری ہوگی تو پھر اولاد اسی عاریت پر لونڈی کا فرج استعمال کرنے والے کی ہوگی (یعنی دوبرافائدہ اسی کو ہو والدت نفس بھی حاصل ہوگئی اور پیداوار بھی حاصل ہوگئی۔ سیالوی)

**حد تحلیل اور عاریت سے تجاوز کا حکم اور زنا کی حلت**

فضل بن یسار کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا:

﴿رجل عنده جارية نفيسة وهي بكر احل لاخته مادون فرجها له ان

يقتضها قال. لا ليس له الا ما احل له منها ولو احل له قلبه منها لم يحل له

ماسوی ذلک. قلت. ارایت ان احل له مادون الفرج فغلبته الشهوة فاقتضها قال. لا ینبغی له ذلک قلت فان فعل یكون زانیاً؟ قال لا ولكن خاننا وبعزم لصاحبها عشر فیمتها ان كانت بکرا وان لم تکن بکرا فنصف عشر قیمتها ﴿

ایک آدمی کے پاس نفیس ترین باکرہ لونڈی ہو اور وہ اس کے فرج کو استعمال کرنے کی رخصت نہیں دیتا لیکن اس کے علاوہ ہر قسم کا انتقاع حلال ٹھہراتا ہے تو کیا ایک مرتبہ حاصل کر لینے کے بعد اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جس قدر نفع اٹھانا اس نے حلال کیا ہے بس اسی قدر حلال ہے۔ حتیٰ کہ صرف اس کا بوسہ لینا حلال کیا ہے تو صرف بوسہ لینے کا ہی حقدار ہے۔ میں نے کہا حلال تو اس نے فرج کے علاوہ سب کچھ کر دیا ہے لیکن اگر شہوت غالب آجائے اور وہ شخص اس کے ساتھ جماع کر کے اس کی بکارت زائل کر دے؟ آپ نے کہا اس کے لئے یہ اقدام مناسب نہیں۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ایسا کرنے پر وہ زانی ٹھہرے گا (اور اس پر رجم یا کوڑوں کی سزا عائد ہو سکتی ہے؟) آپ نے کہا نہیں! زانی تو نہیں ہوگا لیکن امانت میں خیانت کا مرتکب ہوگا بس لونڈی کے مالک کو باکرہ ہونے کی صورت میں اس کی قیمت کا دسواں حصہ دے دے اور باکرہ نہیں تھی تو بیسواں حصہ (مقصد یہ کہ کچھ گنوا کر جائے تو مالک کے لئے کچھ لے کر جائے)

کسی لونڈی سے زنا کرنے کے بعد مالک سے

معافی لے لینے پر مٹردہ بخشش

۸۔ ابوشبل سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو عبد اللہ علیہ السلام سے دریافت کیا۔ ایک مسلمان شخص ہے جو کسی لونڈی سے زنا کا مرتکب ہو گیا ہے اس کی توبہ کی کیا صورت ہے؟ ﴿قال یتاہیہ لیخبرہ ویسأله ان یجعلہ من ذلک فی حل ولا یعود قلت فان لم یجعلہ من

ذَٰلِكَ فِي حُلِّ قَالِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ زَانٌ خَائِنٌ قَالِ قُلْتُ. فَالْبَارِ مُصِيرٌ  
 قَالِ شَفَاعَةُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ شَفَاعَتُنَا تَحِيطُ بِذُنُوبِكُمْ يَا مَعْشَرَ الشَّيْعَةِ وَلَا تَعُودُونَ  
 وَ تَتَكَلَّمُونَ عَلَى شَفَاعَتِنَا وَاللّٰهُ مَا يَنَالُ شَفَاعَتُنَا إِذَا رَكِبَ هَذَا حَتَّى يَصِيبَهُ الْمَ  
 الْعَذَابُ وَيَرَى هَوْلَ جَهَنَّمَ ﴿﴾

(فروع کافی ج ۲ ص ۱۹۹، ۲۰۰ کتاب النکاح)

آپ نے کہا۔ اس کے پاس جائے اسے صورتحال بتائے اور اس سے مطالبہ کرے کہ  
 میرے لئے وہ کاروائی حلال کر دے اور دوبارہ یہ حرکت نہ کروں گا۔ میں نے کہا اگر وہ محض اپنی  
 لونڈی کے ساتھ اس کے زنا کو حلال نہ ٹھہرائے اور اس فعل سابق کو مباح نہ ٹھہرائے؟ تو آپ نے  
 فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بحیثیت زنا کار اور خیانت کار کے پیش ہوگا۔ میں نے عرض کیا  
 تو کیا (آپ کا شیعہ ہو کر بھی اتنی سی بات پر) دوزخ اس کا ٹھکانہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا حضرت  
 محمد ﷺ کی شفاعت اور ہماری شفاعت تمہارے گناہوں کا احاطہ کرے گی۔ اگر وہ شیعہ تم گناہوں  
 سے باز نہیں آتے اور ہماری شفاعت پر بھروسہ کرتے ہو ایسے شیعہ کا اگر وہ اور خبیثین کی جماعت  
 محمد ﷺ کی اور ہماری شفاعت ایسے مجرموں اور بدکاروں کو نصیب نہیں ہوگی جب تک وہ عذاب کا  
 رنج و الم اور جہنم کی ہولناکی اور خوفناکی دیکھ نہیں لیں گے۔

## مقام غور

عاریت اور تحلیل ماسوائے فرج کی ہو اور زنا کرے بھی تو دسواں اور بیسواں حصہ دے  
 دینا کافی اور زنا کا جرم ختم اور پہلے فحور و زنا کرے بعد میں معافی مانگ لے۔ اگر لونڈی کے  
 مالک کی نگاہ کرم ہو جائے تو پاک صاف ہو گیا۔ کیا ان روایات کے بعد بھی کسی شخص کے لئے اس  
 امر میں کسی شک و شبہ کی گنجائش رہ گئی کہ اس مذہب میں زنا حلال ہے اور اس مذہب کے پرستار

قضاء شہوت اور تسکین نفس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔

مقصود ہے کہ سیم تنوں سے وصال ہو

مذہب بھی وہ چاہیے کہ زنا بھی حلال ہو

حالانکہ فعل زنا ثابت ہونے کے بعد محض بندوں کے معاف کرنے سے یہ معاف نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے جبکہ قصاص ثابت ہونے کے بعد اولیاء مقتول معاف کر سکتے ہیں کیونکہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ مگر وہ رے اس رنگیلا شاہی مذہب کے بانی کہ اسی قبیح ترین فعل کو بھی مباح کر دیا ہے۔

شیعہ صاحبان ہر مسئلہ میں کوئی نہ کوئی روایت اپنے مخالفین کی پیش کر کے مومنین کی دلجوئی کر دیتے تھے کہ اس معاملے میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ لیکن اس مسئلہ میں تو ابوطوسی کو یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہ رہا ﴿ان ہذا ممالیس یوافقنا علیہ احد من العامة و ممایشعون بہ علیہا﴾ (استبصار ج ۲ ص ۷۴)

اس مسئلہ میں جمہور اہل اسلام میں سے کوئی بھی ہمارے ساتھ متفق نہیں ہے بلکہ یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے جن کی وجہ سے وہ ہم پر طعن و تشنیع کرتے ہیں (اور کیوں نہ کریں اسلام ایسی بے عزتی اور بے حیائی کی اجازت کیسے دے سکتا ہے۔ سیالوی)

### زنا کار لونڈی کا دودھ پلک کرنے کی ترکیب اور حیلہ

۱۔ ﴿عن عبد اللہ علیہ السلام قال فی رجل کانت لہ مملوكة فولدت من فجور فکرمہ مولاہا ان ترضع لہ مخافة ان لا یكون ذلک جائز افقال لہ ابو عبد اللہ فحلل خادمک من ذلک حتی یطیب اللبن﴾ (فروغ کافی ج ۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسے شخص کے بارے میں مروی ہے جس کی

مملوکہ لونڈی نے زنا کاری سے بچے کو جنم دیا اور اس کا مالک اسی لونڈی کا دودھ اپنی اولاد کو پالنا اس اندیشہ کے تحت پسند نہیں کرتا کہ یہ ناجائز نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ اپنے خادم کو یہ جرم معاف کر دے تاکہ دودھ پاکیزہ اور حلال ہو جائے۔

۲۔ ﴿عن محمد بن مسلم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی امرأۃ الرجل یکون لها الخادم قد فجرت فیحتاج الی لبنها قال مرہا فتحللہا یطیب اللبن﴾  
 محمد بن مسلم نے امام صادق سے ایک شخص کی عورت کے متعلق روایت کا ہے جس کی خادمہ نے فسق و فجور کا ارتکاب کیا اور صاحب اولاد ہو گئی بعد ازاں اس گھرانہ کو اس کے دودھ سے استفادہ کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا اپنی بیوی کو حکم دے کہ لونڈی کے جرم زنا کو معاف کر دے تو وہ دودھ پاک اور حلال و طیب ہو جائے گا۔ (فروع کافی ج ۲)

(ف) ما شاء اللہ دودھ پاک کرنے کا خوب طریقہ ہے اور ایسا ہی پاکیزہ دودھ پینے والے ہی مخلص شیعہ بن سکتے ہیں اور اصحاب رسول علیہ السلام کو سب و شتم کرنے والے۔ رہا یہ معاملہ کہ تحلیل صرف دودھ کو پاک کرے گی یا سابقہ زنا کو بھی تو یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ زنا اور ولادت اس دودھ کے تولد کا سبب ہیں اور وہ باقی ہے تو دودھ میں خبث بھی باقی ہے اور اس سے خبث ختم ہوا تو اس کا سبب بھی ختم ہو گیا اور اس مضمون کی روایت پہلے درج ہو چکی ہے کہ لونڈی سے زنا کرنے والا اس کے مالک سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کر دے تو زانی نہیں سمجھا جائے گا اور معافی نہ ملنے کی صورت میں زانی اور خائن سمجھا جائے گا اور عذاب دیا جائے گا۔ لہذا ابو جعفر طوسی کا یہ کہنا کہ اس معافی سے صرف دودھ پاک ہوگا سابقہ فعل اور کر تو ت دونوں حلال اور جائز نہیں ہوگا۔ (استبصار ج ۲ ص ۱۷۰) درایت اور روایت دونوں کے خلاف ہے جب مستقبل میں زنا کو حلال کر سکتا ہے وہ ماضی میں کیا ہوا زنا معافی دے کر کالعدم کیوں نہیں



کر سکتا۔ خدا لگتی بات یہ ہے شیعہ اسلاف کا جنسی تعلقات کے معاملے میں حوصلہ بہت بلند ہے اور ظرف انتہائی وسیع اور ہمدردی و غم خواری کا عنصر غالب۔ لہذا طوسی صاحب کو تنگ ظرفی اور بے دردی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آخرت میں جو ہوگا سو ہوگا۔ مگر دنیا میں تو داد عیش کا کوئی موقع ہاتھ سے جانا نہیں چاہیے۔

## شیعہ حضرات کے لئے عجیب سہولت

نوٹڈی کا مالک جس کے لئے چاہے اس کا فرج حلال کر سکتا ہے اور بطور عاریت دے سکتا ہے جس طرح کہ سابقہ روایات سے یہ حقیقت واضح ہو چکی حالانکہ قرآن مجید میں مولا کی اجازت سے نکاح کرنے کا حکم ہے اور نکاح میں ایجاب و قبول اور حق مہر لازم ہے۔

﴿قَالَ تَعَالَى وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا أَنْ يَنْكَحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فِتْيَانِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَيْمَانِكُمْ مِنْ بَعْضِ فَا نَكَحُوهُنَّ بِأَذْنِ أَهْلِنَّ وَأَتَوْهُنَّ أَجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ.. الْآيَةِ﴾  
تم میں سے جس کو محصنات مؤمنات کے ساتھ نکاح کی قدرت نہ ہو تو مومنہ لونڈیوں کے ساتھ نکاح کر لو جو تمہارے ملک میں ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو بہتر جانتا ہے تم باہم رشتہ ایمان میں متحد و متوافق ہو لہذا ان کے ساتھ ان کے موالی کے اذن سے نکاح کرو اور ان کا اجر یعنی حق مہر معروف طریقہ پر ادا کرو جب اہل کے اذن نکاح سے نکاح ہوگا تو لامحالہ ایجاب و قبول اور مہر لازم۔ مگر شیعہ علماء نے مومنین کی سہولت کے لئے قرآنی بندھن اور قیود توڑ ڈالے اور بالکل سہل طریقہ ایجاد کر دیا۔

علاوہ ازیں شیعہ مذہب میں نہ آیسہ کے لئے عدت ہے اور نہ صغیرہ نابالغہ کیلئے جیسے کہ قبل ازیں روایات میں باحوالہ اثبات کیا جا چکا ہے تو اندریں صورت صغیرہ کے بالغ ہونے تک



﴿فاذا جاز حملها اربعة اشهر وعشرة ايام فلا باس بنكاحها الفرج﴾  
 تورفاعہ نے کہا، مغیرہ اور اس کے ساتھی کہتے ہیں کہ حاملہ عورت کے ساتھ وضع حمل تک  
 جماع نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کا حمل ظاہر ہونے سے بچے کے غذا کھانے کے درمیانی عرصہ میں  
 عورت (خریدی ہوئی لونڈی کے) قریب نہ جائے تو آپ نے کہا ﴿هذا من افعال اليهود﴾  
 یہ یہودیوں کے افعال سے ہے۔ چلو یہ بھی پابندی ختم اور حاملہ کے ساتھ بھی مباشرت جائز ہو  
 گئی اور ان پر کوئی فتویٰ لاگو نہیں ہوگا البتہ مباشرت نہ کرنے والے یہودی بن جائیں گے۔

ہر چیز یہاں کی الٹی ہے

یہاں الٹی گنگا بہتی ہے

حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن﴾  
 حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل ہے اور یہ حکم مطلق ہونے کی وجہ سے ان کو بھی شامل ہے  
 اور استبراء کی ضرورت ہی اس لئے تھی تاکہ معلوم ہو جائے کہ حاملہ تو نہیں اور غیر کی کھیتی کو پانی  
 دینے والی بات نہ بن جائے۔ نیز چار ماہ دس دن کلام مجید کی رو سے سوگ کی مدت ہے اور وفات  
 کی عدت۔ خریدی ہوئی لونڈی سے اس کا کیا تعلق؟ اگر چار ماہ دس دن کے بعد اس لئے جماع  
 جائز کہ رحم کا منہ بند ہوتا ہے اور مادہ منویہ رحم میں داخل نہیں ہوتا تو روز اول ہی سے رحم کا منہ تو بند  
 ہو جاتا ہے جب استقرار نطفہ کا ہوتا ہے پھر اتنی مدت محروم وصال رکھنے کا کیا فائدہ؟ بہر حال ان  
 امور میں بھی مکمل بے احتیاطی اور شرعی احکام کی خلاف ورزی ظاہر ہے۔

## مالک اور خاوند کا لونڈی سے باری باری استفادہ

شیعہ مذہب میں لونڈی کا مالک اگر اس کا عقد اپنے غلام سے کر دے تو جب چاہے اس کو علیحدہ کر کے بغیر طلاق لئے اس لونڈی سے مباشرت کر سکتا ہے۔ پھر بغیر نکاح جدید کے اسے غلام کے حوالے کر سکتا ہے۔ جس سے مالک اور غلام کیلئے زنا کا حلال ہونا صاف ظاہر ہے۔

۱۔ ﴿عن عبد الله بن سنان عن ابي عبد الله عليه السلام قال سمعته يقول اذا زوج الرجل عبده امته ثم اشتهاها قال له اعتزلها فاذا طمئت وطها ثم يردھا عليه انشاء﴾ (فروع کافی ج ۲ ص ۲۰۵)

یعنی جب آدمی اپنے غلام کا نکاح اپنی لونڈی سے کر دے اور اسے خود اس کے ساتھ مجامعت کی خواہش پیدا ہو تو غلام سے کہہ دے تو عملی طور پر علیحدگی اختیار کر لے۔ جب اس کو حیض آجائے تو اس کے ساتھ وطی کرے پھر اگر چاہے تو اس کو غلام پر لوٹا دے۔

۲۔ ﴿عن محمد بن مسلم قال سالت ابا جعفر عليه السلام عن قول الله عز وجل والمحصنات من النساء الا ما ملكت ايمنكم قال هو ان يامر الرجل عبده وتحتہ امته فيقول له اعتزل امرأه تک ولا تقربها ثم يجمسها عنه حتى تحيض ثم يمسها فاذا حاضت بعد مسه اياها ردها عليه بغیر نکاح﴾

(فروع ج ۲ ص ۲۰۵)

امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق دریافت کیا تم پر خاوندوں والی عورتیں حرام ہیں ماسوائے ان کے جو تمہاری ملک میں آکر تمہاری لونڈیاں بن گئیں۔ تو آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے اس غلام کو جس کے عقد میں اس کی لونڈی ہے حکم دے کہ تو اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جا اور اس کے قریب مت جا پھر اسے اس غلام سے

روکے رکھے حتیٰ کہ اس کو حیض آجائے تو پھر بغیر نیا نکاح کئے غلام کو اس کی بیوی لوٹا دے۔  
(حالانکہ آیت کریمہ کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ منکوحہ حرام بلا طلاق وعدت حلال نہیں ہیں۔) اگرچہ خاوندوں نے طلاق نہ دی کیونکہ دارالاسلام میں آنے پر اور مملوک ہو جانے پر ان کا حق نکاح ختم ہو گیا محض استبراء کی ضرورت ہوگی لیکن اس آیت کا سراسر غلط معنی کیا گیا اور ذمے ائمہ کرام کے لگادیا گیا العیاذ باللہ۔

(ف) منکوحہ لوٹدی کو اس کا خاوند اگر طلاق دے تو اس کی عدت دو حیض ہوتی ہے۔ صرف ایک حیض گزرنے پر اس سے مباشرت عبد کی مدت میں ہوتے ہوئے ہے جو سراسر زنا ہے اور ان دونوں روایات سے (جو علی الترتیب امام جعفر صادق اور امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں) صرف اور صرف ایک حیض کا عدت ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ غلام سے واپس لینے کی صورت میں اور اسے واپس دینے کی صورت میں بھی۔ حالانکہ مطلقہ حرہ کی عدت تین حیض ہے اور لوٹدی کی اس سے نصف۔ لہذا اس طرح بھی زنا کو حلال ٹھہرایا گیا ہے۔

### قابل غور امر:

یہ ہے کہ نکاح عبد کا تھا تو طلاق کا مالک بھی وہی تھا مولیٰ کے اذن سے۔ جب دونوں کا نکاح ہو گیا تو اب طلاق کا معاملہ بھی اس عبد کے ہاتھ میں تھا۔ لہذا طلاق لئے بغیر مولیٰ کو اس لوٹدی سے مباشرت کا حق کیسے پہنچ گیا اور اگر اس کا اس کو علیحدہ کر دینا ہی نسخ نکاح یا طلاق تھا تو دوبارہ نکاح کیے بغیر وہ عبد پر حلال کس طرح ہو گئی۔

کیا کسی صاحب عقل سلیم اور منصف مزاج آدمی پر یہ حقیقت مخفی رہ سکتی ہے کہ اس مذہب کے کارپردازوں نے منہ کالا کرنے کیلئے خالص زنا کو حلال کر رکھا ہے اور ائمہ اہل بیت سراسر بہتان اور افتراء سے کام لیا ہے اور ان کا بنیادی مقصد ہی دین اسلام کو بیخ و بن سے اکھیرنا

ہے اور یہود و نصاریٰ اور مجوس کی آتش انتقام بجھانا ہے ورنہ قرآن مجید اور فرقان حمید کے واضح احکامات اور روشن ارشادات کو برعکس اس قسم کے اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کو جائز رکھنے کی آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ جو کچھ علامہ نعمت اللہ الجزائری نے اسماعیلیہ فرقہ کے متعلق کہا ہے کہ یہ دراصل عبادیہ مجوسیوں کی سازش کا نتیجہ ہیں بالکل وہی نظریہ ہم تمام اہل السنّت کا تمام شیعہ فرقوں کے متعلق ہے کہ یہود و نصاریٰ اور مجوس کی سازش کا نتیجہ ہیں اور اہل اسلام اور اسلام کے خلاف میدان جنگ میں مقابلہ سے عاجز آ کر اس حیلے بہانے اس کی نظریاتی اور عملی اساس پر وار کرنے اور اسے منہدم کرنے کی بدترین سازش ہے اور حیلہ گری۔ تاکہ مسلمان کہلائیں بھی تو صرف نام کا اسلام ہو دراصل یہودیت یا مجوسیت اور نصرانیت ہی موجود رہے اور بجائے اس کے فاتحین اسلام کو ہم گالیاں دیں۔ خود اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کو اس نہج پر چلائیں کہ وہ ہماری ترجمانی کرنے لگیں۔ اور ہم خاموش تماشائی بن کر یہ تماشا دیکھتے رہیں۔

وائے ناکافی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

## باب سوم

استحلال محارم یعنی ماں، بہن اور بیٹی وغیرہ

سے مجامعت حلال ٹھہرانا

شیعہ قوم نے صرف دور جاہلیت کی مادر پدر آزادی کو ہی تحفظ نہیں بخشا بلکہ مجوسیوں کی روش اور طور طریقہ کو بھی نئے انداز میں زندہ کرنے اور اس کو بھی مشرف یا سلام کرنے کی غمان رکھی ہے۔ مجوسیوں کا عقیدہ و نظریہ یہ ہے کہ آدمی کے لئے اس کے محارم یعنی ماں بہن اور بیٹی وغیرہ حلال ہیں اور ان سے نکاح اور مجامعت و مباشرت کر سکتا ہے۔ شیعہ صاحبان نے بھی تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ اس کو عین اسلام قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیے ذخیرۃ العادۃ مؤلفہ شیخ زین العابدین مطبع ریاض الرضا لکھنؤ باب الطہارت باب اغسال واجبہ ص ۷۸۔

سوال: اگر شخصے آلت خود را بچہ بہ دستمال حریر و نحو آن کہ مماسّت حاصل نہ شود در زمان جماع و بچہ نہیں اگر مماسّت حاصل نہ شود بجهت کشادگی فرج یا بار کی آلت غسل واجب است یا نہ؟

جواب: لزوم غسل خالی از قوت نیست و از ابوحنیفہ نقل شدہ کہ جماع در فرج محارم بالف حریر جائز است۔

اگر ایک شخص اپنے آلہ تناسل کو ریشمی رومال یا کسی دوسری چیز کے ساتھ اس طرح پلیٹ لے کہ جماع کے دوران عورت کے فرج کے ساتھ مرد کے آلہ کا مساس نہ ہو یا عورت کی شرمگاہ اتنی کشادہ ہو کہ دوران جماع مساس نہ پایا جائے یا آلہ اس قدر باریک ہو کہ بوقت مجامعت کہیں ٹکرائے نہیں تو غسل واجب ہے یا نہیں؟ جس کا جواب شیعہ مجتہد صاحب نے یہ دیا کہ غسل کا



واجب و لازم ہونا ہی قوی ہے اور ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ محارم کے ساتھ آلہ تناسل پر ریشمی کپڑا لپیٹ کر جماع کرنا جائز ہے۔ اس عبارت کو بار بار پڑھیے اور اس مسلک کے بانیوں کی اصلیت پہنچانے کی کوشش کیجئے۔ میرے خیال میں یہودیت اور مجوسیت کا جو مغلوبہ عبادیہ مجوسیوں اور سائی یہودیوں نے تیار کیا تھا اور اس پر اسلام بلکہ محبت اہل بیت اور خلافت بلا فصل کی ملمع کاری کی تھی اس فتویٰ کو ملاحظہ کرنے کے بعد اس حجاب و نقاب اور ستر و پردہ کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کا آپ اچھی طرح مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ قرآن مجید کے صریح بیان ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ مِمَّا كَسَبَتْ وَيْسَاتُكُمْ﴾ کے ہوتے ہوئے کوئی اسلام اور حب اہل بیت کا حقیقی دعویدار ایسے توے صادر کر سکتا ہے اور محارم کے ساتھ مجامعت کو جائز قرار دے سکتا ہے؟ قطعاً نہیں۔

### عذر گناہ بدتر از گناہ

شیعہ صاحبان نے فتویٰ کے جواب سے عاجز آ کر کہا ہمارے مذہب میں ابوحنیفہ نام اور کنیت والا سرے سے عالم ہے ہی نہیں۔ یہ سینوں کے امام اعظم ابوحنیفہ کا فتویٰ ہے۔ اس کا الزام شیعہ پر کیوں؟ چنانچہ ذخیرۃ المعاد کے حاشیہ پر مفتی محمد عباس صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے:

ابوحنیفہ امام اعظم سنیاں است در شیعہ قائلین قول و عالم این کنیت غیر معلوم مدعی باید اثبات کند واللہ العالم۔

اور علامہ سید علی محمد علی محمد صاحب کا بھی یہی قول نقل کیا ہے: ابوحنیفہ از علماء شیعہ ہیج کس نیست۔ اور سید العلماء محمد ابراہیم صاحب کا بھی دعویٰ ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

موسوم بہ ابوحنیفہ بودن کے از علماء اہل تشیع ثابت نیست۔

گویا سبھی علماء شیعہ کی یہ رٹ ہے کہ یہ سینوں کے امام اعظم ابوحنیفہ کا قول ہے ہمارا تو اس نام کا کوئی امام ہی نہیں۔

﴿الجواب وهو الموفق لتحقيق الصواب﴾

(۱) یہ جواب کس قدر لغو ہے ہودہ اور ناقابل التفات و اعتبار ہے کیونکہ سائل بھی شیعہ، مفتی اور مفتی بھی شیعہ تو جواب حنفی قول کے مطابق دینے کا کیا جواز تھا؟ لہذا اصاف ظاہر ہے کہ اس مفتی اور مجتہد نے فقط اپنا مذہب و مسلک بیان کیا تھا کہ ہمارے نزدیک محارم کے ساتھ جماع جائز ہے۔ بس تھوڑا سا تکلف ریشم لپیٹنے کا کرنا پڑے گا اور بس نہ خرچ کا مزید بوجھ نہ رہا نش گاہ اور ماں بہن حق مہر بھی کیا مانگیں گی اور ضرورت مند ہوں تو خرچ ویسے بھی ادا کرنا پڑتا ہے لہذا مزید بوجھ تو نہیں بڑھے گا۔

(ب) سینوں کے امام ابو حنیفہ کے مذہب میں تصنیف شدہ جس کتاب سے یہ فتویٰ نقل کیا گیا ہے وہ کتاب تلاء اور حوالہ دکھلاؤ کہ جہاں محارم کے ساتھ یہ فعل شنیع اور عمل قبیح جائز اور مباح قرار دیا گیا ہو۔ جب نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر اس جواب سے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی سعی ناتمام کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی اور شیعہ کے منہ پر لگی یہ کالک دھل نہیں سکتی۔

سوال: جامع الرموز میں ہے کہ کپڑا پیٹ کر جماعت کرنے سے غسل واجب ہوتا نہیں ہوتا۔

﴿لؤلؤ الحشفة بثوب وغيره لم يجب الغسل﴾ اور اس کتاب میں ہے ﴿لؤلؤ ذکرہ من خرقۃ مانعة الحرارة لم یکفر﴾ اگر آلہ پر کپڑا پیٹ کر جماع کرے تو کفارہ صوم لازم نہیں ہے اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے ﴿لو جسا معها بخرقۃ علی ذکرہ لایثبت الحرمة کما فی الخلاصة﴾ اگر آلہ پر کپڑا پیٹ کر جماع کرے تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔  
(حاشیہ ذخیرہ المعاد ص ۴۷)

الغرض مسئلہ حریر کتب احناف میں موجود ہے۔

جواب: بحث تھی اس میں کہ محارم کے ساتھ لف حریر کے بعد جماع جائز ہے لیکن ان عبارت

میں محارم کے ساتھ جماع کا کہیں نام و نشان نہیں غسل واجب ہونا یا نہ ہونا علیحدہ معاملہ ہے۔ شیعہ مذہب میں بیٹی کے ساتھ زنا کے بعد ماں کے ساتھ نکاح حرام نہیں ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ زنا حلال ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔ اگر ایک شخص عورت سے زنا کرے اور پھر زانی اور زانیہ تو بہ کر لیں تو نکاح درست ہے تو آپ نے فرمایا۔ نعم و امہا و ابنتھا ہاں اس سے بھی جائز ہے اور اس کی ماں اور بیٹی سے بھی یعنی اس عورت کے ساتھ زنا کی وجہ سے اس کی ماں اور بیٹی میں حرمت و مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۳۲۷)

لہذا یہ جوابات کھباناو پھنے کی کوشش ہے۔ اس کو جواب کہنا عقل و دانش کی توہین ہے۔

(ج) ایک نام اور کنیت کئی افراد اور اشخاص میں مشترک ہو سکتی ہے لہذا اگر سنیوں کا امام ابوحنیفہ ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ شیعہ مذہب میں اس کنیت والا کوئی شخص نہیں گزرا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ مذہب میں اس کنیت والے تین اشخاص ہیں اور علماء شیعہ کا یہ دعویٰ سراسر جھوٹ ہے کہ ہمارے مذہب میں اس نام کا کوئی عالم نہیں ہے۔

﴿ابو حنیفہ کنیۃ لا حمد بن داود الدینوری وسعید بن بیان والنعمان بن ثابت احد ائمة الاربعة والنعمان بن محمد بن المنصور المغربي الذی کان مالکیا ثم استبصر﴾

(تنقیح المقال للمناقضی جز ۲ ص ۱۴)

ابوحنیفہ احمد بن داود دینوری، سعید بن بیان اور نعمان بن ثابت تہمی جو کہ عامہ کے چار ائمہ میں سے ایک ہے اور نعمان بن منصور کی کنیت ہے وہ پہلے مالکی تھا پھر اہل بصیرت ہو گیا۔

ابوحنیفہ نعمان بن منصور المصنف شیعہ میں بلند پایہ مفسر و محدث ہے اور کثیر التصانیف۔ علامہ و فقیہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۳۹، ۵۳۸ پر شیعہ محدثین مفسرین اور فقہاء کا ذکر کرتے ہوئے اس ابوحنیفہ کا ذکر اور تفصیلی تذکرہ اس عنوان سے کیا القاضی ابوحنیفہ

النعمان بن محمد بن منصور بن جبون المغربي (الی) دراصل مالکی مذہب بود بعد ازاں امامیہ انتقال کرد اور مصنفات بسیار است مانند کتاب اختلاف اصول المذاهب و کتاب الفرقہ و کتاب الدعوی للعقیدتین و از ابن زولاق روایت نموده کہ نعمان بن محمد القاضی در علم فضل و از اہل قرآن و عالم بود بمعانی آن و عالم بود بوجہ فقہ و اختلاف فقہا و عارف بود بعلوم لغت و شعر و تاریخ و کلیہ عقل و انصاف آراستہ بود در مناقب اہل بیت چندین ہزار ورق تالیف نمودہ بود بہ نیکوترین تالیف و لطیف ترین سجعہ و در مثالب اعداء و مخالفان ایشان نیز کتاب تالیف نمودہ و اورا کتابہاست کہ در آنخارد بر ابوحنیفہ کوفی و مالکی و شافعی و ابن شریح و غیر ایشان نمودہ و در مناقب او کتاب اختلاف الفقہاء است کہ در آنجا نصرت مذہب اہل بیت نمودہ و اورا قصیدہ ایست در علم فقہ و ابوحنیفہ مذکور ہمراہ معز الدین بانند فاطمی از مغرب بمصر آمدہ در ماہ رجب ثلاث و ستین ہلال مائتہ در مصروفات یافت۔

(مجالس المؤمنین ج ۱ ص ۵۳۹، ۵۳۸)

قاضی ابوحنیفہ در اصل مالکی مذہب پرتھا بعد ازاں امامیہ مذہب کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کی بہت سی تصنیفات ہیں مثل کتاب اختلاف اصول المذاهب، کتاب الاختیار، کتاب الدعوی، اور ابن زولاق سے روایت کی گئی ہے کہ نعمان بن محمد قاضی انتہائی فاضل شخص تھا۔ قرآن مجید کے معانی و مطالب سے آگاہی، وجہ فقہ اور اختلاف فقہا سے کامل واقفیت رکھتا تھا۔ لغت و شعر اور تاریخ میں مہارت کاملہ عقل و دانش اور عدل و انصاف کے زیور سے آراستہ تھا۔ مناقب اہل بیت میں اس نے ہزار ہا اوراق تصنیف کیے جو انوکھے طرز و انداز اور راہ و روش اور لطیف ترین پیرایہ پر مشتمل ہیں اور اہل بیت کرام کے اعداء اور مخالفین کے ظلم و ستم پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی تھی۔ اس قاضی ابوحنیفہ نے ایسی کتابیں بھی تالیف کی ہیں جو ابوحنیفہ کوفی مالک شافعی اور ابن شریح وغیرہ کے رد و قدح پر مشتمل ہیں اور اس کی مصنفہ کتب میں سے ایک اختلاف الفقہاء

جس میں مذہب اہل بیت کی تائید و تقویت کا حق ادا کیا ہے۔ علم فقہ میں اس کا ایک قصیدہ بھی ہے۔ قاضی ابو حنیفہ مذکور معزالدین باللہ فاطمی کے ساتھ مغرب سے مصر آیا اور مصر میں ہی سن ۳۶۷ھ ماہ رجب المرجب میں وفات پائی۔

الغرض روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا اور اہل تشیع کے قاضی نور اللہ شہید کی زبان قلم واضح ہو گیا کہ یہ ابو حنیفہ امامی شیعہ تھا اور ابو حنیفہ سنی اور دیگر ائمہ اہل سنت کا مخالف تھا اور بزرگمذہب ان کا رد بھی کرتا رہا۔ سن ۳۶۳ھ میں مصر میں وفات پائی تو محض نام اور کنیت میں اشتراک وجہ سے اس کو سینوں کا امام کہہ دینا سراسر فریب کاری اور دھوکہ بازی ہے۔ نیز یہ دعویٰ کر دینا کہ اس نام اور کنیت والا شیعہ عالم جہاں میں ہوا نہیں، سراسر جہالت ہے اور بے خبری یا دھوکہ دہی فریب کاری کی انتہا ہے۔

علاوہ ازیں سائل بھی شیعہ، مفتی اور مجیب بھی شیعہ تو امامی اثنا عشری مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کا جواز ہی کیا ہو سکتا ہے؟

نیز اس کتاب ذخیرۃ المعاد میں دوسرے تمام مسائل شیعہ مذہب کے مطابق ہیں۔ تو مسئلہ میں شیعہ مذہب ترک کر کے کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہونے کی کیا ضرورت کی تھی؟ علی الخصوص جبکہ حنفی مذہب میں اس قسم کی روایت کا کہیں نام و نشان نہیں ہے۔

لہذا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ شیعہ مذہب میں تھوڑا سا ریشم لپٹنے کے بعد ماں بیٹی اور خالہ پھوپھی وغیرہ کے ساتھ مباشرت اور مجامعت جائز ہے۔ مجوسی بھی ان محارم کے ساتھ مباشرت و مجامعت کو جائز رکھتے ہیں اور شیعہ کافٹوی بھی یہی ہے۔ صرف ریشمی رومال لپٹنے کا تکلف اس مذہب والوں نے کیا جو مجوسیوں نے نہ کیا۔ جس کا مقصد واضح ہے کہ تھوڑی سی میلی کے ساتھ اسی مجوسیت کو اسلام میں داخل کر دیا جائے اور اسلام کی روح کو مسخ کر دیا جائے۔ حالانکہ قرآن مجید نے ان محارم کے ساتھ عقد نکاح اور ایجاب و قبول کو بھی حرام ٹھہرا دیا



تھا تو جماع و مباشرت کے جواز کا تصور تک بھی اسلام میں روا نہیں ہو سکتا تھا۔ ﴿قَالَ السَّادُّ تَبَارَكَ وَتَعَالَى حُرْمَتُ عَلَيكُمْ اِمْهَاتِكُمْ وَبَنَاتِكُمْ﴾ یہ عورتیں تم پر حرام کی گئی ہیں اور اس عقد و نکاح نہیں ہیں۔ مگر اسلام کا دم بھرنے والوں نے اور بزعیم خویش ائمہ اہل بیت کے احکام و دعویٰ رکھنے والوں نے مجوسیت کو اسلام میں داخل کر کے اس فعل شنیع اور عمل فحیح کو حلال ٹھہرائے کی ناپاک جسارت کی۔

### فائدہ عظیمہ

ریشم کا کٹڑا لپیٹ کر محارم کے ساتھ مباشرت و جماعت کو جائز رکھنے کا تکلف بھی صرف امامیہ اثنا عشریہ نے کیا ہے ورنہ دوسرے شیعہ فرقے اس تکلف کے بھی روا دار نہیں ہیں بلکہ محارم کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ ذرا تفصیل ملاحظہ کریں۔

۱۔ خطابیہ: یہ فرقہ ابو الخطاب اسدی کے قبعین کا ہے ان کے متعلق نعمت اللہ الجوزائی لکھا ہے۔ استباحوا المحرمات و ترک الفرائض (انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۷) انہوں نے تمام حرام اشیاء کو مباح اور حلال ٹھہرایا اور فرائض و واجبات کے ترک کو بھی۔

۲۔ رزامیہ: یہ فرقہ رزام کے قبعین کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بالاصل ماننے کے بعد دوسرے درجے میں محمد بن حنفیہ کو امام تسلیم کرتے ہیں اور ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو مسلم خراسانی میں حلول کیا ہوا تھا اور وہ قتل نہیں ہوا۔

استحلوا المحارم و ترکوا الفرائض ومنهم من ادعی الالهية فی المقنع

(انوار نعمانیہ ج ۲ ص ۲۳۹)

اس فرقہ نے بھی محارم کو حلال ٹھہرایا اور فرائض کو ترک کر دیا اور ان میں سے بعض

یعنی عطا خراسانی کے حق میں الوہیت کا دعویٰ کیا جس نے اپنے جادو اور سحر کے بل بوتے پر ہاند کا شعبہ دکھلایا تھا۔

۲۔ اسماعیلیہ و حرمیہ: جو لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا فصل تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ امام جعفر صادق تک امامت کے تسلسل کے قائل، لیکن ان کے بعد ان کے صاحبزادے اسماعیل اور ان کی اولاد کی امامت کے قائل نہیں ہیں گویا شیش امامی ہیں ان کے حرمیہ کہلانے کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے محدث جزائری نے کہا ﴿لَقَبُوا بِالْحَرَمِيَّةِ ابْضَالًا بِأَحْتَمِهِمُ الْمَحْرَمَاتِ وَالْمَحَارِمِ﴾ (انوار نہمانیہ ج ۲ ص ۲۴۱)

یعنی ان کو محرمات اور محارم کے مباح ٹھہرانے کی وجہ سے حرمیہ کا لقب دیا گیا۔ ان کی شان و شوکت حسن بن صباح کے دور میں یہاں تک بڑھی کہ ملوک و سلاطین زمان ان سے خوف زدہ ہو گئے۔

﴿فَظَاهِرُ وَالْإِسْقَاطُ التَّكَالِيفِ وَابَاحَةُ الْمَحْرَمَاتِ وَصَارُوا كَالْحَيَوَانَاتِ﴾  
(والعجماوات ص ۲۴۳۔)

تو انہوں نے تکالیف شرعیہ کو ساقط کرنے کا اعلان کیا اور محرمات کے مباح ہونے کا اور انسانی شکل و صورت ہونے کے باوجود حیوانات اور درندگی اختیار کر لی۔ ماں، بہن، اور بیٹی کا امتیاز بھی نگا ہوں سے اوجھل اور چار بیویوں کی پابندی بھی ختم۔ بلکہ ایک بیوی کا ایک خاوند سے اختصاص بھی ختم ہو گیا بظاہر یہ لوگ حضرت اسماعیل بن جعفر صادق کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے تھے مگر ان کا اصلی حسب و نسب کیا ہے اور ان کی تحریک کا بنیادی مقصد اور مٹھ نظر کیا ہے اور اس پردہ میں پردگی کون ہے وہ بھی علامہ جزائری کی زبانی سنئے۔

## اسماعیلیہ شیعہ کا مدعا اصلی

﴿اصل دعواہم الی ابطال الشرائع ان العبادۃ وہم طائفۃ من  
المجوس راموا عند قوت الاسلام تاویل الشرائع علی وجہ تعود الی قواعد  
اسلافہم و ذالک انہم اجتمعوا فتداکروا ما کان علیہ اسلافہم من الملک  
وقالو الاسییل لنا الی دفع المسلمین بالسیف لغلبتہم علی الممالک لکننا  
نحتال بتاویل شرائعہم الی ما یعود الی قواعدنا ونستدرج بہم الضعفاء منهم  
فان ذلک یوجب اختلافہم واضطراب کلماتہم وراسہم فی ذلک حمدان  
قرمط فاخذوا تاویل الشرائع﴾ (ج ۲ ص ۲۴۲)

اسماعیلیہ کا اصل مدعا احکام شریعت کو بالکلیہ باطل ٹھہرانا ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے  
کہ مجوس کی ایک جماعت جو عبادیہ کہلاتی تھی انہوں نے اسلام کے غلبہ اور شوکت پالینے کے بعد  
شرعی احکام کی تاویل و توجیہ اس انداز میں شروع کی جو ان کے اسلاف کے اصول و قواعد کی  
طرف رائج ہوتی۔

ہوایوں کہ وہ ایک دفعہ جمع ہوئے اور اپنے اسلاف کی شان و شوکت اور ملک و سلطنت  
کو یاد کیا اور موجودہ ذلت و رذالت کو۔ اور کہا کہ اہل اسلام کے ممالک پر غالب ہونے کی وجہ  
سے ہم ان کو بزور شمشیر اپنے علاقے سے نکال نہیں سکتے۔ لیکن ہم ایسی حیلہ گری کر سکتے ہیں کہ  
ان کی شریعت کی ایسی تعبیر و تشریح کریں کہ ہمارے اصول و قواعد پر منطبق ہو جائے اور ضعیف اور  
کم عقل اہل اسلام کو آہستہ آہستہ ہم اپنا ہم نوا بنالیں تو یہ چیز ان میں باہمی اختلاف و انتشار پیدا  
کرنے کا موجب ہو جائے گی اور ان کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی اور ان کا مکرو و فریب اور دجل  
و تلبیس میں رئیس و قائد حمدان قرمط تھا۔ (اس لئے ان کو اس نسبت سے قرامطہ بھی کہتے ہیں)

## تاویلات اسماعیلیہ

وضو: دراصل امام کی محبت و موالات کا نام ہے۔

تیمم: اصلی امام کے غائب ہو جانے پر اس کے ماذون سے احکام حاصل کرنے کا نام ہے۔

نماز: عبارت ہے ذات رسول سے جو کہ بدی اور شرور سے منع کرتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر﴾

احتملام: نام ہے ائمہ کے اسرار میں سے کسی سر اور راز کو نا اہل آدمی پر منکشف کر دینے کا۔

غسل: عبارت ہے حفظ اسرار کے عہد کی تجدید سے۔

زکوٰۃ: نفس کا تزکیہ کرنا اس دین کی معرفت کے ساتھ جس پر ائمہ کا رہند ہیں۔

کعبہ: کعبہ نبی کی ذات

باب: علی المرتضیٰ کا نام ہے۔

صفا: عبارت ہے ذات نبی سے اور

مروہ: نام ہے علی ولی کا۔

میقات اور تبلیہ: کی حقیقت ہے امر کو قبول کرنا جس کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

**طواف:** بیت اللہ کے گرد سات طواف کرنے کا مطلب ائمہ سیدہ کی موالات اور محبت۔

**جنت:** صرف بدن کو تکلیف سے راحت پہنچانے کا نام ہے۔

**نار:** بدن کو تکالیف شرعیہ کی پابندی پر کار بند ہو کر مشقت میں ڈالنے کا نام ہے۔ الی غیر ذلک  
من خرافاتہم (الی)

﴿فلم يزواي استهزاءون بالامور الشرعية وقد تحصنوا بالحصون  
وكثرت شوكتهم وخافت المملوك منهم فاطهروا اسقاط التكليف وابعاد  
المحرمات وصاروا كالحيوانات العجماوات﴾ (ص ۲۳۳، ۲۳۴)

اس دور سے لے کر حسن بن صباح کے دور تک یہ لوگ دین اسلام اور امور شرعیہ کے  
ساتھ اس طرح مذاق بناتے رہے اور خفیہ طریقہ پر یہ پروگرام جاری رہا۔ حتیٰ کہ انہوں نے قلعہ  
جات قائم کر لئے اور ان کی شان و شوکت بڑھ گئی اور شاہان وقت ان سے خوفزدہ ہو گئے تو انہوں  
نے علانیہ احکام شرعیہ کے ساقط اور کالعدم قرار دینے کا اظہار کیا اور محرمات کے حلال ہونے کا  
برملا اقرار و اعتراف کیا اور جنگلی جانوروں کی طرح آزاد اور بے قید ہو گئے۔

ان گزارشات کو ملاحظہ کر لینے کے بعد شیعہ کے فرقہ امامیہ کا لف حریر والا تکلف باسانی  
سمجھ آ سکتا ہے کہ جب تک علانیہ احکام شرع کو ختم کرنے کی ہمت نہیں ہے تو تھوڑی بہت تبدیلی  
کے ساتھ مجوسی اور یہودی طریق کار اپنا لو اور جب اقتدار اور اختیار حاصل ہو جائے تو پھر ان  
تکلفات کے پردے کو اتار پھینکو اور اپنا اصلی چہرہ ظاہر کر دو اور سب فرقوں کی اصل منزل اہل  
اسلام میں اختلاف و انتشار، تفرقہ بازی، فرقہ بندی اور وحدت اسلام کو پارہ پارہ کر کے  
انہیں اسلام سے برگشتہ کر کے ورطہ ضلالت اور گمراہی میں مبتلا کرنا ہے تاکہ زبانی اسلام کا نعرہ



خواہ بلند کرتے ہی رہیں مگر دراصل مسلمان نہ ہوں بلکہ مجوسی یا یہودی وغیرہ ہوں۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ شیعہ کے ائمہ کی طرف انتساب سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ ان کے بھی فرقے اپنے آپ کو کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب ضرور کرتے ہیں مگر بنیادی مقصد دین اسلام کو مجوسیت اور یہودیت وغیرہ کی طرف ڈھالنا ہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اسی ضمن میں مزید ایک حوالہ ملاحظہ فرماتے چلیں اور اسلام کے خلاف اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

۴۔ حضرت امام ابوالحسن علی بن محمد الرضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خدام خاص میں ایک شخص تھا محمد بن نصیر نمیری جس نے حضرت امام کے وصال کے بعد حضرت صاحب الزماں (امام مہدی) کا وکیل ہونے کا دعویٰ کیا اور وہ یہ بھی دعویٰ کرتا تھا کہ وہ خود رسول و نبی ہے۔ جس کو امام علی الرضا نے مبعوث فرمایا ہے اور محارم کے مباح ہونے کا بھی قائل تھا۔

﴿کان یدعی انه رسول نبی ارسلہ علی بن محمد علیہما السلام  
ویقول بالاباحۃ للمحارم﴾

(وکنانی تنقیح المقال ج ۳ جز ۱ ص ۱۱۹۵ احتجاج طبری ج ۲ ص ۴۷۴)

اور احتجاج طبری کا محشی علامہ باقر موسوی شیخ طوسی کی کتاب الغیب کے حوالے سے رقمطراز ہے کہ:

﴿کان محمد بن نصیر النمیری یدعی انه رسول وانه ارسلہ علی بن محمد کان یقول بالتناسخ ویغلوفی ابی الحسن ویقول فیہ بالربوبیۃ ویقول بالاباحۃ للمحارم وتحلیل نکاح الرجال بعضهم بعضا فی ادبارهم ویزعم ان ذاک من التواضع والاخبیات والتذلل فی المفعول بہ وانه من الفاعل احدی الشهوات والطبیات وان اللہ لایحرم شیئا من ذلک وکان محمد بن موسیٰ

ابن الحسن بن الفرات یقوی اسبابہ و یعضدہ اخیرنی بذلک عن محمد بن نصیر ابو زکریا یحیی بن عبد الرحمن بن خاقان انه راہ عیاناً و غلام علی ظہرہ قال فلقیته بعد ذالک فقال ان ہذا من اللذات و هو من التواضع و ترک التجوہ۔ (حاشیہ احتجاج الطبری ج ۲ ص ۴۷۵۔ تنقیح المقال للامامانی ج ۳ جز اول ص ۱۹۵)

محمد بن نصیر نمیری رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور یہ کہ اسے علی بن محمد (امام رضا) نے ارسال فرمایا ہے وہ تنازع کا عقیدہ رکھتا تھا اور امام ابو الحسن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں غلو کرتا ہوا ان کی ربوبیت کا قائل تھا اور محارم کے مباح ہونے کا معتد و معترف تھا اور مردوں کے ساتھ نکاح اور لواطت کو مباح ٹھہراتا تھا اور اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اس میں مفعول کے لئے تواضع، کسر نفسی اظہار مذلت اور عاجزی ہے جبکہ فاعل کیلئے پاکیزہ لذات اور شہوات میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے شہوات کو جبکہ وہ تواضع، کسر نفسی اور عجز و مسکنت پر بھی مشتمل ہو کیسے حرام فرما سکتا ہے (گویا یہ سراسر خلاف عقل و درایت ہے کہ ایسے امور حرام ٹھہرائے جائیں) اور محمد بن موسیٰ بن حسن بن فرات اس کی تائید و تصدیق کیا کرتا تھا اور اس کے مذہب و عقیدہ کی اشاعت و ترویج کے وسائل و اسباب بہم پہنچاتا تھا۔ مجھے ابو زکریا یحیی بن عبد الرحمن بن خاقان نے بتلایا کہ میں نے محمد بن نصیر نمیری کو علانیہ ایک نوجوان سے لواطت اور غیر فطری فعل کراتے دیکھا۔ بعد ازاں میں اس سے ملا اور میں نے اس کو برا بھلا کہا تو اس نے کہا یہ چیز لذات نفس سے ہے اور وہ تواضع اور کسر نفسی کے قبیل سے ہے (لہذا یہ بالکل حلال طیب ہے اور اس پر ملامت و سرزنش بے جا اور سراسر حماقت)

(ف) شیعہ صاحبان کے نزدیک درایت روایت پر مقدم ہے اور عقل نقل پر۔ اور نمیری نے اس دلیل کا سہارا لیتے ہوئے لواطت اور غیر فطری فعل کو مباح ٹھہرایا اور آپ متعہ کی بحث میں

علامہ فتح اللہ کاشانی کا قول ملاحظہ کر چکے کہ درایت و عقل موجب یقین ہے اور روایت و نقل موجب یظن ہے۔ لہذا روایت کی وجہ سے درایت کو کیونکر ترک کیا جاسکتا ہے اسی مستحکم اور مضبوط اساس اور بنیاد پر نمیری صاحب نے بھی اپنے اس مزعومہ نظریہ کی بنیاد رکھی ہے۔ لہذا اس پر اب چھین بچھین ہونے کی ضرورت نہیں اور اسی قاعدہ محکم سے محارم کی حلت بھی واضح ہوتی ہے۔ لہذا اس میں بھی چون و چرا کی گنجائش ختم ہو جائے گی بلکہ اسی پر تمام موالیان ائمہ کا اجماع ہونا چاہیے۔

نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس سازش کے کارپردازوں کا طریقہ واردات یہی تھا کہ ایک طرف تو ائمہ کے موالیوں اور ان کے خدام خالص میں شامل ہو جاتے تھے اور دوسری طرف ایسی بے دینی اور ضلالت و گمراہی کو ائمہ کے نام پر پھیلاتے تھے اور بہتیرے لوگوں کو مذہب اسلام سے برگشتہ کر کے چھوڑتے اور زبانی زبانی گو مسلم و مومن کہلاتے مگر درحقیقت بدترین یہودی و مجوسی اور کالے کافر ہوتے تھے۔ ﴿فاعتبر وایا اولی الالباب والابصار﴾

اور یہی منصوبہ پہلے دن ہی مجوس اور یہود نے طے کیا تھا جس پر اس ہوشیاری اور چالاکی سے عملدرآمد کیا جاتا رہا اور بلاخرہ مذہب اسلام میں ہر وہ قباحت داخل کر دی گئی جس کو مٹانے کیلئے یہ آسمانی مذہب دنیا میں نافذ کیا گیا تھا۔ ﴿نعوذ باللہ من ذلک﴾

﴿قال شيخنا العلامة المامقاني... النصيرية من الغلاة اصحاب محمد بن النصير النمير كان يقول الرب هو علي بن محمد العسكري عليه السلام وهو نبي من قبله وابعاح المحارم واحل النكاح بالرجال وعن الكشي انهم فرقة قالوا بنو محمد بن النصير الفهري﴾

(حاشیہ انوار مدنیہ از محمد علی القاضی طباطبائی ج ۱ ص ۲۷)

شیخ علامہ مامقانی نے کہا کہ نصیریہ فرقہ غالیوں میں سے ہے جو کہ محمد بن نصیر نمیری کے

تبعین ہیں۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت علی بن محمد عسکری رب ہیں اور وہ ان کی طرف سے نبی ہے۔ اور اس نے محارم کو مباح قرار دیا اور مردوں کا مردوں کے ساتھ نکاح بھی حلال قرار دیا اور علامہ کشی نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ نصیریہ وہ فرقہ ہے جس نے محمد بن نصیر فہری نمیری کی نبوت کا قول کیا ہے۔

۶۔ شیعہ کا ایک فرقہ بشیریہ ہے جو متبع ہیں حضرت موسیٰ کاظم کے اصحاب میں سے محمد بن بشیر کے جس نے امامت کو آپ پر موقوف کر دیا اور کہا کہ وہ زندہ ہیں مگر نگاہ عوام سے پوشیدہ ہیں اور وہی قائم بالامر اور مہدی آخر الزمان ہیں اور یہ بھی دعویٰ کیا کہ انہوں نے غائب ہوتے وقت مجھے اپنا خلیفہ اور وصی بنایا اور مجھے اپنی مہر عطا کی اور رعایا کے تمام دینی اور دنیوی ضروری امور کا علم مجھے عطا کیا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی دین محمدی اور شرع مصطفویٰ پر واز کرتے ہوئے صرف پانچ نمازوں اور صیام ماہ رمضان کے فرض ہونے کا اقرار کیا اور زکوٰۃ و حج اور دیگر فرائض کا انکار کر دیا بلکہ محارم اور دیگر فروج بلکہ غلمان کے ساتھ غیر فطری فعل کو بھی مباح ٹھہرایا۔

﴿زعموا ان الفرض علیہم من اللہ اقام الصلوٰات الخمس وصوم شہر رمضان وانکروا الزکوۃ والحج وسائر الفرائض وقالوا باباحۃ المحارم والفروج والغلمان﴾

اور صرف دعویٰ پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ قرآن مجید میں معنوی تحریف کر کے اس پر بزعم خویش دلیل بھی قائم کی اور کہا۔ ﴿واعتلو فی ذلک بقولہ تعالیٰ او یز وجہم﴾ ﴿ذکر انساوانسا﴾ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو باہم جفت کرتا ہے مذکر ہونے کی حالت میں اور مونث ہونے کی حالت میں۔

(تنقیح المقال از علامہ مامقانی ج ۲ جز ۳ ص ۸۸ و رجال الکشی ص ۴۰۶ و حاشیہ رجال کشی ص

فائدہ:- محمد بن نصیر نے دلالت عقل کے ساتھ محارم کے ساتھ جماع اور غلمان کے ساتھ لواطت اور مردوں کے غیر فطری فعل کو جائز کیا تھا لیکن محمد بن بشر نے دلالت نقل قرآن مجید کے ساتھ اس کو بزم خویش ثابت کر دکھلایا اور جب عقلی و نقلی دلائل اس تجویز پر متفق ہو گئے اور یہ اباحت اس قدر مبرہن اور مدلل انداز میں ثابت ہو گئی تو اب شیعہ ملت کے لئے انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ ﴿لا حول ولا قوة الا باللہ﴾

رہ گیا یہ معاملہ کہ قرآن مجید میں امہات و بنات و اخوات کی حرمت کا بھی ذکر ہے اور قوم لوط کے فعل شنیع پر عذاب کا بھی تو اس کا جواب واضح ہے کہ ملنگان علی نے سارے قرآن پر عمل کا ذمہ تھوڑا ہی لے رکھا ہے؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی قرآن میں یہ حکم ہوں ہی نہیں بلکہ یہ خلفاء ثلاثہ نے اپنی طرف سے تصرف کر دیا ہو۔ جب حضرت مہدی آئیں گے اور اصلی قرآن دنیا پہ ظاہر ہوگا اس وقت حقیقت کھلے گی لہذا حرام ہونے کی صورت میں توبہ کر لیں گے۔ ﴿لا حول ولا قوة الا باللہ العلیٰ العظیم﴾

فائدہ مہمہ:

جتنے فرقوں سے بھی یہ افعال قبیحہ اور اعمال سیئہ حلال ٹھہرانے کے اقوال منقول ہیں وہ سبھی خلافت بلا فصل کے معتقد ہیں اور خلفاء ثلاثہ کے مخالف۔ بشیر یہ امام موسیٰ کاظم تک تسلسل امامت کے قائل اور اسماعیلیہ بھی امام جعفر تک اس کے معتقد نصیر یہ حضرت علی البہادی یعنی دسویں امام تک تسلسل امامت کے قائل۔ مگر بایں ہمہ اسماعیلیہ کو عبادیہ مجوسیوں کا پیدا کردہ فرقہ اور ان کے جاری کردہ فاسد عقائد و نظریات کا شاہکار قرار دیا گیا ہے تو اس سے اباحت محارم و محرّمات اور خلافت بلا فصل وغیرہ کے قائل دوسرے فرقوں کی حقیقت اور اصلیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ یہ محض اسلام کے خلاف بدترین سازش ہے حب اہل بیت اور عقیدہ خلافت کو بطور ستر و پردہ اور



تلمیح و تصنع اپنایا گیا ہے۔ دراصل اسلام اور محسنین اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لئے اور اسلام کو یہودیت اور مجوسیت میں بدلنے کے لئے گھناونی چال اور گہری سازش سے کام لیا گیا ہے جس کا بعض لوگ مکمل طور پر شکار ہوئے اور غلو کی انتہا کو پہنچ گئے اور بعض تھوڑے تھوڑے متاثر ہوئے گو صراط مستقیم سے ہٹ گئے مگر بڑے غالیوں میں شامل نہ ہوئے۔ لہذا تفاوت مراتب تو مانا جا سکتا ہے مگر اصل حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہ سب

کارستانیوں شاطراں یہود و مجوس کی ہیں۔ ﴿فاعتبروا یا اولی الالباب﴾

## باب چہارم

### لواطت اور مذہب شیعہ

یہ ایسا گھناؤنا اور مکروہ فعل ہے کہ تمام امتوں اور اقوام عالم میں سے کسی نے بھی اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا تھا قوم لوط علیہ السلام انتہائی بدکردار تھی اور عبرت ناک عذاب سے دوچار ہوئی مگر انہوں نے بھی لڑکوں اور مذکروں کے ساتھ اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا عورتوں کے ساتھ نہیں۔ قوم یہود اور عجمی لوگ تو حیض کے ایام میں عورتوں کو گھروں سے نکال دیتے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا پینا بھی بند کر دیتے۔ نصاریٰ اس معاملہ میں انتہائی نرم رویہ رکھتے تھے لیکن وہ حالت حیض میں مباشرت تو کر لیتے تھے مگر عورتوں سے لواطت ان کا بھی عمل نہیں تھا۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے آخری مذہب کامل و اکمل دین، آخری کتاب اور خاتم الانبیاء ﷺ کی شریعت مطہرہ میں انتہائی مناسب اور متوازن حکم جاری کیا گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ آذَى فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرُبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ نِسَاءَكُمْ حُرْمٌ لَكُمْ فَأْتُوا حُرْمَكُمْ أَنْتُمْ﴾

**ترجمہ:** آپ سے سوال کرتے ہیں حیض کے متعلق فرمادیجئے وہ غلاظت ہے لہذا الگ رہو عورتوں سے حالت حیض میں اور نہ مجامعت کرو ساتھ ان کے۔ جب تک اچھی طرح پاک نہ ہو جائیں پس جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے ساتھ مجامعت کرو اس جگہ سے جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے تو بہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے مکمل طور پر پاکیزہ رہنے والوں کو۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی کی جگہ ہیں۔ پس آؤ اپنی کھیتی کی جگہ کو اور مجامعت کرو ساتھ ان کے جس کیفیت پر چاہو۔

کتنا واضح ارشاد ہے اور محکم فرمان ہے اور کس قدر یہود نصاریٰ کے افراط و تفریط کے درمیان راہ اعتدال متعین فرما کر امت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اس پر چلنے کا حکم دیا ہے کہ حالہ حیض میں مباشرت سے گریز کرو اور نصاریٰ کی اتباع نہ کرو اور نہ ہی بالکل علیحدگی اختیار کر کے یہود اور اعاجم کے نقش قدم پر چلو۔ تفسیر منج الصادقین میں شیعہ کا مفسر اعظم فتح اللہ کاشانی اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

اہل جاہلیت موالکہ و مشاربہ و مساکنہ بازنان حائض نمیکردند مانند فعل یہود و مجوس چون اس آیت نازل شد مسلمانان بر ظاہر آں عمل کردند و از ایشان اعتراض نمودند من جمیع الوجوہ (الی) حضرت فرمود ﴿انما امرتکم تعتزلوا معجمہا معتہن اذا حضن و لم آمرکم باخراجہن کفعل الاعاجم﴾ و گویند چون نصاریٰ بازنان حائض نجاعت کردند و از آں باکے نمیداشتند و یہود از ایشان معتزل میشدند در جمیع امور حتی حق تعالی اہل ایمان را امر فرمود باقتضاء بین الامرین۔ (ص ۴ جز دوم)

اگر مجوسی اعاجم اور یہودی عورتوں کے ساتھ لواطت کو روا رکھتے تو اس کی اشد ضرورت تو اسی حالت حیض میں ہی ہو سکتی تھی اس میں ان سے کلی اجتناب کیوں کرتے اور نصاریٰ حالت حیض میں بھی مباشرت و نجاعت روا نہ رکھتے بلکہ لواطت پر ہی اکتفا کرتے الغرض یہ فعل کسی امت اور قوم میں مروج اور معمول نہیں تھا حتیٰ کہ مجوس میں بھی۔

لیکن شیعہ نے وہ کچھ جائز اور روا رکھا جو کسی مشرک اور بد مذہب قوم نے بھی روا نہیں رکھا تھا اور پھر ظلم یہ کہ لواطت کا جواز ائمہ اہل بیت کے ذمہ لگا دیا اور بہتان عظیم اور افک مبین میں ذرہ بھر شرم محسوس نہ کی اور اہل تشیع نے اپنی صحاح میں ائمہ کی طرف منسوب روایات درج کیں جو اس فعل شنیع کے جواز اور حلت پر دلالت کرتی ہیں۔ (فروع کافی مولفہ تقی الاسلام ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی میں باب محاش النساء قائم کیا گیا ہے اور استبصار مولفہ شیخ الطائفہ امام ابو جعفر طوسی

میں مستقل عنوان ﴿اتيان النساء فيما دون الفرج﴾ قائم کیا گیا ہے یعنی عورتوں کے ساتھ لواطت کا حکم اور شرعی جواز ص ۱۳۰ اور متعدد روایات درج کی گئی ہیں۔

۱. ﴿عن عبد الله بن ابي يعفور قال سالت ابا عبد الله عليه السلام عن الرجال ياتى المرأة فى دبرها قال لا باس اذا رضيت قلت فاين قول الله فاتوهن من حيث امركم الله فقال هذا فى طلب الولد فاطلبوا من حيث امركم الله ان الله يقول نسائكم حرث لكم فاتوا حرثكم انى شئتم﴾

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۴)

**ترجمہ:** عبد اللہ بن ابی یعفور سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا اس آدمی کے متعلق جو عورت کے ساتھ لواطت کرے تو انہوں نے کہا کہ حرج نہیں بشرطیکہ عورت راضی ہو جائے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کدھر گیا؟ عورتوں کے ساتھ مجامعت اس جگہ سے کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے تو امام نے فرمایا یہ اس صورت میں ہے جب جماع سے اولاد کی پیدائش مطلوب ہو لہذا اولاد وہیں سے طلب کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہے لہذا ان کے ساتھ مباشرت کرو جدھر سے چاہو۔ منہج الصادقین ج ۲ ص ۴۴ میں ہے (وایں مفتی بہ اکثر اصحاب ماست) ہمارے اکثر علماء کے نزدیک مفتی بہ یہی روایت ہے۔

(تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

۲۔ امام ابو الحسن الرضا سے عورت کے ساتھ لواطت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے کہا۔ ﴿احلتها اية من كتاب الله قال لوط عليه السلام هؤلاء بناتى هن اطهر لكم وقد علم انهم لا يريدون الفرج﴾

اس کو قرآن مجید کی اس آیت نے حلال کر دیا ہے جو لوط علیہ السلام سے حکایت ہے کہ

انہوں نے اپنی قوم کے ان بد معاشوں کو کہا تھا جبکہ وہ انہیں ان کے پاس بشری شکل میں آنے والے فرشتوں کے لئے پریشان کر رہے تھے۔ یہ میری بیٹیاں ہیں وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہیں حالانکہ انہیں معلوم تھا کہ وہ ان کے ساتھ فرج میں جماع سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

(لہذا آپ نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ لواطت کو مباح کر دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک) منہج الصادقین میں اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا در غیر شرع ماست پس در شرع ما حجت نباشد یہ دوسری شریعت کا معاملہ ہے اس کو حجت و دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔

(ص ۶ جز دوم)

علاوہ ازیں امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان پر اپنی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کی پیش کش کی تھی قال ابو عبد اللہ عرض علیہم التزویج

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۹)

لہذا امام رضا کا استدلال امام جعفر صادق کی اس تاویل سے باطل ٹھہرا۔ علاوہ ازیں قابل غور یہ عمل ہے کہ اگر نعوذ باللہ ان بچیوں کے ساتھ بھی لواطت مباح فرما رہے تھے تو ہر اٹھ لکھ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے وہ بھی حرام اور یہ بھی حرام۔ کسی دلیل سے یہ ثابت نہیں کہ لوط علیہ السلام کی شریعت میں عورتوں کے ساتھ لواطت جائز تھی اور اس آیت کے معنی میں شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف و نزاع ہے۔ لہذا اس کو دلیل بنانے کا ویسے کوئی جواز نہیں۔ ۳۔ صفوان سے مروی ہے کہ میں نے امام رضا سے عرض کیا تمہارے موالی میں سے ایک شخص نے مجھے ایک مسئلہ دریافت کرنے کا حکم دیا ہے وہ خود پوچھتے ہوئے شرماتا ہے آپ نے فرمایا بتلائیے وہ کیا مسئلہ ہے تو صفوان نے کہا۔

﴿السر جل انه یاتنی زوجته فی دبرها قال نعم ذلک له قال قلت وانہ

تفعل ذالک قال انا نحن لا نفعل ذالک﴾



کیا آدمی کو حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی سے لواطت کرے تو آپ نے فرمایا۔۔۔ ہاں اسے یہ حق حاصل ہے۔ میں نے کہا کیا آپ بھی یہ کام کرتے ہیں (تاکہ ہمارے لئے قولی اور فعلی سنت بن جائے) آپ نے فرمایا ہم یہ فعل نہیں کرتے۔

(فروع کافی ج ۲ ص ۲۳۳۔ تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۴۔ یونس بن عمار سے مروی ہے کہ میں نے امام عبداللہ یا امام ابوالحسن سے کہا کہ میں بسا اوقات لونڈی کے ساتھ لواطت کرتا ہوں اور اب میں نے یہ قسم کھالی ہے کہ اگر میں اس کے ساتھ یہ فعل کروں گا تو مجھ پر ایک درہم صدقہ کرنا لازم ہوگا اور اب اس قسم کو نبھانا میرے لئے مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے کہا ایس علیک شنی وذلک لک تجھ پر کفارہ بھی لازم نہیں ہے اور لواطت جائز ہے۔ بقول شیعہ لواطت حلال تھی اسے حرام کرنا یمن ہو گیا اور خود اس نے ایک درہم اپنے ذمے لگا رکھا تھا امام نے اس کی بھی چھوٹ دے دی تو آخر اس رعایت کی وجہ جواز کیا ہو سکتی ہے؟

۵۔ حماد بن عثمان سے مروی ہے کہ خود میں نے امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا یا جس نے ان سے دریافت کیا اس نے مجھے بتلایا کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے یہ دریافت کیا کہ آیا مرد عورت سے لواطت کر سکتا ہے اور اس وقت آپ کے ہاں لوگوں کی ایک جماعت موجود تھی تو آپ نے پہلے تو بلند آواز سے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اپنے غلام کو تکلیف مالا یطاق دے تو اسے بیچ دے۔ بعد ازاں ان لوگوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور پھر میری طرف جھک کر آہستہ سے کہا لا باس اس میں کوئی حرج نہیں۔

(تہذیب ج ۷ ص ۴۱۵)

سبحان اللہ لوگوں کو تو دوسری حدیث باواز بلند سنا کر اس میں مشغول کر دیا اور اس کو خفیہ طور پر مسئلہ بتا دیا دیکھا آپ نے کہ مجھین اماموں کو کس طرح چکر باز اور حیلہ ساز ثابت کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق کا استدلال۔ امام ابوالحسن کا جواب

قَوْلُ بَارِي تَعَالَى نِسَاءُكُمْ حَرَّتُ لَكُمْ فَاتُوا حُرَّتْكُمْ اَنِي

شِئْتُمْ كِي تَحْقِيق

پہلی روایت میں امام جعفر صادق کا استدلال جواز لواطت پر اس آیت کریمہ کے ساتھ آپ نے ملاحظہ کر لیا ہوگا اب اس کا جواب امام ابوالحسن الرضا کے کلام سے پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس استدلال کا ضعف دوسرے امام کے قول سے واضح ہو جائے اور شیعی علماء کا دعویٰ بھی باطل ہو جائے کہ ائمہ میں سے ایک کا جو قول ہوگا دوسروں کا بھی وہی ہوگا۔

عن معمر بن خلاد قال ابو الحسن ای شنی یقولون فی اتیان النساء فی اعجازه فقلت له بلغنی ان اهل المدينة لا یرون به باساق قال ان الیهود کانت تقول اذا اتی الرجل المراه من خلفها خرج ولده احو ل فانزل الله تعالی نسائکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم من خلف وقدام مخالف القول الیهود ولم یعن فی ادبارهن ﴿ استبصار ص ۳۱۔ تفسیر صافی ص ۷۳ ﴾

معمر بن خلاد سے مروی ہے کہ امام ابوالحسن الرضا نے مجھ سے دریافت کیا لوگ عورتوں کے ساتھ لواطت کے متعلق کیا کہتے ہیں تو میں نے ان سے کہا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ اہل مدینہ اس میں حرج نہیں سمجھتے۔ تو آپ نے فرمایا۔۔۔ یہود کیا کرتے تھے کہ جب نذند بیوی کے ساتھ پچھلی طرف سے جماع کرے اور سامنے سے نہ کرے تو اس کا بچہ بھیگا ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما کر حکم دیا کہ عورتیں تمہارے لئے کھیتی کی جگہ ہیں (جہاں سے تمہاری اولاد پیدا ہوتی ہے) لہذا ان کے ساتھ جماع جس کیفیت کے ساتھ چاہو

کرو آگے سے یا پیچھے سے۔ جس سے مقصود یہود کے دعویٰ کا رد اور مخالفت ہے اور یہ مقصد باری تعالیٰ کا نہیں کہ ان کے ساتھ لواطت تمہارے لئے حلال ہے (کیونکہ اس فعل کا محل مقام حرث نہیں بلکہ غلاطت کی جگہ ہے) (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۵)

### امام جعفر صادق سے متضاد روایات

۱۔ عن سدیر قال سمعت اب عبد الله عليه السلام يقول قال رسول الله ﷺ محاش النساء على امتی حرام ﴿ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶) ﴾  
سدیر سے مروی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت پر عورتوں کی پاخانہ والی جگہیں حرام ہیں یعنی لواطت حرام ہے۔  
(ف) یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ صرف امام جعفر صادق کا قول نہیں بلکہ رسول خدا ﷺ کی فرمان ہے اور اس میں حرمت کی تصریح موجود ہے۔

۲۔ عن هاشم عن ابی عبد الله لا تفری ولا تفرث وعن ابی بکیر لا تفرث ای الاناث من غیر هذا الموضع ﴿  
یعنی ہاشم اور ابن بکیر دونوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ عورتوں کے ساتھ لواطت نہ کرو صرف ان کا فرج ہی استعمال کرو۔ (تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

۳۔ والعیاشی عن الصادق ای متی شتم فی الفرج وفي رواية اخرى عنه ای ساعة شتم وفي اخرى من قدامها ومن خلفها فی القبل ﴿  
یعنی عیاشی نے کہا امام صادق سے اس آیت کی تفسیر میں تین منقول ہیں۔

ول: جس وقت چاہو ان سے جماع کرو لیکن فرج میں۔

دوم: یا جس گھڑی چاہو۔

سوم: سامنے سے جماع کرو یا پیچھے سے لیکن ہو فرج میں۔ یعنی انی زمانہ کی تعیم بیان کرنے کے لئے ہے رات میں جماع کرو یا دن میں۔ یا ساعات کی تعیم بیان کرنے کے لئے ہے یا کیفیت جماع میں تعیم بیان کرنے کے لئے ہے اور اس سے مکان کی تعیم مقصود نہیں تاکہ لواطت کا جواز لازم آئے۔

(ف) ان روایات کی رو سے امام جعفر صادق اور امام ابو الحسن الرضا دونوں کا اس آیت کی تفسیر میں اتفاق و اتحاد ثابت ہو گیا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے ﴿مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ﴾ فرمایا ان کو حق مہر کے عوض تمہارے لئے حلال قرار دیا گیا ہے لیکن تمہارا ارادہ محض مادہ منویہ کا اخراج اور ظروف منویہ کا استفراغ نہیں ہونا چاہیے بلکہ احسان اور عزت نفس کا تحفظ ملحوظ ہونا چاہیے اور لواطت سے مقصود صرف استفراغ اور شہوت رانی۔ اس لئے اس کے ساتھ احسان ثابت نہیں ہو سکتا لہذا واضح ہو گیا کہ اس آیت میں لواطت کا جواز نہیں بیان کیا گیا بلکہ یہود کا یہاں محل خاص میں جماع کا بیان ہے اور کیفیت جماع میں تعیم مقصود ہے یا اس کے اوقات میں اور رسول کریم علیہ السلام کے فرمان سے اور امام جعفر صادق کی روایت سے صراح حرمت کا حکم واضح ہو گیا اور کلام مجید کا سیاق و سباق بھی لواطت کی حرمت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عورت اولاد متولد ہونے کے لحاظ سے مرد کیلئے کھتی کی جگہ ہے اس جہت کو ﴿نِسَاءُكُمْ حُرَّتٌ لَّكُمْ﴾ میں بیان کرنے کے بعد بطور تفریع ﴿فَاتُوا حُرَّتْكُمْ﴾ فرمایا اور اسی مقام حرث کا تعین ہی ﴿مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمْ اللَّهُ﴾ میں واضح فرمایا ہے اور حال حاضر حیض میں مجامعت کے ممنوع ہونے کی علت ﴿قُلْ هُوَ أَدَى﴾ بیان فرما کر بھی لواطت کی

حرمت واضح فرمادی۔

کیونکہ جس طرح خون حیض غلاظت ہے اور اس دوران فرج کا استعمال ممنوع ہے تو براز اور پاخانہ کی نالی جو ہر وقت اس غلاظت سے آلودہ ہوتی ہے اس کی حرمت میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے؟ نیز فرج میں مجامعت سے غلیظ مادہ معدہ میں نہیں جا سکتا لیکن لواطت کی صورت میں یہ مادہ معدہ میں پہنچتا ہے اور قیلوس و کیموس کے ساتھ شامل ہو کر جزو بدن بن جاتا ہے جس سے اس کا عدم جواز ثابت ہوتا ہے۔

## لواطت کے دلدادگان کا اضطراب اور توجیہات فاسدہ

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی دو روایات کے متعلق کہتا ہے۔

۱۔ ﴿وفی ہذین الخبرین من ضرب من الکراہیۃ لان الافضل التجنب عن ذلک وان لم یکن محظورا﴾

ان دونوں روایتوں کی توجیہ یہ ہے کہ ان میں ایک قسم کی ناپسندیدگی کا بیان ہے کیوں کہ لواطت اگرچہ ممنوع نہیں ہے مگر افضل اجتناب ہی ہے (سبحان اللہ سرور دو عالم علیہ السلام فرمادیں لواطت حرام ہے اور قرآن، غلاظت سے دور رہنے کا حکم دے مگر لواطت کے شائق اس کا ترجمہ یہ کریں کہ بس خلاف اولیٰ ہے اور غیر انب فعل ہے)

۲۔ ﴿ویحتمل ایضاً ان یکون الخبران وردا مورا للتقیۃ لان احدا من العامة یحیز ذلک الاما یحکی عن مالک ویختلف اصحابہ عنہ فیہ﴾

(وکنذا فی تہذیب الاحکام ج ۷ ص ۴۱۶)

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ دونوں روایتیں بطور تقیہ آپ سے صادر ہوئی ہوں یعنی عام اہل



اسلام کے ڈر سے کیونکہ ان میں سے کوئی بھی اسے جائز نہیں رکھتا ماسوائے اس حکایت کے جو امام مالک کی طرف سے منسوب ہے لیکن ان کے متبعین ان کی طرف منسوب اس حکایت کی صحت میں اختلاف رکھتے ہیں۔

ف۔ اس توجیہ میں بھی سقم اور فساد واضح ہے کہ حلال کو حرام کر دینا خدا تعالیٰ کی بغاوت ہے اور دین میں فساد اور پھر نبی اکرم ﷺ پر بھی بہتان باندھنا لازم آئے گا۔ کیا ائمہ کرام دین کا اسی طرح تحفظ کرتے رہے اور لوگوں کی رہنمائی کا حق اسی طرح ادا کرتے رہے کہ حلال کو بوجہ خوف خلق حرام قرار دیتے رہے۔ ﴿العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ﴾

۳۔ امام رضارضی اللہ تعالیٰ عنہ والی روایت کے متعلق شیخ الطائفہ نے کہا۔

﴿الذی تضمنہ هذا الخبر تفسیر الایۃ وسبب نزولہا وما المراد بها ولس اذالم یکن ما قلناہ مراداً بالایۃ یجب ان یکون حراماً بل لا یمتنع ان یدل دلیل اخر علی جواز ذلک﴾

یعنی اس روایت سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ہے صرف اس آیت ﴿فاتوا حرثکم انی شنتم﴾ کی تفسیر اور اس کا سبب نزول اور اس سے جو کچھ باری تعالیٰ کی مراد ہے اس کا متعین کرنا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا نظریہ یعنی جواز لواطت اس آیت میں مراد نہ ہو تو خواہ مخواہ وہ حرام ٹھہرے بلکہ ہو سکتا ہے کوئی دوسری دلیل اس کے جواز پر دلالت کرے اور وہ روایات ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

اقول: اتنا قدر تسلیم ہو گیا اس آیت میں لواطت کا جواز بیان نہیں کیا گیا اور ہم تنبیہ کر چکے ہیں کہ حیض کے ایام میں عورتوں کے ساتھ جماع کو حرام ٹھہرا کر اور غلاظت کو اس کی علت بنا کر قرآن مجید نے اس کی حرمت واضح کر دی بلکہ حرثکم نے محل جماع متعین کر دیا اور صاحب

قرآن علیہ السلام نے ﴿محاش النساء علی امتی حرام﴾ فرما کر لواطت کی وجہ حرمت واضح فرمادی۔ یعنی گوبر اور غلاظت والی جگہ ہونے کی وجہ سے لواطت حرام ہے کیونکہ حکم مشتق پر تو مبداً اشتقاق علت حکم ہوا کرتا ہے لہذا کتاب اللہ میں بیان کردہ علت کو نبی اکرم ﷺ نے لواطت کے حرام ہونے کی علت قرار دیا اللہ تعالیٰ اور نبی مصطفیٰ علیہ السلام کے ارشادات کے بعد امام جعفر صادق کی طرف منسوب متضاد و متعارض روایات کا کیا وزن ہو سکتا ہے؟ اور قرآن سنت کے برعکس ان اقوال سے جواز ثابت کرنے کی کیا وجہ جواز ہو سکتی ہے؟

### اصولی بات:

جبکہ قاعدہ اور قانون اور اصل و کلیہ یہ ہے کہ جب ایک چیز حلت و حرمت کے درمیان دائر ہو تو احتیاطاً حرمت کو ترجیح ہوتی ہے لہذا اس قاعدہ کی رو سے بھی اس فعل کو حرام ٹھہرانا ضروری تھا نہ کہ ہر ممکن طریقہ سے قوم لوط کی متابعت پر کمر بستہ ہونا۔ العیاذ باللہ۔

### شیعہ کی قوم لوط علیہ السلام سے سبقت

بلکہ یہ تو قوم لوط علیہ السلام سے بھی بازی لے گئے کیونکہ ان کو تو عورتوں کے ساتھ لواطت کی نہ سوچھی بلکہ بقول شیعہ حضرت لوط علیہ السلام نے ان کے ٹھکرا دیا اور کہا مالنا فی بناتک من حق ہمیں آپ کی بیٹیوں کے ساتھ یہ فعل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان کو بہت دور کی سوچھی ہے۔

### اہل السنّت کا مذہب

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی کی تصریح نظر نواز ہو چکی ﴿لان احدا من العامة لا یجیز ذالک﴾ کہ عام اہل اسلام سے کوئی اس کا قائل نہیں ہے ﴿الحق ما شهد به

الاعضاء ﴿لہذا سوائے شیعہ کے جملہ اہل اسلام کا لواطت کے حرام ہونے پر اجماع و اتفاق ثابت ہو گیا۔ رہا معاملہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا تو ان کی طرف جواز کے فتویٰ کی نسبت کرنا خود طوسی کے بقول مختلف فیہ ہے۔

### حقیقت حال:

یہ ہے کہ یہ ان پر افتراء ہے۔ ان کے موطا میں اس مسئلہ کا عنوان ہی یہ ہے۔

(باب یحرم الاتیان فی الدبر ویحل فی قلبہا من جانب دبرہا)

(موطاع مصنفی ج ۲ ص ۲۶)

یعنی مرد کا بیوی کے ساتھ لواطت کرنا حرام ہے البتہ پھیلی طرف سے فرج میں وطی اور جماع حلال ہے اور اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔ ﴿نَسَاءُ کُمْ حَرُمٌ لَّکُمْ فَلْتَأْوُوا حُرُکُمْ اَنّٰی سِتْنُمْ﴾ اور کسی کا مذہب صحیح طور پر اس کی کتابوں ہی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ فرج میں ہر کیفیت پر وطی اور جماع حلال ہے اور دبر میں ہر حال میں وطی اور مباشرت حرام ہے۔

تفسیر منہج الصادقین میں ملا فتح اللہ کاشانی نے کہا جزو دوم ص ۷ معظم فقہاء عامہ در اس مخالفت نمودہ اند گفتہ اند کہ حرث نمیشد مگر بسل پس وطی در موضع جائز باشد کہ نسل متوقع باشد و اس در دبر مستی است۔ یعنی معظم فقہاء اہل السنّت لواطت کے معاملہ میں شیعہ کے خلاف ہیں اور وہ قرآن کے کلمہ حرث کو دلیل حرمت بناتے ہیں کیونکہ عورتیں حرث کہلاتی ہیں۔ مبدء نسل ہونے کی وجہ سے اور وہ صرف فرج ہے نہ کہ دبر۔

## صاحب منہج کا انوکھا استدلال اور بے خبری کی انتہا

عورتیں اگرچہ حرث فرج کی وجہ سے کہلاتی ہیں لیکن ان کے ساتھ مباشرت مقام حرث کے علاوہ مقامات میں جائز ہے جس طرح تخیذ وغیرہ یعنی عورت کی رانوں کے درمیان آلہ تناسل کرنا جائز ہے لہذا لواطت بھی جائز ہے۔ نساء اگرچہ حرث اند لیکن وطی ایساں در غیر موضع حرث بلا خوف جائز است مانند وطی بین الفخذین وغیرہ۔

(ملاحظہ ہو تفسیر منہج الصادقین ج ۲ ص ۷)

جواب: رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس چیز سے محبت ہو محبت اس کے عیوب دیکھنے اور سننے سے اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے درحقیقت تخیذ وغیرہ ﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ کے ضمن میں آتی ہے۔ مرد عورت کیلئے لباس ہے اور عورت مرد کے لئے۔ پھر اس فعل کو وطی یا جماع سے تعبیر ہی نہیں کیا جاتا اور ﴿فَاتُواْ آخِرُكُمْ﴾ میں وطی اور جماع کا حکم دیا گیا ہے اور حرث کے لفظ سے دو محتمل مقاموں میں سے ایک کا تعین کر دیا گیا ہے کہ جو جگہ مبداء نسل ہے وہاں سے جماع کرو۔

بہر حال یہ سب کرشمہ ہے حب لواطت کا اور نہ صریح حرمت ثابت ہونے کے بعد اس قسم کے بودے اور بے ہودہ استدلال کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ کیونکہ کتاب و سنت میں لواطت حرام کی گئی ہے اور تخیذ حرام نہیں ہے تو حرام کا قیاس غیر حرام پر کیسے کیا جاسکتا ہے۔ نیز قیاس اہل تشیع کے نزدیک حجت شرعی ہی نہیں بلکہ وہ اسے سخت ناپسندیدہ فعل ٹھہراتے ہیں اور اہل سنت کے نزدیک حجت ہے مگر جہاں کتاب سنت اور اجماع سے حکم ثابت نہ ہو سکے اور ان میں اس کی تصریح موجود نہ ہو نہ کہ ان کے مقابل قیاس کو حجت قرار دیا جائے گا۔

## عبرت انگیز فرمان:

۱ امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے۔ ﴿حرمة الدبر اعظم من حرمة الفرج ان الله اهلك امة بحرمة الدبر ولم يهلك احداً بحرمة الفرج﴾ دبر میں جماع اور لواطت کی حرمت زنا سے بھی زیادہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو حرمت دبر سے پامال کرنے پر ہلاک و تباہ و برباد کیا۔ جس کی تباہی کی نظیر کسی دوسری قوم میں نہیں ملتی۔ اس قدر سنگین عذاب کہ ساتویں طبقہ سے زمین کو اکھیڑ کر اٹھالیا اور ان کو اتنا نیچے دھنسا یا کہ ان کی ہوا بھی کسی کو نہ لگے۔ لیکن حرمت فرج پامال کرنے پر کسی قوم کو ایسا سنگین عذاب نہیں دیا گیا اور نہ اس طرح رسوا ذلیل کیا گیا ہے۔

روافضی کے اس فتویٰ کو امام موصوف کے اس فرمان کے بعد کیا شیطان کی دوسری چال نہیں سمجھا جائے گا کہ اس بڑائی کو رنگ دے کر اس امت کی رسوائی اور تباہی کا سامان کیا جائے۔  
﴿نعوذ بالله من ذالک﴾

## تنبیہ نبیہ:

اور یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ منکوحہ عورتوں کے ساتھ لواطت کے جواز کی تخصیص بھی صرف بعض شیعہ کا نظریہ ہے ورنہ بعض نے مطلقاً یہ فعل جائز اور مباح قرار دیا ہے جیسے کہ محمد بن نصیر النعمیری اور محمد بن بشیر کا قول قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ مردوں کی مردوں کے ساتھ لواطت جائز ہے کیونکہ مفعول کیلئے اس میں تواضع، کسر نفسی اور عجز و انکسار ہے اور اظہار تدلل و مسکنت جو کہ روح عبودیت ہے اور فاعل کیلئے اس میں عظیم تر لذت کا سامان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ایسی چیزوں کا منع کرنا اور انہیں حرام ٹھہرانا درایت اور قیاس عقل کے خلاف ہے اور درایت کا روایت سے اور عقل کا نقل سے مقدم ہونا شیعہ کا مسلم قاعدہ ہے لہذا اس کا جواز ان کے نزدیک



قطعیات کے ضمن میں آگیا اور عدم جواز ظنی اور قابل تاویل ہو گیا اسی لئے محمد بن نصیر نمیری علامہ لواطت کراتا تھا اور ملامت کرنے والوں کو کہتا تھا۔

﴿ان هذا من اللذات وهو من التواضع لله وترك التمجيز﴾

(احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۴۷۵)

یہ فعل پسندیدہ لذات میں سے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تواضع اور انکساری ہے اور سرکشی اور تکبر کا توڑ۔

اور یہ محمد بن نصیر نمیری اپنے آپ کو حضرت امام ابو الحسن علی بن محمد کے مقربان خاص میں داخل کیے ہوئے تھا اور دوسری طرف اس بے دینی کا عملی طور بھی اور زبانی بھی پر چار کیا کرتا تھا جس سے صاف ظاہر کہ اس تقرب سے ان لوگوں کا مقصد وحید یہی تھا کہ لوگوں کو دھوکہ دیا جائے اور اس تقرب کی وجہ سے ان کو باور کرایا جائے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ صرف اور صرف اہل بیت کرام کا مذہب ہے۔ حاشا وکلا وہ حضرات یقیناً ان آلائشوں سے بالکل پاک منزہ تھے اور ایسے لغو اور بیہودہ اقوال سے بری اور بیزار تھے۔

## الغرض

ان مسائل میں تعصب و عناد سے بالاتر ہو کر اور اخلاص و انصاف کے ساتھ غور فکر کرنے سے کلمۃ التقدیم میں عرض کردہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے کہ اس مذہب کے بانیوں کا بنیادی اور اساسی مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اہل اسلام و ایمان سے ان کی دولت اسلام اور نعمت ایمان سلب کر لی جائے اور انہیں شہوات اور خواہشات نفس اور سفلی جذبات کا جسمہ بنا دیا جائے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں۔ حقیقت میں مجوسی، یہودی اور عیسائی ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان بھائیوں کو ان کے شر سے محفوظ و مصون فرمائے اور دل و جان سے مذہب اسلام پر کار بند بنائے۔ آمین ثم آمین۔

﴿ان ارید الاصلاح و ماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب﴾

خادم اسلام و اہل اسلام

ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی



معجزہ  
لفظ اللہ میں یحییٰ کا فہرہ  
لفظ اللہ کو غیب سے پڑھیں!



عبدالغنی (۱۸ ذی الحجہ) کے موقع پر  
بے نظیر شہزادی اجنما کی مختصر دوریم  
علائق علیہ دار کے جھنڈے کے تلے آؤ آؤ اور فیض پیاؤ

یا علی مدد

مکہ متحدہ انتظام و دیگر مشہور شہزادہ کے ذریعے امام رضا کا قول ہے کہ۔۔۔  
مقام مذکور (گھاٹی) میں ۱۸ ذی الحجہ کو حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی اور رسول نے ان کو مولا  
اولا بنا تصوف کا قرار دیا یعنی اس مولا کو ہر قسم کا حق حاصل ہو گیا فرمایا گیا مگر کفّت مولا علی مولا  
در جس کا میں مولا اس کا علی مولا اے صاحب جس قدر بت کا تبار پر ۱۸ ذی الحجہ کو ایم عبدالغنی عبدالغنی  
جدا فرستوں کہ اگر عبدالغنی کے ان میں دونوں میں سیماں علی کے کوئی گناہ نہ لکھے جائیں خواہ وہ کچھ بھی کریں۔  
○ کنز الدین یا علی مولا اے مومنین میں جاہیں متدی کی مذکورہ شہزادہ کی تحت صرف

بہارِ شریعت دوریم  
مقام مذکور (گھاٹی) میں ۱۸ ذی الحجہ کو حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی اور رسول نے ان کو مولا  
اولا بنا تصوف کا قرار دیا یعنی اس مولا کو ہر قسم کا حق حاصل ہو گیا فرمایا گیا مگر کفّت مولا علی مولا  
در جس کا میں مولا اس کا علی مولا اے صاحب جس قدر بت کا تبار پر ۱۸ ذی الحجہ کو ایم عبدالغنی عبدالغنی  
جدا فرستوں کہ اگر عبدالغنی کے ان میں دونوں میں سیماں علی کے کوئی گناہ نہ لکھے جائیں خواہ وہ کچھ بھی کریں۔  
○ کنز الدین یا علی مولا اے مومنین میں جاہیں متدی کی مذکورہ شہزادہ کی تحت صرف

بہارِ شریعت دوریم  
مقام مذکور (گھاٹی) میں ۱۸ ذی الحجہ کو حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی اور رسول نے ان کو مولا  
اولا بنا تصوف کا قرار دیا یعنی اس مولا کو ہر قسم کا حق حاصل ہو گیا فرمایا گیا مگر کفّت مولا علی مولا  
در جس کا میں مولا اس کا علی مولا اے صاحب جس قدر بت کا تبار پر ۱۸ ذی الحجہ کو ایم عبدالغنی عبدالغنی  
جدا فرستوں کہ اگر عبدالغنی کے ان میں دونوں میں سیماں علی کے کوئی گناہ نہ لکھے جائیں خواہ وہ کچھ بھی کریں۔  
○ کنز الدین یا علی مولا اے مومنین میں جاہیں متدی کی مذکورہ شہزادہ کی تحت صرف

بہارِ شریعت دوریم  
مقام مذکور (گھاٹی) میں ۱۸ ذی الحجہ کو حضرت علی کی فضیلت بیان کی گئی اور رسول نے ان کو مولا  
اولا بنا تصوف کا قرار دیا یعنی اس مولا کو ہر قسم کا حق حاصل ہو گیا فرمایا گیا مگر کفّت مولا علی مولا  
در جس کا میں مولا اس کا علی مولا اے صاحب جس قدر بت کا تبار پر ۱۸ ذی الحجہ کو ایم عبدالغنی عبدالغنی  
جدا فرستوں کہ اگر عبدالغنی کے ان میں دونوں میں سیماں علی کے کوئی گناہ نہ لکھے جائیں خواہ وہ کچھ بھی کریں۔  
○ کنز الدین یا علی مولا اے مومنین میں جاہیں متدی کی مذکورہ شہزادہ کی تحت صرف





تحفہ  
حسینیہ

کوثر  
الخیرات

جلاء  
الصدور

مناظرہ  
جنگ

مناظر اسلام شیخ الحدیث

مدظلہ

محمد اشرف

سیالوی

کی قابل قدر تصانیف

گلشن توحید و رسالت

ہدایہ المتذنب الذین فی الاستعاذہ بالیاء الرحمن

انبیاء سابقین اور بشارات سید المرسلین

تنویر الابصار بنور النبی امختار

دی ہولی بائبل اور شان انبیاء میں گستاخیاں

Design by AES Advertiser

ملفوظات مولانا محمد رفیع مہدی

کالج روڈ سرگودھا: 048-5724695